بسم اللہ الرحمن الرحیم

THE MIRACLES OF JESUS CHRIST

By

Allama Talib-u-Din

معجزاتِ مسیح

جس میں سیدنا عیسیٰ مسیح کے معجزات کی مفصل شرح و تفصیل درج ہے۔

اور نیز نصائح اور مفید اشارات جو اُن سے مستنبط ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ

ایک مقدمہ میں معجزات کی حقیقت اور امکان و مقاصد پر مفصل اور مدلل بحث کی گئی ہے

از

علامہ طالب الدین

1905

[redacted]

Urdu

Feb, 17, 2005

جنابِ مسیح کے معجزات کی فہرست مضامین

۱: پانی کا مے بنانا۔
۲: بادشاہ کے ملازم کے بیٹے کو شفا بخشنا۔
۳: مچھلیوں کو پہلی مرتبہ معجزانہ طور پر پکڑنا۔
۴: طوفان کو بند کرنا۔
۵: گدرینیوں کے ملک میں ان کو شفا بخشنا جن پر دیو چڑھے ہوئے تھے۔
۶: جائرس کی لڑکی کو زندہ کرنا۔
۷: اس عورت کو شفا بخشنا جس کے بارہ برس سے خون بہتا تھا۔۱
۸: دو اندھوں کی آنکھوں کو روشن کرنا۔
۹: جھولے کے مارے ہوئے کو شفا بخشنا۔
۱۰: ایک کوڑھی کو پاک صاف کرنا۔
۱۱: صوبہ دار کے خادم کو شفا بخشنا۔
۱۲: کفرناحوم کے عبادت خانے میں ایک شخص کو جس پر بدروح چڑھی ہوئی تھی شفا بخشنا۔
۱۳: حضرت پطرس کی ساس کو شفا بخشنا۔
۱۴: یروشلم میں بیت صدا پر ایک پژمردہ کو شفا بخشنا۔
۱۵: نائین کی بیوہ کے لڑکے کو زندہ کرنا۔

۱۶:معجزانہ طور پر پانچ ہزا افراد کو کھانا کھلانا۔
۱۷:جناب مسیح کا سمندر پر چلنا۔
۱۸:ایک جنم کے اندھے کی آنکھوں کو روشن کرنا۔
۱۹:سوکھے ہوئے بازو والے شخص کو شفا بخشنا۔
۲۰:ایک کبڑی عورت کو شفا بخشنا۔
۲۱:جلندر کی بیماری والے شخص کو شفا بخشنا۔
۲۲:دس کوڑھیوں کو شفا بخشنا۔
۲۳:سورفینکی عورت کی لڑکی کو شفا بخشنا۔
۲۴:ایک بہرے اور گونگے کو شفا بخشنا۔
۲۵:چار ہزار افراد کو معجزانہ طور پر کھانا کھلانا۔
۲۶:بیت صدا میں ایک اندھے کو بینا کرنا۔
۲۷:ایک دیوانہ لڑکے کو شفا بخشنا۔
۲۸:مچھلی کے منہ میں درہم کا پانا۔
۲۹:لعزر کو زندہ کرنا۔
۳۰:اریحا کے نزدیک دو اندھوں کی آنکھوں کو روشن کرنا۔
۳۱:بے پھل انجیر کے درخت کا سوکھ جانا۔
۳۲:ملخس کے کان کو شفا بخشنا۔
۳۳:مچھلیوں کا پکڑنا۔

پانی کا مے (انگورکارس) بنانا

(انجیل شریف راوی حضرت یوحنا باب ۲ آیت ۱تا ۱۱ تک)

یہ معجزہ مسیح کی خدمت کے شروع میں نہایت ہی موزون تھا۔ کیونکہ اس سے آپ کے کل کام کا مقصد ظاہر ہوجاتا ہے، یہ گویا آپ کی آئندہ کی خدمت کی ایک نبوت تھی ۔ جناب مسیح ایک عجیب تبدیلی پیدا کرنے آئے تھے۔ پانی سے مے بنانا اس حقیقی اورسچی تبدیلی کا نمونہ تھا۔ جوآپ کی روح پاک کی قدرت سے گناہ گار کے دل میں اس وقت واقع ہوتی ہے جبکہ وہ آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ پانی سے مے (انگورکا رس) بنانا گویا ایک ادنیٰ شئے سے افضل شئے بنانا تھا۔اور جس قدرت کا ملہ سے آپ نے یہ معجزانہ تبدیلی پیدا کی اسی وقت سے آپ گناہ آلودہ طبیعت اوررذالت اورخباثت کو دورکرتے ہیں۔ اور اسے الہٰی فرزندی کی فضیلت اورشرافت سے مالا مال فرماتے ہیں۔

آیت نمبر۱۔پھر تیسرے دن قانا ئے گلیل میں شادی ہوئی اورجناب مسیح کی والدہ ماجدہ بھی وہاں تھیں۔

پھر تیسرے دن ۔ یعنی آپ کو دو حواری یعنی حضرت فیلبوس اور حضرت نتھانیل کے آنے سے تین دن بعد ،دو دون میں جناب مسیح

اورآپ کے حواری یردن کے کنارے سے قانائے گلیل میں پہنچ گئے ہونگے ۔ اورمسیح کی والدہ ماجدہ وہاں تھیں،یعنی علاوہ جناب مسیح اورآپ کے حواریوں کے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ بھی وہاں موجود تھیں ۔معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف زندہ نہ تھے۔ ان کاآخری ذکراس وقت آتا ہے جبکہ مسیح ان کے ساتھ ہیکل (بیت الل ہ) کوگئے۔ اغلب ہے کہ وہ اس وقت کے بعد اورجناب مسیح کی خدمت کے آغاں سے پہلے کسی وقت فوت ہوگئے تھے۔

اورآپ کے حواری وغیرہ ۔ عموماً یہ پانچ حواری مراد لئے جاتے ہیں۔ حضرت اندریاس ،حضرت پطرس ،حضرت فیلبوس،حضرت نتھانیل ،اورحضرت یوحنا ان حواریوں میں سے جن کا ذکر (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا باب ۱آیت ۳۵ تا۴۰) میں پایا جاتا ہے ایک حضرت یوحنا تھے اور دوسرے حضرت اندریاس اور یہ نتیجہ کہ ان میں سے ایک حضرت یوحنا تھے ۔ ا س مفصل بیان سے مستنبط کیا جاتا ہے جو اس انجیل کے ہرصفحہ سے مترشح ہے (اور نیزاس بات سے بھی کہ وہ اپنا نام ظاہرکرنا نہیں چاہتے) دیکھیں انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا باب ۱۳آیت ۲۳،باب ۱۵آیت

۱۹ باب ۲۶آیت ۳۵) اگریہ قیاس ٹھیک ہے تو حضرت یوحنا بچشم خود اس معجزہ کے دیکھنے والے تھے۔

آیت نمبر۲۔اور جناب مسیح اور آپ کے حواریوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی ۔

اس شادی میں دعوت تھی۔ یعنی جناب مسیح کا اس شادی میں آنا بڑی برکت کا باعث تھا۔ وہ نہ صرف دکھ اورغم میں ہمارے ساتھ رہتے ہیں۔ بلکہ ہماری خوشی اور خرمی میں بھی ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔آپ کی حضوری سے شادی کا جواز ثابت اور خاندانی تعلقات کی درستی اورعظمت کی تصدیق ہوتی ہے۔ جولوگ شادی کے رشتہ پر حرف لاتے ہیں وہ غلطی میں ہیں ۔ جس نے بے تکلفی سے حضرت مریم صدیقہ شادی کے معاملات میں دست اندازی کرتا ہیں (دیکھیں آیت ۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے میزبان سے گہرا تعلق اورتعارف رکھتی تھی۔ ممکن ہے کہ وہ شادی والوں میں سے کسی فریق کی رشتہ دارہونگی۔

جب مے (انگور کا رس) ختم ہوچکی ۔ممکن ہے کہ جناب مسیح اورآپ کے حواریوں کے آنے سے مہمانوں کا شماربڑھ گیا ہو۔ اور اس سبب سے مئے کم ہوگئی ہو۔ حضرت مریم صدیقہ اس کمی کو

دیکھ کر متفکر ہوئی۔ اور چاہتی تھی کہ ان کی مشکل کسی طرح رفع کی جائے لہذا۔

آیت نمبر ۳۔ جب مے ختم ہو چکی تو جناب مسیح کی والدہ ماجدہ نے ان سے فرمایا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔

جناب مسیح سے فرمایا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی۔ معلوم نہیں کہ وہ کس مقصد سے ان کے پاس آئیں اور کیا چاہتی تھی کہ وہ ان کے لئے کریں۔ کیونکہ مسیح کا یہ پہلا معجزہ تھا۔ (دیکھیں آیت ۱۱) اور حضرت مریم صدیقہ نے ان کی قدرت اعجاز کا کوئی کرشمہ ابھی تک نہیں دیکھا تھا ۔ پس ان کو جرات نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ ان سے یہ کہتی کہ تم اپنی معجزانہ طاقت سے ان کے لئے مے بنا دو۔ بعض لوگوں کا یہی خیال ہے کہ گو مسیح نے عام طور پر اپنی بزرگی اور عظمت ظاہر کرنے کو کوئی معجزہ اب تک نہیں دکھایا تھا مگر اپنے عزیزوں کے دائرے میں آپ نے کئی معجزے اس غرض سے دکھائے تھے کہ وہ اس ظاہری معجزہ کو قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔لیکن انجیل شریف کی سادہ بیانی سے خلاف ورزی اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے کہ یہ آپ کا پہلا معجزہ تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ کس طرح حضرت مریم صدیقہ کو جناب مسیح کی

بشارت دی گئی تھی۔ لہذا ناممکن نہیں کہ گو آپ نے کوئی معجزانہ اظہار مسیح کی قدرت کا اب تک نہ دیکھا تھا ۔ تاہم وہ ان نشانوں کے سبب سے اوراس نبوت کے کلام کے باعث ث جو جناب مسیح کی پیدائش سے وابستہ تھا اس بات کی قائل تھیں کہ وہ موجودہ مشکل کو رفع کرنے کی پوری پوری قدرت رکھتے ہیں گو آپ نے اب تک اس قدرت کو عوام الناس میں ظاہر کرنا شروع نہیں کیا۔

بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ وہ اس لئے جناب مسیح پا س یہ درخواست کرنے نہیں آئی تھیں کہ وہ معجزات طاقت سے مے کی مقدار بڑھادیں یا اسے اورکسی طرح پیدا کردیں۔ بلکہ وہ اس لئے آپ کے پاس آئی تھیں کہ ان کے ساتھ مشورہ کرکے اس موقع پر کیا کیا جائے کیونکہ آپ نے حضرت مسیح کو ہمیشہ دانا صلاح کاراور عمدہ مشیر پایا تھا۔

پھر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ جب حضرت مریم صدیقہ نے یہ کہا کہ "ان کے پاس مے نہیں رہی " تو اس کا مطلب یہ تھا کہ قبل ا سکے کہ ہمارے میزبانوں کی یہ مشکل فاش ہو اور وہ شرمندگی اٹھائیں بہتر ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔

آیت نمبر ۴۔ جناب مسیح نے ان (حضرت مریم صدیقہ) سے کہا کہ اے عورت مجھے آپ سے کیا کام ہے ابھی میرا وقت نہیں آیا ہے۔

اے عورت مجھے آپ سے کیا کام ہے ۔الفاظ "اے عورت " پر اکثر ہمارے مسلمان بھائی اعتراض کرتے ہیں کہ جناب مسیح نے اپنی والدہ ماجدہ کو"اے عورت " کہہ کر مخاطب کیا جو کہ ایک نبی کو زیبا نہیں دیتے۔ہمارے مسلمان بھائی کا اعتراض سر آنکھوں پر لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی جب بھی اعتراض کرتے ہیں تو وہ صرف انجیل شریف کا ترجمہ پڑھنے کے بعد اعتراض کرتے ہیں اوروہ قطعاً بھول جاتے ہیں کہ انجیل شریف کی الہامی زبان یونانی ہے جیسی کے قرآن شریف کی زبان عربی ہے ۔اوراگر وہ انجیل شریف کی الہامی زبان جو کہ یونانی ہے اس میں اس آیت کو دیکھیں گے تو ہمارا ایمانِ کامل ہے کہ پھر وہ دوبارہ اعتراض نہیں کریں گے ۔ اصل زبان میں جو لفظ استعمال ہوا اورجسے اردو ترجمہ میں "اے عورت "کیا گیا اصل میں وہ لفظ یونانی زبان میں "گونئے کوس " ہے اوراگر ہم اس لفظ کے معنی دیکھیں تو ہم ورطہ حیرت میں پڑجاتے ہیں کیونکہ جو لفظ "گونئے کوس " استعمال کیا گیا ہے اس کے معنی اے عورت نہیں

بلکہ اس کے معنی ہیں "اے ملکہ" یعنی انگریزی الفاظ "لیڈی" کے مترادف ہیں ۔اوراس لفظ کا استعمال کرنا نہ صرف ظاہری ادب مقصود ہوتا تھا بلکہ دلی عزت بھی مقصود تھی۔ چنانچہ قیصر اگسطس نے ملکہ کلیو پیٹرا (جس کا سن وفات جناب مسیح سے تیس سال قبل تھا) کو خطاب کرتے ہوئے یہی لفظ استعمال کیا تھا۔اسی طرح سے دوسرے الفاظ یعنی" مجھے آپ سے کیا کام ہے "یونانی میں ان کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "مجھے اورتجھے کیا" (دیکھیں کتاب مقدس قضات باب ۱۱ آیت ۱۲،۱ سلاطین باب ۱۷ آیت ۱۸، ۲سلاطین باب ۳ آیت ۱۳، یشوع باب ۲۲ آیت ۲۴، ۲ سیموئیل باب ۱۶ آیت ۲ نیزانجیل شریف میں بہ مطابق حضرت متی باب ۸ آیت ۲۹ اوربہ مطابق حضرت مرقس باب ۱ آیت ۲۴ وبہ مطابق حضرت لوقا باب ۸ آیت ۲۸)اس سے بعض اشخاص نے یہ سمجھا کہ مسیح کا مطلب یہ تھا کہ اگرمے ختم ہوگئی ہے تو ہم کیا کریں ۔ یعنی مجھے اورتجھے اس سے کیا واسطہ ۔اس آیت کی تفسیرایک مسیحی عالم ٹرنچ صاحب یوں فرماتے ہیں کہ اس تفسیرکی بنیاد لا علمی پر قائم ہے۔ یعنی جو لوگ یہ خیال پیش کرتے ہیں وہ اس محاورہ کے معانی سے واقف نہیں ہیں ۔

صاحب موصوف یہی تفسیر کرتے ہیں کہ"اس معاملہ میں مجھے کچھ نہ کہو۔ کیونکہ اس معاملہ میں مجھ میں اورآپ میں کسی طرح کا اشتراک نہیں ہے کیونکہ اس معاملہ میں اپنی قدرت کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں ا س کا تعلق خون اورگوشت سے نہیں بلکہ اس کا علاقہ خدا کی بادشاہت کی ترقی کے ساتھ ہے۔ایک مسیحی عالم کری ساسسٹم صاحب فرماتے ہیں کہ ابھی حضرت مریم نے مسیح کی نسبت ایسا خیال کرنا نہیں سیکھا تھا جیسا ان کو کرنا چاہیے تھا ۔بلکہ وہ خیال کرتی تھیں کہ چونکہ وہ میرے شکم سے پیدا ہوا ہے ۔ لہذا جس طرح اورمائیں اپنے بچوں کو حکم کیا کرتی ہیں میں بھی انہیں حکم کرسکتیں ہوں اورنہیں جانتی تھیں کہ حکم کرنے کی نسبت ان کی تعظیم اوربندگی کرنا زیادہ زیبا ہے۔

ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ جب ہم ان لفظوں کو ماقبل کے الفاظ کے ساتھ پڑھتے ہیں تو یہی خیال گزرتا ہے کہ گویا یہی مراد تھی میرا وقت ابھی بہت دیر بعد آنے والا ہے اورحضرت یوحنا اکثران الفاظ کو مسیح کی موت یا ان کے اس دنیا سے کوچ کرنے کی نسبت استعمال کرتے ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا باب ۷آیت ۳۰ ،باب ۸ آیت ۲۰ ،باب ۱۲ آیت ۲۳ ،۲۷اورباب ۱۷ آیت ۱) مگرایک اور

جگہ ان الفاظ سے قریبی فاصلہ بھی مراد ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا باب ۷ آیت ۶) اوریہی مطلب یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم نے بھی ان سے دیر کا مطلب نہیں سمجھا اوروقوعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو مطلب حضرت مریم نے سمجھا وہی صحیح تھا۔ ان کے نزدیک مسیح کا یہی مطلب تھا کہ جب تک مے بالکل ختم نہ ہوجائے اس وقت کچھ نہیں کرسکتا (اگر مسیح مے بنادیتے تو اگسٹن صاحب کے قول کے مطابق لوگ یہی خیال کرتے کہ پانی تبدیل نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس میں اورعناصر ایزاد کئے گئے ہیں) پس معجزہ اس وقت ہونے تھا جب اس میں کسی طرح کے شک وشبہہ کی جگہ نہ رہتی۔

آیت نمبر ۵ ان کی (مسیح) کی ماں نے خادموں سے کہا ۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے ۔ اسے کرو ۔ حضرت مریم کو یقین تھا کہ وہ(مسیح) ان کی درخواست کو قبول کریں گے اورانہوں نے کچھ کچھ یہ بھی جان لیا کہ کس طرح پورا کریں گے اسی لئے انہوں نے خادموں سے کہا کہ جوکچھ وہ تم سے کہے سو کرو۔ اس کے (مسیح) حکم کو ماننا گویا معجزے کو وجود میں لا نا تھا۔

آیت نمبر ٦ ۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر کے چھ مٹکے دھرے تھے اور ان میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔ اس تفصیل سے فریب اور دھوکے کے لئے جگہ نہیں رہتی ۔ پہلے یہاں مٹکو کا بیان ہے یونانی زبان میں جو لفظ آیا ہے وہ جس کے معنی پانی کے ہیں۔ یہ برتن شراب کے برتن یا شراب کی صراحیاں نہ تھیں۔ بلکہ ایسے برتن تھے جن میں پانی بھرا جاتا تھا۔ لہذا یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ چونکہ مے کی صراحیوں میں پانی ڈالا گیا تھا اس لئے پانی میں مے کے برتنوں کی بو پیدا ہوگئی تھی اور وہ مے سمجھا گیا۔ اب چونکہ یہ برتن بالتخصیص پانی کے برتن تھے لہذ اعتراض مذکورہ بالا کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی۔

پھر یہ بات بھی یا درکھنی کے قابل ہے کہ پانی کے مٹکے وہیں موجود تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسی صلاح نہیں کی تھی کہ ہم پہلے کہیں سے مٹکے لائیں گے اور پھر یہ کہیں کہ ان میں پانی بھرا ہوا تھا اور اب وہ پانی مے بن گیا ہے۔ بلکہ یہ مٹکے یہودیوں کے دستور کے مطابق پہلے ہی سے وہاں موجود تھے۔

مقدار بھی دی گئی تاکہ یہ شبہہ نہ رہے کہ تھوڑی سے مے کہیں سے چھپا کر لائے تھے اس مقدار سے مے کی کثرت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ دو دو تین تین من کی گنجائش ان مٹکو میں تھی ۔

مٹکو میں پانی بھر دوان لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ جتنے مسیح کے لئے کام کرنے والے ہیں ان کا یہ فرض ہے کہ جیسا مسیح کہے ویسا کری۔ فرائض ہمارے ہیں اور واقعات خدا کے ہیں ہمارا کام ہے مٹکوں میں پانی بھرنا اس کا کام پانی سے مے بنانا ۔

آیت نمبر ۷ ۔ مسیح نے ان سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو۔ پس انہوں نے کو لبالب بھردیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہاں گمان نہیں ہوسکتا کہ پہلے ہی س ان میں مے بھری ہوئی تھی۔ خادموں نے اس کے (مسیح) حکم کو مانا۔ بھر دیا۔ ان میں اور کوئی چیز اب نہیں ڈالی جاسکتی تھی۔

آیت نمبر ۸ ۔ پھر اس نے (مسیح) ان سے کہا ۔ اب نکال کر میر مجلس کے پاس لے جاؤ پس وہ لے گئے۔ شاید معجزہ اسی وقت واقع ہوا وہ جو انگور پیدا کرتا وہ جس نے مادہ کو نیستی سے خلق کیا باآسانی ایک قسم کے مادہ کو دوسری قسم کے مادہ میں

تبدیل کرسکتا تھا۔ یہیں میر مجلس بھی مہمان تھا اور غالباً اس وقت ضیافت کا مہتمم تھا۔ مسیح سوشل دستوروں کی تحقیر نہیں کرتے بلکہ ہر شحص کو اس کا حق دینے کو تیار ہیں۔ چنانچہ وہ اس مے کو پہلے میر مجلس کے پاس بھیجتا ہے ۔ اس قسم کے مہتمم یونانیوں اور رومیوں میں بھی پائے جاتے تھے۔ وہ لے گئے اطاعت۔

آیت نمبر۹۔ جب میر مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا۔

وہ تو اب پانی نہ تھا بلکہ مے تھی۔ مگر رسول اس واسطے اسے پانی کہتا ہے کہ مے بننے سے پہلے وہ پانی تھا اور نیز اس لئے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ان میں شروع ہی سے مے بھری ہوئی تھی۔

ابھی تک اس کو اس کو بات کا علم نہ تھا کہ مے پانی سے بنی ہے وہ جیسا اس کے بیان مابعد سے ظاہر ہوتا ہے یہی خیال کرتا تھا کہ میزبان نے اس رکھ چھوڑا ہے لیکن خادم جنہوں نے پانی کوئیں سے نکال کر مٹکوں میں بھرا تھا۔ اس راز سے واقف تھے پس میر مجلس نے دولہا کو بلا کر کہا۔

آیت نمبر۱۰ ۔ ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب کہ سب خوب پی چکیں مگر تو نے

اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔جب سب پی چکے ۔ ان لفظوں سے مسیح پر اہل اسلام یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسیح نے پروردگار کی مرضی کے خلاف کیا۔ کیونکہ اول تو نشہ بازوں کی مجلس میں آئے اورپھر ان کو مے بنا کر دی۔ جو ان کے متوالا پن کو دوبالا کرنے والی تھی۔

یہ اعتراض اس وقت پیش آتا ہے جب انسان اصل پس منظر سے واقف نہ ہو یہودیوں کے ہاں دستور تھا کہ جب ان کے بیاہ شادی وغیرہ ہوتی تھی تو وہ باراتیوں کا اورمہمانوں کا استقبال مے سے کیا کرتے تھے جیسے کہ ہمارے ملک میں اورخاص طورپر پنجاب میں جب کوئی بیاہ شادی ہوتی ہے تو مہمانوں کے تواضع کے لئے لسی یا چھاج یا شربت پیش کیا جاتا ہے بالکل اسی طرح یہودیوں کے ہاں بھی دستور تھاکہ وہ مے پیش کیا کرتے تھے وہ مے انگورکا رس تھی اورا س کے سوا کچھ بھی نہیں۔اب ہمارے مسلمان بھائی پر یہ عیاں ہوگیا ہوگا کہ نعوذ باالله جناب مسیح کسی ایسی ضیافت میں نہیں گئے تھے جہاں شراب پی جارہی تھی۔بلکہ وہاں پر مے یعنی انگورکا رس پیا جارہا تھا۔ اورجیسا کہ ہم اوپر بیان کرچکیں کہ وہ مے بالکل ایسی ہی تھی جیسے لسی ،چھاج یا شربت وغیرہ۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔حضرت موسیٰ اورمسیح ۔ حضرت موسیٰ کا پہلا معجزہ یہ تھا کہ انہوں نے پانی سے خون بنایا اورحضرت موسیٰ شریعت کو لائے۔ مسیح نے پانی کی مے بنائی۔ فضل مسیح سے ہے مسیح زندگی کے مالک ہیں وہ خوشی اورراحت کواپنے ساتھ لائے۔

۲۔یہ معجزہ جناب مسیح کے کام کی پیش گوئی ہے ۔ وہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ گناہگاروں کو مقدس ، بنی آدم کو فرشتے ۔ زمین کوآسمان اور صحرا کو فردوس بنانے والے ہیں۔

۳۔اس شادی سے دنیا کی خوشی کی بطالت اوربے ثباتی ظاہر ہوتی ہے۔ دنیا کی خوشی کے موقعوں میں محتاجی چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے مزون کے ختم ہوجانے کا غم اس کی خوشیوں میں نہاں ہے۔کیونکہ ایک وقت آتا ہے جب مے ختم ہوچکتی ہے۔

۴۔جب تمام قسم کی خارجی مدد ہماری ضروریات کو رفع کرنے میں قاصر نکلتی ہے تو وہ وقت جناب مسیح کا ہوتا ہے اس وقت وہ ہماری مدد کوآتے ہیں۔

۵۔مناسب ہے کہ ہماری ضیافتیں جناب مسیح کی حضوری سے پاک کی جائیں جس جلسہ میں ہم مسیح کو مدعو نہیں کرسکتے وہ جلسہ قابل اعتراض ہے۔

۶۔جناب مسیح نے اپنی حضوری سے شادی کے رشتہ کی عزت کرتے ہیں۔ جس جماعت اورسوسائٹی میں اس مبارک رشتہ کی عزت نہیں کی جاتی وہ سوسائٹی جلد تباہ ہوجاتی ہے۔ وہ اس رشتہ کے وسیلہ اپنی عجیب محبت کو جو وہ مومنین سے رکھتے ہیں ظاہر کرتے ہیں۔

۷۔ہر ضرورت اور مشکل کے وقت لازم ہے کہ ہم مسیح کے پاس آئیں جس طرح حضرت مریم آئیں۔حضرت مریم کا ایمان غور کے لائق ہے ۔ حالانکہ ان کی درخواست بظاہر قبول نہ ہوئی۔ تاہم وہ مایوس نہیں ہوئی۔ بلکہ اس نے یقین کیاکہ مسیح اپنے وقت پر میری دعا کا جواب دے گا۔ جس حلم اورفروتنی سے اس نے اس بات کو سہا وہ بھی قابل غور ہے۔

۸۔ مسیح ہماری ہر طرح کی ضرورتوں کو رفع کرنے والے ہیں۔ وہ نہ صرف دکھ میں ہم کو تسلی دیتے ہیں بلکہ ہماری خوشیوں کی کمیوں کو بھی پورا کرتے ہیں ۔ زندگی کی کوئی ضرورت ایسی نہیں خواہ وہ شادی سے علاقہ رکھتی ہو خواہ غمی سے جسے وہ پورا نہیں کرسکتے۔

۹۔ان کی خود انکاری غور طلب ہے ۔وہ اپنے لئے کچھ نہیں کرتے چالیس دن بھوکے رہے ابلیس نے انہیں آزمایا اور کہا کہ آپ پتھر کو روٹی میں تبدیل کیوں نہیں کرلیتے ۔ لیکن ہمارے پانی کو ہر روز مے بناتے رہتے ہیں ۔

۱۰۔ وہ فطرت کی طاقتوں پر غالب اورحاکم ہے۔ پانی کو مے بنانا اسی (مسیح) کا کام ہے۔

۱۱۔ لیکن ان کی برکات حاصل کرنے کے لئے فرمانبرداری کی ضرورت ہے۔وہ حکم دیتے ہیں اوراپنے حکم کا مطلب جانتے ہیں ۔ نوکر کا صرف یہ ہی کام ہے کہ مالک کے حکم کی تعمیل کرے۔

قاناء میں بادشاہ کے ملازم کے بیٹے کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت یوحنا باب ۴آیت ۴۳سے ۵۴تک)

اس معجزے کا بیان تو ۴۶ آیت سے شروع ہوتا ہے۔لیکن ۴۳۔ ۴۶آیات کے پڑھنے سے ایک مشکل نظر آتی ہے ۔ جس کا حل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ان آیات میں لکھا کہ "مسیح گلیل کو گئے۔ کیونکہ آپ نے گواہی دی کہ نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا "(آیات ۴۳۔۴۶) اور پھر لکھا ہے " کہ گلیلیوں نے اسے قبول کیا"۔ اب مشکل یہ ہے کہ گلیل ہی آپ کا وطن تھااوراگرآپ وہاں قبول کئے گئے تو پھر آپ کا یہ قول کہ "نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا " کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟بعض نے اس مشکل کواس طرح حل کیا ہے کہ چونکہ وہ یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوئے۔ اس لئے یہودیہ آپ کا وطن تھااورجب آپ وہاں قبول نہ کئے گئے تو گلیل کو گئے ۔ بلکہ برعکس اس کے ہم جانتے ہیں کہ کئی لوگوں نے یہودیہ میں بپتسمہ پایا اورآپ کی پیروی اختیار کی ۔ بلکہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس درجہ تک قبول کیا کہ فریسیوں کو بھی خبر ہوگئی۔ اوراسی سبب سےآپ کو گلیل جانا پڑا۔ اس طرح کی کئی اورتشریحیں بھی کی گئی ہیں۔لیکن وہ تسلی بخش

نہیں ہیں سب سے بہتر خیال یہ ہی ہے کہ جب مسیح نے یہ فرمایا کہ "نبی اپنے وطن میں عزت نہیں پاتا ۔تو آپ کا اشارہ ناصرت کی طرف تھا۔ پس مطلب یہ ہے کہ مسیح سامریہ سے اپنے وطن ناصرت کو نہ گئے بلکہ گلیل کو روانہ ہوئے۔لفظ وطن انجیل کے کئی اور مقاموں میں بھی ناصرت کی طرف اشارہ کرتا ہے اوراس علاقہ کی طرف نہیں کرتا۔ جس میں ناصرت واقع تھا اور گلیل کہلاتا تھا۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی باب ۱۳آیت ۵۴،۵۵۔انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس باب ۶ آیت ۱،۴اورانجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا باب ۴ آیت ۲۳،۲۴)۔

دوسرا سوال یہ برپا ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی معجزہ ہے جو انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی باب ۸ آیت ۵اوربہ مطابق حضرت لوقا باب ۷آیت ۲میں پایا جاتا ہےایک ہی شخص کا بیان قراردیا ہے ۔لیکن دونوں بیانوں میں کئی ایسے فرق پائے جاتے ہیں جن کے سبب سے ہم ان دونوں بیانوں کو ایک ہی شخص کا تذکرہ نہیں مان سکتے ۔مثلاً جس صوبہ دارکا بیان حضرت متی اور حضرت لوقا میں پایا جاتا ہے وہ غیرقوم تھا اوریہ بادشاہ کا ملازم یہودی تھاوہ اپنے نوکر کے لئے آیا ۔یہ اپنے بیٹے کے لئے اس کی درخواست اس وقت پیش کی گئی

جبکہ مسیح کفرناحم میں داخل ہورہے تھے۔ مگر اس نے اپنے بیٹے کی شفا کی التجا قاناء میں کی۔ اس نے اپنی درخواست اوروں کے ہاتھ بھیجی اس نے خود آکر کی اس بیان میں بیماری فالج تھی۔ اس بیان میں بیماری بخار کی تھی۔ ماسواء ان ظاہری تضادتوں کے ایک اور گہرا فرق بھی پایا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ صوبدار ایک مضبوط ایمان کا نمونہ ہے۔ اوریہ ملازم کمزور ایمان کا وہ صوبہ داریہ مانتا تھا کہ مسیح اگر کہہ دے تو میرا خادم اچھا ہوجائے گا لیکن یہ ملازم بڑی سرگرمی سے یہ منت کرتا ہے کہ مسیح اس کے ساتھ اس کے گھر جائے۔ اس کے ایمان کی تعریف ہوتی ہے اس کو ایک ہلکی قسم کی ملامت کی جاتی ہے۔

لائٹ فٹ صاحب کا جن کی اسے ایسے معاملات پر سند سمجھی جاتی ہے اور کئی اور مفسرین کا یہ گمان ہے کہ ملازم قوزا تھا۔(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت لوقا باب ۸ آیت ۳) جس کی بیوی ان عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے اپنے مال سے جناب مسیح کی خدمت کی۔ یہ خیال ناممکن معلوم نہیں ہے کیونکہ ہیرودیس کے دیوان کے کل خاندان کا مسیح کے پیروؤں میں داخل ہونا کسی ایسے ہی عجیب واقعہ پر مبنی ہوسکتا ہے۔

آیت ۴۶۔ جنابِ مسیح پھر قاناء گلیل میں آئے۔

مسیح کے قانائے گلیل میں دوبارہ آنے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ آپ کا شاگرد نتھانی ایل وہاں کا رہنے کا والا تھااور نیز ہم پہلے معجزے میں دیکھ آئے ہیں کہ شاید اس جگہ حضرت مریم صدیقہ کے رشتہ دار بھی رہتے تھے۔

بادشاہ کا ایک ملازم تھا جس کا بیٹا کفرناحم میں بیمار تھا۔ ہم اس کا ذکر اوپر کرآئے ہیں کہ وہ ہیردویس کا دیوان تھا۔ لائیٹ فٹ صاحب کا خیال ہے کہ اگریہ شخص قوزا نہ تھا تو منائین ہوگا۔یادرہے کہ دونوں خیال صرف گمان ہیں ۔ ممکن ہے کہ پہلا گمان صحیح ہو مسیح کے شاگردفقط غریب ہی نہ تھے بلکہ امیروں اور رئیسوں میں سے بھی تھے۔

رایل صاحب فرماتے ہیں کہ جو معجزات کفرناحم میں دکھائے گئے وہ توجہ طلب ہیں نیزان لوگوں کے منصب اور مرتبہ پر غورکرنی چاہیے جن کے لئے وہ معجزات کئے گئے اسی جگہ مسیح نے صوبہ دار کے خادم کو شفا دی۔(انجیل شریف بہ مطابق راوی حضرت متی باب ۸ آیت ۵)اوراسی جگہ آپ نے عبادتخانہ کے سرداریایئرس کی

بیٹی کو زندہ کیا۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس باب ۸آیت ۲۱) اور یہیں آپ نے اس ملازم کے بیٹے کو شفا بخشی ۔ تین مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان ایک ایک معجزہ دکھایا ۔یہ صوبہ دار ایک غیر قوم شخص تھا اور جایرس اعلیٰ درجہ کا کلیسائی عہد رکھنے والا تھااور یہ ملازم اعلیٰ درجہ کے سرکاری منصب پر ممتاز تھا ۔ مسیح کے یہ الفاظ "اے کفر ناحم تو جو آسمان تک بلند ہے " (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی باب ۱۱آیت ۲۳) بیجا نہ تھے۔ بیشک کسی اورجگہ کو اتنی بزرگی اوربرکت حاصل نہیں ہوئی ۔

آیت ۴۷ ۔وہ سن کر کہ مسیح یہودیہ سے گلیل میں آگئے ہیں آپ کے پاس گیا اورآپ سے درخواست کرنے لگاکہ چل کر میرے بیٹے کو شفا بخشیں وغیرہ۔

اس آیت سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ مسیح کی شہرت تمام گلیل میں ہوگئی تھی۔ کچھ اس معجزے کے سبب سے جو آپ نے قاناء گلیل میں دکھایا تھااورکچھ ان عجیب کاموں کے سبب سے جو یروشلم میں کئے گئے تھے۔ جن کو ان گلیلیوں نے جو عید کے تقریب پر وہاں گئے ہوئے تھے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ دوسری بات یہ

ہے کہ سب جان گئے تھے کہ مسیح نہ صرف شفا بخشنے کی قدرت رکھتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ بیماروں کو شفا بخشے۔

واضح رہے کہ یہ شخص مسیح کے پاس صرف ایک جسمانی ضرورت کے سبب سے آیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس ضرورت کو بھی مسیح ہی رفع کرسکتے تھے۔ تاہم یہ جاننا ضروری ہے روحانی ضروریات کی شناخت اس کو آپ کے پاس نہیں لائی تھی۔کیونکہ پروردگار فرماتے ہیں کہ "جب تک تم نشان اورعجیب کام نہ دیکھو گے ہرگز ایمان نہ لاؤ گے۔"

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ملازم اپنے ہم وطنوں کا ہم خیال تھا۔ ان کی طرح نشان کا منتظر تھا۔ وہ ان سامریوں کی مانند نہ تھا۔ جنہوں نے کوئی نشان طلب نہ کیا۔بلکہ صرف مسیح کا کلام سن کر آپ کو قبول کیا۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا باب ۴ آیت ۱۴) اس ملازم اوراس کے ہم وطنوں نے مسیح کے جلال کوآپ کی شخصیت اورتعلیم میں جلوہ گر تھا نہ پہچانا اور یہی سبب تھا کہ وہ مسیح کو ساتھ چلنے پر زور دیتا تھا اورنہیں جانتا تھا کہ اگر وہ یہیں سے کہہ دیں تو آپ کا کلام شفا بخشنے کے لئے کافی ہے۔

آیت ۴۸۔مسیح نے اس سے کہا جب تک تم عجیب کام نہ دیکھو گے ہرگز ایمان نہ لاؤ گے۔

ان لفظوں میں جیسا اوپر بیان ہوچکا یہودیوں کی عام آرزو اور تمنا کااشارہ پایا جاتا ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم اس کی مسیحائی کے ثبوت میں معجزے اورنشان دیکھیں ۔ مسیح یہ فرماتے ہیں کہ کیا تم بغیر ان معجزوں اور نشانوں کے ایمان نہیں لاسکتے ؟یاد رہے کہ مسیح یہاں معجزوں کی تحقیر نہیں کرتے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ ان اصل مطلب سمجھا جائے۔ ان کا مدعا یہ نہیں کہ وہ زبردستی ایمان پیدا کریں بلکہ یہ کہ ان لوگوں کے ایمان کو مضبوط کریں جو خدا کے رسول کی تعلیم اوراسکی صداقت سے موثر ہوچکے ہیں۔نیزیہ بات غور طلب ہے کہ گو مسیح کے کلام میں ایک قسم کی دھمکی اور ملامت پائی جاتی ہے ۔تاہم ملازم کی درخواست کے منظور کرنے کا انکار ثابت نہیں ہوتا ۔بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس قدران الفاظ سے ملامت ٹپکتی ہے اسی قدریہ امید مترشح ہے کہ معجزہ دکھایا جائے گا کیونکہ وہ جانتا تھے اس کے معجزے کو دیکھ کریہ شخص زندگی کے مالک پربھروسہ کرے گا۔

آیت ۴۹۔ بادشاہ کے ملازم نے مسیح سے کہا اے مالک میرے بچے کے مرنے سے پہلے چلئے۔

ان لفظوں میں اس ملازم کی سرگرمی آشکارا ہے۔ پروہ بھی مسیح کا مطلب نہیں سمجھا کہ وہ بغیر جان کے اسکے بیٹے کو شفا بخش سکتے ہیں۔ وہ دو قسم کی غلطی میں گرفتار ہے۔ ایک یہ کہ مسیح موت کے بعد زندہ نہیں کرسکتے ۔دوئم یہ مسیح یہ نہیں جانتے کہ میرا بیٹا کیسی نازک حالت میں گرفتار ہے۔اگر جانتے تو اتنی تاخیر نہ کرتے۔لہذا وہ زیادہ سرگرمی سے التجا کرتا ہے "اے مالک میرے بچے کے مرنے سے پہلے چلئے "

آیت ۵۰۔مسیح نے اس سے فرمایا جا تیرا بیٹا جیتا ہے۔اُس شخص نے اس بات کا یقین کیا وغیرہ۔

یہاں تین باتیں غورطلب ہیں۔

۱۔مسیح کی مہربانی۔ وہ اس ملازم کے ایمان کی کمزوری کا چنداں خیال نہیں کرتے بلکہ اس کے بیٹے کو شفا بخشتے ہیں۔

۲ ۔ مسیح کی لا محدود قدرت غورطلب ہے۔آپ اپنے کلمے سے بیمار کو شفا بخشتے ہیں۔

۳۔ اس ملازم کا بھروسہ غور طلب ہے اب وہ کسی طرح کی چون چراں نہیں کرتا بلکہ اس بات کا قائل ہوجاتا ہے کہ مسیح کا کلام قدرت سے ملبس ہے۔

مسیح کس طرح ہمارے ایمان کو بڑھاتے ہیں وہ عجیب طرح سے ہر شخص سے پیش آتے ہیں اس کے ایمان کو تقویت دینے کے طریقے جدا جدا ہیں۔ نقودیمس ،سامریہ کی عورت یہ ملازم اس بات کی نظیر یں ہیں۔

مفسر اس بات کی طرف ہم کو متوجہ کرتے ہیں کہ مسیح نے اس معاملہ میں وہ طریقہ اختیار نہ کیا جو صوبہ دار کے خادم کو شفا بخشتے وقت اختیار کیا دیکھئے یہ ملازم درخواست کرتا ہے کہ میرے ساتھ چلئے اور وہ نہیں جاتے۔ صوبہ دار کہتا ہے کہ آپ کو میرے گھر جانے کی ضرورت نہیں تاہم آپ ادھر روانہ ہوتے ہیں ۔مسیح اس ملازم کے گھر اس لئے نہیں جاتے کہ ا س کا ایمان مضبوط ہو اور صوبہ دار کے گھر اس لئے جاتے ہیں کہ اپنی حضوری سے اسکے ایمان کو مزین اور اسکی فروتنی کو ممتاز کریں۔پھر یہ بات بھی ظاہر ہے کہ مسیح طرفداری کے لوث سے مبرا ہیں ۔جہاں چاہتے ہیں وہاں اپنی

حکمت کے مطابق جاتے ہیں جہاں جانا نہیں چاہتے وہاں اپنی حکمت کے مطابق نہیں جاتے۔

آیت ۵۱۔ وہ (مسیح) رستہ ہی میں تھے۔

یونانی کا اصل ترجمہ نئے ترجمہ کے حاشیہ میں دیا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ "اتر ہی رہے تھے" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاناء پہاڑی خطہ تھا اور کفرناحم میدان میں واقع تھا۔ اس کے نوکر اس سے ملے اور کہنے لگے کہ تیرا لڑکا جیتا ہے یعنی وہ جو قریب المرگ تھا اب بیماری کے چنگل سے رہا ہے وہ جیتا ہے۔

آیت ۵۲۔ اس نے ان سے پوچھا کہ اسے کس وقت سے آرام ہونے لگا تھا۔

مسیح کی بات کا خیال اس کے دل پر جما ہوا تھا اور اگر وہ مسیح کے کلام کی قدرت کو محسوس بھی کر رہا تھا تاہم اس کا ایمان ابھی اسی درجہ تک پہنچا تھا کہ مسیح کے کلام سے صرف اتنی توقع رکھتا تھا کہ لڑکے کو شفا بتدریج حاصل ہوگی۔ لہذا وہ یہ کلمات استعمال کرتا ہے ہے کہ "کس وقت سے آرام ہونے لگا" لیکن اس کے نوکر اسے بتاتے ہیں کہ کل ساتویں گھنٹے کے قریب بخار نے اسے بالکل چھوڑدیا۔

آیت ۵۲۔ ساتویں گھنٹے کے قریب ۔

شمار وقت کے متعلق دو رائیں ہیں۔ ایک کہ حضرت یوحنا ہمارے دستور کے مطابق وقت کا حساب کرتے ہیں اور کہ ساتویں گھنٹے سے شام کا ساتواں گھنٹہ مراد ہے۔ دوسری یہ کہ یہودی طریق کے مطابق حساب لگاتا ہے جس کے مطابق وقت ایک بجے کے قریب تھا۔اس کی تپ اتر گئی نہ صرف گھٹنے لگی بلکہ فوراً اور بالکل اتر گئی۔

آیت ۵۳۔ پس باپ جان گیا کہ وہی وقت تھا ۔۔۔۔اور وہ خود ایمان لایا اور اس کا سارا گھرانہ ایمان لا یا۔

یہ مسیح کی رحمتوں کی کثرت کا نتیجہ تھا اب ا س نے وہ برکت جو سب برکتوں کی سرتاج ہے پائی ۔ اس نے اب نجات کا پیالہ بھی اس کے ہاتھ سے لیااورنہ صرف اسی نے لیا بلکہ اس کے ساتھ اس کے گھرانے نے بھی لیا۔بلکہ اس ساتھ اس کے گھرانے نے نے بھی لیا۔ رایل صاحب بڑی خوبی سے بیان کرتےہیں کہ ہمارے بچے بھی نجات میں شامل ہیں ۔ ہم ان کو مسیح کی نعمتوں سے خارج نہیں کرسکتے ملازم کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے درجے ہیں (۱)آغاز،(۲) ترقی ،(۳) کمال ۔ آغاز اس وقت ہوا جبکہ شخص مسیح کے پاس آیا۔ترقی اس وقت جبکہ مسیح نے کہا جا تیرا بیٹا

جیتا ہے ۔کمال اس وقت جبکہ اس کا بیٹا شفا کی حالت میں اسے ملا ۔ اب اس کا ایمان اس درجہ کو پہنچ گیا کہ وہ اپنا سب کچھ اپنے نجات دہندہ کی خاطر دینے کو تیار تھا۔

آیت ۵۴۔ یہ دوسرا معجزہ ہے جو مسیح نے یہودیہ سے گلیل میں آکر دکھایا۔

توبھی بہت لوگ یہودیوں میں سے ایمان نہ لائے۔ سامریہ میں بغیر معجزے کے بہت سے لوگ مسیح کے پاس آئے۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔مسیح کے فضل کی قدرت ہر مرتبہ اور ہر حالت کے لوگوں میں سے ایمانداروں کو کھینچ لاتی ہے اس انجیل کے شروع میں یعنی پہلے باب میں مچھوے ایما ن لاتے ہیں ۔ تیسرے بات میں ایک فریسی جو اپنے تئیں متقی پرہیزگار سمجھتا تھا۔ چوتھے باب کے شروع میں ایک گری ہوئی عورت اورا سکے آخر میں ایک رئیس ایمان لاتا ہے جو شاہی دربار میں اعلیٰ عہدہ پر مامور تھا۔

۲۔دکھ سب پر آتا ہے امیر بھی اس سے مستثنیٰ نہیں۔ امیر لوگ اس سے بڑھ کر اور کسی غلطی میں گرفتار نہیں ہوسکتے کہ وہ یہ سمجھیں کہ ہم پر دکھ کبھی نہیں آئے گا۔

۳۔ محبت جتنی اعلیٰ طبقہ سے نیچے اترتی ہے اتنی ادنیٰ طبقہ سے اوپر نہیں جاتی ہم کہیں انجیل میں یہ نہیں دیکھتے کہ بیٹے یا بیٹیاں اپنے باپ کی شفا کے لئے مسیح کے پاس آئے ہوں۔ ہمیشہ ماں باپ اپنے بچوں کے دکھ کو محسوس کرکے مسیح کے پاس آتے اوران کے لئے دعا کرتے ہیں جتنی محبت خدا ہم سے کرتا ہے ہم میں اس عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔

۴۔لکھا ہے کہ یہ دوسرا معجزہ تھا جو مسیح نے دکھایا۔ اس بات کے رقم کرنے کی کیا ضرورت تھی یہ کہ ہم کو معلوم ہوجائے کہ خدا ان تمام فضل کے وسیلوں اورموقعوں کا حساب رکھتا ہے جو وہ ہمیں عطا کرتا ہے۔یہودیوں نے دوسرا معجزہ دیکھا اورپھر بھی ان میں سے صرف ایک گھرانہ ایمان لا یا۔ خدا نہ صرف اس بات کا حساب رکھتا ہے کہ سرمن سے کتنے لوگ ایمان لائے بلکہ اس بات کا بھی کتنے سرمن لوگوں نے ضائع کردیئے۔

۵۔ ایمان کے بغیر برکت نہیں ملتی۔

٦۔ ہم انسان کے ساتھ یہ طریقہ کام میں لاتے ہیں کہ پہلے اسے آزماتے اورپھراس پریقین لاتے ہیں لیکن خدا کے ساتھ یہ ترتیب

بدل جاتی ہے وہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم پہلے اس پر بھروسہ کریں۔ اور پھر اسے آزمائیں۔

۷۔سچا ایمان زیادہ مضبوط ہوتا جاتا ہےاور صرف مسیح اسے مضبوط کرنا جانتے ہیں۔ نپولین اور ایک سپاہی کا قصہ۔ ایک دفعہ نپولین کے ہاتھ سے لگام گر گئی اور گھوڑا بھاگنے لگا۔ ایک سپاہی دیکھتے ہی دوڑا اور زرین کو جو اپنی جگہ سے ہل گئی تھی درست کر دیا۔ نپولین نے کہا کپتان میں آپ کا نہایت مشکور ہوں۔ وہ کپتان نہ تھا مگر اس نے بادشاہ کی بات قبول کی اور کہا حضور کس رجمنٹ کا بادشاہ خوش ہوا اور کہا میرے محافظوں کے دستہ کا۔ اس نے اسی وقت جا کر وہ جگہ اختیار کی۔لوگوں نے بہت مخالفت ک پر جب اس نے انگلی سے اشارہ کر کے بتایا کہ مجھے بادشاہ نہ مقرر کیا ہے تو سب چپ ہو گئے۔

۸۔ ہمیں اپنے بچوں کی بہبودی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اس بات کے لئے فکر مند ہونا چاہیے کہ وہ مسیح کی شکل میں تبدیل ہوں ہم ان کے لئے سفارش کریں اور خاموش نہ ہوں جب تک مسیح یہ نہ کہے جا تیرا بیٹا جیتا ہے۔

مچھلیوں کے پکڑنے کا پہلا معجزہ

(انجیل شریف راوی حضرت لوقا باب ۵ آیت ۱ تا ۱۱ تک)

یہ معجزہ رسولوں کے کام کی گویا ایک پیشن گوئی ہے جو الفاظ کی بجائے مثال کے وسیلے یا فعلوں کی زبانوں میں بیان کی گئی ہے۔ قبل اس کے اس معجزہ کی تشریح شروع کی جائے ایک دقت کا رفع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اوروہ یہ ہے کہ آیا یہ بیان وہی بیان ہے جو انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی باب ۴ آیت ۱۸ اورمرقس باب ۱ آیت ۱۶ تا ۲۰میں درج ہے یا اس سے مختلف ہے۔ مقابلہ کرنے سے بعض باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں۔ جن کے سبب سے کئی مفسروں نے ان کو دو مختلف بیان کہا ہے ۔ مثلاً بزرگ اگسٹن کا خیال ہے کہ یہ معجزہ حضرت متی اورحضرت مرقس کے بیان سے پہلے واقع ہوا۔ اورجناب مسیح نے اس کے وسیلہ شاگردوں کو صرف اتنی بات بتائی کہ تم آدمیوں کے مچھیرے بنوگے۔ مگراس موقع پرآپ نے فقط ان کے آئندہ کام اوراعلیٰ پیشہ کی نبوت کی۔لیکن ابھی ان کو یہ حکم نہیں دیا کہ اپنا سب کچھ چھوڑچھاڑکر میرے پیچھے ہولو۔ پس وہ اس معجزہ کے بعد بھی اپنے پیشہ ماہی گیری میں مصروف رہے۔ اوراسے قطعی اورآخری طورنہ چھوڑا، جب تک کہ آپ نے ان کوسب کچھ

چھوڑنے اوراپنے پیچھے آنے کا حکم نہ دیا۔ جو حضرت متی باب ۴ آیت ۱۸ اورحضرت مرقس باب ۱ آیت ۱۶ تا ۲۰ تک میں قلمبند ہے۔

لیکن واضح ہو کہ یہی دقتیں ایسی نہیں جو رفع نہ ہوسکیں۔ اوریا سوا اس کے اگر ہم ان دونوں بیانوں کو مختلف سمجھیں اور کہیں کہ حضرت لوقا اوروقت کے اورحضرت متی اورمرقس ایک اوروقت کا ذکر کرتے ہیں توکئی اورمشکلات برپا ہوجائیں گی۔ مثلاً اس سوال کا جواب دینا مشکل ہوجائے گا کہ ایسے بخیدہ اورعظیم موقع سے بڑھ کر اورکونسا موقعہ ان کو آخری طورپر بلانے کے لئے موزون تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ بات ناممکن نہیں کہ وہ ان کو جالوں کے پاس بیٹھے دیکھ کر اوریہ جان کر کہ وہ مچھیرے ہیں اس استعارے کو استعمال کرسکتے تھے۔ "میں تم کو آدمیوں کے مچھوے بناؤں گا ۔"لیکن مسیحی عالم ِدین ٹرنچ صاحب فرماتے ہیں کہ اس معجزے کے بعد ان کلمات کا سننا اورسب کچھ چھوڑکر ہمیشہ کے لئے جناب مسیح کی پیروی کرنا ایک گونہ لطف رکھتا تھا۔ کیونکہ آپ نے ان کو حکم دیا تھا کہ اپنا جال دریا میں ڈالو۔ اورانہوں نے آپ کی فرمانبرداری کرکے آپ کی معجزانہ قدرت کا کرشمہ دیکھا۔ اوربہت سی مچھلیاں پکڑی تھیں۔ لہذا آپ کا یہ فرمان کہ "میں تمہیں آدمیوں کے مچھیرے بناؤں گا ۔"

اس موقع پر نہایت پُر مطلب تھا۔ کیونکہ یہ معجزہ ظاہر کرتا تھا کہ جس طرح انہوں نے آپ کے حکم کی اطاعت سے مچھلیوں کو کثرت سے پکڑا ۔ اسی طرح اگر آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے تو آدمیوں کے مچھیرے بھی بنیں گے۔گویا یہ معجزہ ان کو یہ کہہ رہا تھاکہ تم اپنا پرانا پیشہ چھوڑو۔ اورآدمیوں کے مچھیرے بننے کا نیا اوراعلیٰ پیشہ اختیارکرو۔ پش تینوں مقام ایک ہی واقعہ کے ساتھ علاقہ رکھتے ہیں۔ بعض دقتیں جو تطبیق طلب ہیں یہ ہیں۔

۱حضرت لوقا اس شخص کی شفا کا بیان جس پر بدروح چڑھی ہوئی تھی اورجسے مسیح نے کفرناحوم میں شفا بخشی۔ اس معجزے سے پہلے کرتے ہیں حالاکہ حضرت مرقس اس کا ذکر شاگردوں کے بلانے کے بعد کرتے ہیں۔

۲حضرت متی اورمرقس بیان کرتے ہیں کہ مسیح اس وقت جھیل کے کنارے پر پھر رہے تھے۔ جب آپ نے ان کو پیچھے بلایا۔

۳حضرت لوقا حضرت اندریاس کا ذکرنہیں کرتے ۔

۴حضرت متی اور مرقس اس معجزے کا ذکر نہیں کرتے ۔ ان مشکلات کو اس طرح حل کرسکتے ہیں۔

۱حضرت مرقس نے غالباً بدروح والے شخص کا بیان حضرت پطرس کی ہدائت کے مطابق ترتیب وقت کے بموجب قلمبند کیا۔ لیکن حضرت لوقا اس معجزہ کو مچھلیوں کے معجزے سے پہلے شائد اس لئے رقم کرتے ہیں کہ جو کچھ ناصرت (جناب مسیح کا آبائی گاؤں) میں ہوا اسے ان واقعات کے بالمقابل ترتیب دیں جو کفر ناحوم میں سرزد ہوئے تاکہ بے ایمانی اور ایمان کو پہلو بہ پہلو رکھ کر ان کا فرق ظاہر کریں۔

۲یہ نہیں لکھا کہ جناب مسیح نے ان کو کنارے پر سے بلایا۔ صرف یہ لکھا ہے کہ وہ کنارے پر سے جارہے تھے ۔ پس حضرت لوقا کے بیان کو حضرت متی اور مرقس کے بیان کے ساتھ ربط دینے میں کچھ بھی مشکل نظر نہیں آتی۔ اگر حضرت لوقا یہ نہ بھی بتاتے کہ مسیح تعلیم دینے کے لئے کشتی پر بیٹھے تو ہم کو یہ نتیجہ خود حضرت متی اور مرقس سے نکالنا پڑتا ۔کیونکہ یہ بات قبول نہیں کی جاسکتی کہ جب حضرت پطرس بیٹھے اپنے جال مرمت کررہے تھے اس وقت جناب مسیح نے کنارے پر سے ان کو پکارا کہ میرے پیچھے ہولو۔ بلکہ زیادہ ترتسلیم کے لائق یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان کے ساتھ کشتی پر موجود تھے اور وہیں اس معجزے کے بعد ان سے فرمانے لگے کہ " میں

تم کو آدمیوں کے مچھیرے بناؤں گا "سو اب تم سب کچھ میرے واسطے چھوڑو۔ اور میرے پیچھے پیچھے چلو۔ اور پھر کبھی مجھ سے جدا نہ ہو۔

۳حضرت اندریاس کا ذکر نہ کرنے کا سبب یہ ہے ۔ کہ اس معجزے میں جس شخص کی طرف زیادہ توجہ دلا نی منظور تھی وہ حضرت پطرس تھے۔ ماسوا اس کے حضرت لوقا کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ کشتی میں اور لوگ بھی تھے ۔ دیکھئے آیات (۹،۵،۲) اور پھر وہ رسولوں کی فہرست میں حضرت اندریاس کا نام درج کرتے ہیں۔ (دیکھئے انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا باب ۶ آیت ۱۴) اب اگر وہ ان کے بلانے کا ذکر نہیں کرتے تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ دوسرے رسول یعنی حضرت متی اور حضرت مرقس ا س کی دعوت کا ذکر کرتے ہیں۔

۴پھر یہ بات بھی کہ حضرت متی اور حضرت مرقس اس معجزے کو تحریر نہیں کرتے کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ جناب مسیح نے بے شمار معجزے دکھائے۔ اور حواری مجبور نہ تھے کہ سب کو رقم کریں۔ علاوہ بریں ممکن ہے کہ حضرت مرقس جو اپنی انجیل حضرت پطرس کی زیر نگرانی تحریر کرتے ہیں شائد اس لئے اس معجزہ کو درج

نہیں کرتے کہ حضرت پطرس کی فروتنی اورحکم مانع ہے کہ ان کے شخصی احوال قلمبند کئے جائیں۔ چنانچہ وہ آپ کے پانی پر چلنے کو بھی رقم نہیں کرتے ۔ لیکن حضرت لوقا کو کوئی ایسا خیال روکنے والا نہیں ہے۔ بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ اس واقعہ کو جو خدا کا جلال اور حضرت پطرس کی بزرگی ظاہر کرتا ہے روکنے والا نہیں ہے۔ لہذا وہ اسے تحریر کرتے ہیں۔ اب ان باتوں سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں بیان ایک ہی واقعہ سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اور حضرت یوحنا کہ مطابق انجیل شریف میں جو بیان شاگردوں کی بلاہٹ کا پایا جاتا ہے وہ انکی پہلی ملاقات کا بیان ہے جس کے بعد وہ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہے۔ مگر حضرت لوقا اورحضرت متی اورحضرت مرقس کے بیانات سے وہ گہرا تعلق ظاہر ہوتا ہے جس کے سبب سے انہوں نے اپنا سب کچھ چھوڑچھاڑکر ہمیشہ آپ کے ساتھ رہنا اختیارکیا۔

آیت ۴ جب جناب ِمسیح کلام کرچکے ۔تو شمعون سے کہا گہرے میں لے چلو اورشکار کے لئے اپنا جال ڈالو۔

پہلی تین آئتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بھیڑ کے سبب سے جناب مسیح کشتی پر سوار ہوئے تاکہ کنارہ سے ذرا الگ ہوکر لوگوں کو تعلیم دینا شروع کریں۔ اورجب اس کا م سے فارغ ہوئے تو حضرت پطرس کو

حکم دیاکہ کشتی کو گہرے میں لے چل ، اورجب وہاں پہنچے تو حکم دیا کہ اپنے اپنے جال دریا میں ڈالو۔اس کا مطلب یہ تھا کہ ان مچھیروں کو مچھلی پکڑے کے وسیلے اپنی محبت اور فضل کے جال میں پھنسائے ۔ ٹرنچ صاحب خوف فرماتے ہیں کہ وہ جو کمزوروں سے نہ درآوروں کو شرمندہ کرنے والا ہے خوب جانتا تھا کہ میری خدمت کے لئے یہی مچھوے موزون ہیں تاکہ میری کلیسیا دنیا کی دانائی اور قدرت پر نہیں بلکہ خدا کی حکمت اورملاقات پر قائم سمجھی جائے ۔

آیت ۵ شمعون نے جواب میں کہا ۔ ہم نے رات بھر محنت کی اورکچھ نہ پکڑا ۔ مگرآپ کے کہنے سے جال ڈالتا ہوں۔

شمعون جواب دیتا ہے کہ ہم رات بھر جو مچھلی پکڑنے کا سب سے اچھا وقت ہے محنت کی ۔ لیکن کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مگر خیر آپ حکم کی تعمیل کے لئے پھر جال ڈالے دیتا ہوں۔اب ان الفاظ سے حضرت پطرس کا یہ مطلب نہیں کہ میں جوماہی گیری کے فن میں مشتاق ہوں خوب جانتا ہوں کہ اب جال ڈالنا عبث ہے مگر چونکہ آپ کہتے ہیں اس لئے میں پھر ڈال دیتا ہوں گو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ برعکس اس کے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب مسیح کے کلام پر بھروسہ رکھتا تھا کیونکہ یہ ان کی پہلی ملاقات نہ تھی بلکہ وہ

مدت سے ایک دوسرے کو خوب جانتے تھے ۔ لہذا وہ اس امیداورایمان سے جال ڈالتا ہے کہ جناب مسیح کے کلام سے ان کی محنت برومند ہوگی۔

آیت ۶ایسا کرکے وہ مچھلیوں کو بڑا غول گھیر لائے اوران کے جال پھٹنے لگے۔

اب یہ سوال یہ برپا ہوتا ہے کہ آیا معجزہ مسیح کی عالم الغیبی کا معجزہ تھا۔ یا آپ کی قدرت کا کاملہ کا معجزہ تھا۔ کیا یہ جان کر کہ فلاں جگہ مچھلیوں کا غول موجود ہے۔ اور اگروہاں ڈال جال ڈالا جائے تو مچھلیاں کثرت سے پکڑی جائیں گی۔ آپ نے جال ڈالنے کا حکم دیا؟یا آپ نے اپنی قدرت سے مچھلیوں کو وہاں پہنچا دیا ؟مفسرین پچھلی رائے کو ترجیح دیتے ہیں مگر دوسرا خیال بھی خارج نہیں کیا جاسکتا؟لیکن معترض یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ اس معجزہ میں کون سی بات ہے کیونکہ جال اگر سمندر میں ڈالا جائے تو مچھلیاں اس میں ضرور پھنسیں گی۔ اگر ایک جگہ نہ پھنسیں تو دوسری جگہ پھنسیں گی۔اس کا جواب یہ ہے کہ معجزہ اس بات میں ہے کہ یہ عجیب نتیجہ آناً فاناً میں مسیح کے کہنے کے مطابق سرزد ہوا۔ معجزہ دکھانے والے کے کلام اور اظہار واقعات میں

جو مطابقت پائی جاتی ہے وہی معجزہ ہے یعنی جیسا آپ نے کہا ویسا ہی ہوگا۔ معجزہ انسان کی قدرت سے بلند اوربالا ہوتا ہے۔ کوئی شخص مچھلیوں کا ایک غول ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے کلام کے زور سے نہیں پہنچا سکتا ۔ جناب مسیح کے اختیار میں تمام اشیاء ہیں۔بحری اور بری سب چیزیں اس کے حکم کے تابع ہیں (زبور شریف باب ۸ آیت ۸،٦)۔

آیت ۷اورانہوں نے اپنے شریکوں کو جودوسری کشتی پر تھے ۔ اشارہ کیا کہ آکر ہماری مدد کرو۔ پس انہوں نے آکر دونوں کشتیاں یہاں تک بھر دیں کہ ڈوبنے لگیں۔

جو دوسری کشتی پر تھے اشارہ کیا۔ بعض کا (بارن صاحب) کا خیال ہے کہ اشارہ اس واسطے کیا کہ ان کی کشتی بہت دور تھی اورآواز سے انہیں نہیں بلا سکتے تھے۔ لیکن بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت متی اورمرقس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ کشتیاں اس قدرنزدیک تھیں کہ بولنے کی ضرورت نہ تھی سو انہوں نے صرف اشارہ کرکے انہیں بلالیا۔ علاوہ بریں دوسری کشتی والوں کی آنکھ بھی اس طرف لگی ہوئی تھی ۔کیونکہ وہ اس عجیب کرامات کو جو پطرس کی کشتی پر ہورہی تھی دیکھ رہے تھے۔ اورچونکہ ان کی توجہ ادھر لگی ہوتی تھی ۔ اس لئے

صرف اشارہ کی ضرورت تھی۔دونوں کشتیاں یہاں تک بھر دیں کہ ڈوبنے لگیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ڈوب گئی تھیں ۔مطلب صرف یہ ہے کہ مچھلیوں کا بوجھ اتنا تھا کہ کشتیاں ڈوبنے کے خطرہ میں تھیں۔اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

آیت ۸ شمعون پطرس یہ دیکھ کر جناب مسیح کے پاؤں پر گرا اور کہا ۔ اے مالک میرے پاس سے چلے جائیے ۔اس لئے کہ میں گناہ گار ہوں۔

پطرس اب آپ کے دام محبت میں گرفتار ہوگیا ۔بزرگ کری ساسٹم کا یہ خیال نہائت غورطلب ہے کہ مسیح لوگوں کو اپنے پاس لانے کے فن میں خوب ماہر ہیں وہ عموماً لوگوں کو ان کے پیشہ کے وسیلہ سے اپنے قدموں میں کھینچ لاتے ہیں۔ مجوسیوں کو ستارہ کے ذریعہ اور مچھیروں کو مچھلیوں کے وسیلہ ۔کیا پطرس نے اس معجزہ میں کسی طرح کا دھوکا کھایا؟نہیں کیونکہ یہ معجزہ اس لئے ایسا معجزہ تھا کہ اس میں اس کے لئے دھوکا کھانے کی کوئی جگہ نہ تھی ۔اوریہی وجہ تھی کہ اس معجزہ کی تاثیر اس پر ایسی ہوئی کہ آگے کبھی ایسی نہیں ہوئی تھی۔

۱یہ معجزہ اس کے پیشہ سے علاقہ رکھتا تھا۔

۲اس کی کشتی پر واقعہ ہوا تھا۔
۳اسی کا جال استعمال کیا گیا تھا۔
۴اسی کے بے پھل محنت کے بعد واقع ہوا تھا۔
۵اور خود اس کی آنکھوں کے سامنے واقع ہوا تھا۔
لہذا اس نے اس معجزے کو جو ایسے گہرے طور پر اس کے شخصی حالات کے ساتھ وابستہ تھا بہت اچھی طرح محسوس کیا۔ پس وہ حیرت اور شکرگزاری سے معمور ہوکر آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ یہ فعل سجدہ کرنے اور دعا مانگنے کا معمولی طریقہ تھا۔ اب پطرس آپ کی قدرت اور حکمت کا قائل ہوگیا۔ اور اس کی حیرت اور شکر گزاری کے ساتھ یہ ادراک بھی مخطوط ہے کہ جس شخص کے سامنے سربسجود ہوں وہ ایسا بزرگ اور پاک اور عالی جاہ ہے کہ میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا لہذا وہ کہتا ہے۔
اے مالک میرے پاس سے چلے جائیے۔ اس لئے کہ میں گناہ گار ہوں۔ ایسے موقعوں پر بناوٹ کی باتوں کو جگہ نہیں ملتی بلکہ انسان اپنے دل کی تہ سے بولتا ہے۔ اور اس کے دل کی وہ باتیں جو چھپی ہوئی ہوتی ہیں۔ روشن ہوجاتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک یہ بات ہے کہ انسان اس بات کی طبعی شناخت رکھتا ہے کہ مجھ میں اور خدا میں ایک وسیع

فاصلہ حائل ہے ۔(توریت شریف کتاب خروج باب ۲۰آیت ۱۸،۱۹۔دانی ایل باب ۱۰آیت ۱۷اور صحیفہ حضرت یسعیاہ باب ۶ آیت ۵)اس اقرارمیں کسی خاص قسم کے گناہ کی طرف اشارہ نہیں ۔ صرف یہ ہے کہ اب پطرس اپنی ذاتی برائی اورنالائقی کو پہنچانے لگ گیا وہ اب جناب مسیح کی عظمت اورقدوسیت کو محسوس کرتا ہے اوربڑے علم اورفروتنی سے عرض کرتا ہے کہ میں اس لائق نہیں کہ آپ میرے ساتھ رہیں۔یہ بھی یادرہے کہ وہ مسیح سے چلے جانے کی درخواست اس لئے نہیں کرتا کہ اس کے دل میں مسیح کی محبت اور عزت کا خیال نہیں محبت اورعزت اس کے دل میں تھی۔ مگرجب خدا کے ساتھ اس طرح آمنا سامنا ہوتا ہے تو ایسے کلمات بے ساختہ منہ سے نکل جاتے ہیں۔ یہی حال پطرس کا ہوا جواس سے پہلے مسیح خصلت اورشخصیت سےکماحقہ طورپر واقف نہ تھا۔ یہ نکتہ بھی غورطلب ہے کہ انسان اورخدا کے درمیان جو فاصلہ حائل ہے اسے جناب مسیح دورکرتےہیں۔ جس طرح انسانیت اورالوہیت آپ کی شخصیت میں باہم ملتی ہیں اسی طرح آپ انسان اورخدا کا ملاتے ہیں۔خداکی حضوری جو گناہ گار کے لئے بھسم کرنے والی آگ ہے ۔ ایماندار کے لئے مسیح میں بڑی برکت کا باعث ہوتی ہے۔

آیت ۹کیونکہ مچھلیوں کے اس شکار سے وغیرہ۔

یہ حیرت مسیح کے اظہار قدرت کے وسیلہ پیدا ہوئی اوراس کا نتیجہ یہ ہواکہ نہ صرف حضرت پطرس بلکہ حضرت اندریاس ،حضرت یعقوب ،اورحضرت یوحنا آپ کی خدمت اورپیروی کے لئے تیار کئے گئے۔

آیت ۱۰جناب مسیح نے حضرت پطرس سے فرمایا ۔خوف نہ کرواب سے تم آدمیوں کو شکار کیا کروگے۔

خوف نہ کرو۔وہ حضرت پطرس کے خوف آمیزخیالات کو جو آپ کی عظمت اوربزرگی کے مشاہدہ سے اس کے دل میں پیدا ہوئے تھے۔ ان لفظوں سے دھیما کرتے ہیں اوراسے جتاتے ہیں کہ بجائے اس کہ میں تم سے جدا ہوں اب تمہیں ہمیشہ میرے ساتھ رہنا ہوگا اوراب سے تم آدمیوں کا شکارکروگے۔ ٹرنچ صاحب کا خیال جو ذیل کے الفاظ میں درج ہے نہائت نادر ہے۔ خدا کے نبی اورا س کے خادم اپنے عہدہ پر معمورہونے سے پہلے ہمیشہ کچھ اسی قسم کے تجربہ سے گذرا کرتے ہیں ان کا تقررکسی ظاہری رسم کے مطابق نہیں ہوتا اورنہ ہمیشہ ایک ہی صورت میں انجام پاتا ہے تاہم سب کو اپنے عہد کے فرائض ادا کرنے سے پہلے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ جو زمینی ہے آسمانی

کی تاب نہیں لا سکتا بلکہ اس کے سامنے زردرو ہو جاتا ہے ۔ اس موقعہ پر انسان اپنی ناچیز حالت کو اور اپنی بدی کو پہچانتا ہے ۔ اور اس درجہ تک پہچانتا ہے کہ آگے کبھی اسے ایسی شناخت نصیب نہ ہوئی تھی۔ او ریہ عرفان اس کو اس لئے بخشتا جاتا ہے کہ جو کام اس میں خدا کی طرف سے ہونے والا ہے وہ انسان کا نہ سمجھا جائے ۔ بلکہ پورے پورے طورپر خدا کا مانا جائے۔ (دیکھئے توریت شریف کتاب خروج باب ۴ آیت ۱۰ سے ۱۷،صحفیہ حضرت یسعیاہ باب ٦ ،صحیفہ حضرت یرمیا ہ باب ۱ آیت ۴،)حضرت پطرس کو آدمیوں کا مچھیرے بننے کے کام پر مامور ہوتا تھا۔ لہذا ضروری تھا کہ وہ بھی اس عجیب تجربہ کی راہ سے گزرے۔

آدمیوں کا شکارکیا کرو گے ۔ دوسرے انجیل نویسیوں کے مطابق یہ مطلب اس طرح ادا کیا گیا ہے میں تجھے آدمیوں کا مچھیرا بناؤں گا۔ وہ اپنے وعدہ کو اسی فن کی اصطلاح میں ادا کرتا ہے۔جس سے پطرس بخوبی واقف ہے۔اس کام کو جواب پطرس کوملا۔ اس کے پہلے پیشہ پر دوطرح کی فضیلت تھی۔ اول کہ وہ اب مچھلیوں کا نہیں۔ بلکہ آدمیوں کا شکار کرنے کو تھا۔ دوئم آدمیوں کو مچھلیوں کی طرح موت کے لئے نہیں بلکہ زندگی کے لئے پکڑے کو تھا۔ جولئین جوایک بے دین

شخص تھا ۔ طنزاً کہا کرتا تھا۔ مسیح نے اچھا کام اپنے شاگردوں کے سپرد کیا کہ انہیں مچھیرا بنایا۔ جس طرح مچھوا مچھلیوں کو پانی سے جوان کی زندگی کے لئے لابد ہے نکال کر جان سے ماردیتا ہے اسی طرح یہ رسول بھی لوگوں کو موت کے لئے بلاتے پھرتے ہیں۔ لیکن مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جس لفظ کا ترجمہ شکار کیا گیا ہے اس کے اصل معنی "کسی شئے کو زندہ پکڑنے کے ہیں۔ "لہذا مسیح بنی آدم کو موت کے لئے نہیں بلاتے بلکہ دنیا کی امواج اور گناہ کے طوفان اور آزمائشوں کے تلاطم سے بچا کر کنارے پر سلامت تک پہنچانے کے لئے بلاتے ہیں۔ خدا کی قید میں گرفتار رہونا اس آزادی سے جو دکھ سے بھرپور ہو ہزار درجہ اچھا ہے۔یہ قید گویا گناہ سے آزاد اور خدا کا غلام بننے کا نام ہے۔کلام کی تبلیغ کی نسبت بھی یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مچھوا نہیں جانتا کہ کیسی اور کتنی مچھلیاں اس کے جال میں آئیں گی۔ بلکہ وہ اس اعتقاد سے اپنا جال دریا میں ڈالتا ہے کہ کامیابی خدا کی طرف سے آئے گی۔ یہی اصول انجیل شریف کی تبلیغ پر صادق آتا ہے۔ اس کے ساتھ یہی بھی یاد رہے کہ ماہی گیری کا کم حکمت اور ہوشیاری کا کام ہے ۔ سختی اور جبر کا کام نہیں ہے۔

آیت ۱۱ وہ کشتیوں کو کنارے پر لے آئے اور سب کچھ چھوڑ کر پیچھے ہولئے۔

اب جو کچھ انہوں نے چھوڑا وہ اگرچہ بہت نہ تھا تاہم وہ ان کا سب کچھ تھا۔ جتنا انہوں نے چھوڑا ۔اتنا ہی ان کے پاس تھا۔ اور وہ سب کچھ مسیح کی خاطر چھوڑا۔اس سے ان کی وہ محبت ظاہر ہوتی ہے جو وہ مسیح کے ساتھ رکھتے تھے۔ اور نیز ان کی وہ رضامندی ثابت ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ مسیح کے لئے خود انکاری کے کام کرنے کو تیار تھے اور یہ خوبیاں اسی قدر ظاہر اور ثابت ہوتی ہیں۔ جس قدر بڑے بڑے محلوں اور کثیر دولت کے چھوڑنے سے ہوتیں ہیں ۔ مسیح یہی چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے خواہ تھوڑا ہو یا بہت اسے چھوڑے کے لئے تیار رہوں ۔ جس وقت وہ ہمیں ایسا کرنے کا حکم دیں چھوڑنا چاہیے شئے کی زیادتی یا کمی پر منحصر نہیں بلکہ اس نیت پر منحصر ہے جس سے وہ شئے چھوڑی جاتی ہے۔ ایک شخص اپنی جھونپڑی کو اس قدر پیار کرتا ہے جس قدر دوسرا اپنے محل کو کرتا ہے۔ دیکھو زبدی اپنے بیٹوں کے بغیر بیت حسدا کو (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس باب ۱ آیت ۲۰) اور مسیح ان کے ساتھ

کفرناحوم کو جاتے ہیں۔ ہو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے ہیں ۔زبدی بھی نمونہ کے لائق باپ تھا۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱مسیح ان کو برکت دیتے اوران پر اپنے تئیں ظاہر کرتے ہیں جو بیکار اور سست نہیں رہتے بلکہ اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں۔ دیکھو گڈرئیے اپنی بھیڑوں کو چراتے تھے۔ عورت پانی بھرتی تھی اورحضرت پطرس اوردیگر شاگرد جالوں کی مرمت کرتے تھے۔ جب جناب مسیح ان پر ظاہر ہوئے۔

۲مسیح اپنے لوگوں کو اپنی عجیب قدرت کے پرتوس سے بسا اوقات سمندر کی گہری جگہوں میں مالا مال کیا کرتے ہیں۔

۳مسیح کے وعدوں پر ایمان لانا وعدوں کی برکتوں سے برومند ہونا ہے۔کیا پطرس نے گہرے میں جال ڈال کر شرمندگی اٹھائی ؟

۴ وہی لوگ مسیح کی خدمت اچھی طرح بجالاتے ہیں جو اپنی گہنگاری اورمسیح کی قدوسیت کو پہچانتے ہیں۔

۵جب ہماری بدی ہم پر ظاہر ہوجائے تو ہماری اصل جگہ مسیح کے قدم ہیں۔ وہیں ہم حضرت پطرس کی طرح گرنا چاہیئے۔

۶مسیح کے حکموں پر ہمیں بعض اوقات اپنے سالہاسال کے تجربہ کو بھی قربان کرنا پڑتا ہے۔

۷زبدی کی روش غورطلب ہے۔ اس نے اپنے بیٹوں کو یہ نہیں کہا کہ تم کیا بیوقوفی کرتے ہو۔ اپنا کام چھوڑکر کہاں جاتے ہو۔ تمہاری عقل کہاں چرنے گئی ہے۔ مسیح کی پیروی میں کیا دھرا ہے۔ ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو مسیح کی خدمت اختیار کرنے سے نہ روکیں کیا سب ماں باپ زبدی کی طرح اپنے بچوں کو اجازت دینے کے لئے تیار ہیں۔

۸سب کچھ چھوڑے بغیر مسیح کی خدمت نہیں ہوسکتی۔ دیکھو اس دولتمند کا حال جو ہمیشہ کی زندگی کی تلاش میں تھا۔ جب اس سے یہ کہا گیا کہ اپنا سب کچھ بیچ کر اورغریبوں کو دے کر میری پیروی کر تو وہ غمگین ہوکر واپس چلا گیا۔

۹جناب مسیح اپنے شاگردوں اور خصوصاً اپنے خادموں کو خود ڈھونڈتے ہیں وہ ان کے آپ آنے کی انتظاری نہیں کرتے "قول المسیح تم نے مجھے نہیں چنا۔ میں نے تم کو چنا ہے۔"

۱۰غورکروکہ آدمی مسیح کے آنے سے پہلے کیا ہوتا ہے۔ اورجس وقت وہ آجاتا ہے تب کیا ہوجاتا ہے۔ حضرت پطرس کیا تھے اورکیا ہوگئے۔

طوفان کو بند کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۸ باب آیت ۲۳ تا ۲۷ وحضرت مرقس ۴ باب آیت ۳۵ تا ۴۱ اور حضرت لوقا ۸ باب آیت ۲۲ تا ۲۵)

مذکورہ بالا تینوں حواری اس تاریخ کو قلمبند کرتے ہیں اوراس امر میں متفق ہیں کہ یہ معجزہ گراسینیوں کے ا س شخص کے شفایا ب ہونے سے جس پر دیو چڑھا تھا پہلے واقع ہوا۔ شاید اسی شام کو واقع ہوا ہو جس شام مسیح نے وہ تمثیلات بیان فرمائیں جو حضرت متی کے ۱۳ باب میں درج ہیں (مقابلہ کریں حضرت مرقس باب ۴ کے ساتھ) بھیڑ کے ساتھ کلام کرنے کے بعد وہ شوروغوغا سے بچنے کے لئے دوسری جانب تنہائی میں جانا چاہتے تھے ۔ لہذا کشتی پر سوارہوکرادھر روانہ ہوئے۔ پر ابھی راہ ہی میں تھے کہ وہ طوفان آیا جس کے معجزانہ طورپر تھمنے کا ذکراس بیان میں پایا جاتا ہے۔

حضرت متی ۸ باب آیت ۲۳۔جب وہ (یعنی سیدنا مسیح) کشتی پر سوار ہوئے تو آپ کے شاگرد آپ کے ساتھ ہولئے۔شاید اس کشتی میں بادبان نہ تھے۔ اورممکن ہے کہ زیادہ تر مچھلی پکڑنے کے کام آتی ہوگی۔ جناب مسیح اس پر سوارہوئےاور

آپ کے شاگرد بھی آپ کے ساتھ ہولئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اس کشتی پر سوار تھے اور کئی دوسری کشتیوں پر جن کا ذکر حضرت مرقس باب ۴ آیت ۳۶ میں آتا ہے۔ یہاں شاگرد سے مراد صرف بارہ رسول ہی نہیں بلکہ اور لوگ بھی جناب مسیح کے پیرو تھے۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی باب ۵ آیت ۱)۔

آیت ۲۴۔ اور دیکھو جھیل میں ایسا بڑا طوفان آیا کہ کشتی لہروں سے چھپ گئی۔ دیکھیں حضرت متی اکثر اس لفظ کو کسی عجیب واقعہ کے بیان کرنے سے پہلے استعمال کرتے ہیں۔ تاکہ توجہ اس طرف کی جائے۔ اصل لفظ کے معنی ہلنے اور جنبش کھانے کے ہیں۔ اور وہ لفظ اکثر زلزلہ کے لئے آتا ہے۔ مگر یہاں طوفان سے مراد ہے جو زلزلہ کی طرح لوگوں کے گھروں کو ہلا دیتا ہے۔ حضرت لوقا میں جو لفظ مستعمل ہے۔ وہ خاص طوفان یا ہوا کے لئے آتا ہے۔ یہی ہوا وادیوں میں اور گرمی آگ کی بھٹی کی طرح جلا رہی تھی۔ مگر اس وقت ٹھنڈی سی ہوا سطح مرتفع سے آنے لگی۔ اور وادیوں میں سے گز کر جھیل کی طرف جھکی ہوئی ہیں سطح آب کو جنبش میں لانے لگی۔ اندھیرا بڑھ گیا۔ اور ہوا نے رفتہ رفتہ طوفان کی شکل اختیار کرنی شروع کی۔ جھیل کی سطح گویا کف کی چادر بن گئی۔ سفید رنگ کی

لہریں کنارے پر بڑے زور کے ساتھ ٹکر کھاتی تھیں۔ اب ہوا کی ملائم آواز ایک ہولناک اور حیرت افزا شور میں تبدیل ہوگئی۔ جو ہوا کو سر سراہٹ اور پانی کے حرکت سے پیدا ہوا۔ کچھ فاصلہ پر ایک چھوٹا سا ڈونگا دکھائی دیا جو لہروں کی تھپیڑوں سے تہ وبالا ہورہا تھا اور پھر اس غبار میں غائب ہوگیا۔

چونکہ یہ جھیل بحر اعظم کی سطح سے بہت نیچے ہے۔ لہذا ہوا بہت گرم ہوتی ہے اور رقیق ہو کر اکثر اوپر چڑھ جاتی ہے ۔اور پھر غلا کو بھرنے کے لئے مشرق اور مغرب کی سطح مرتفع سے ٹھنڈی ہوا زور وشور سے آتی ہے ۔ (این امریکن کامنٹری آف دی نیو ٹیسٹیمنٹ)۔

کشتی لہروں میں چھپ گئی مگر وہ (سیدنا مسیح) سوتے تھے ۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ کشتی پانی سے بالکل بھر گئی کیونکہ ایسا ہوتا تو ڈوب جاتی یونانی فعل استمرار کو ظاہر کرتا ہے۔ (امریکن کامنٹری) یعنی مطلب یہ ہے کہ چھپی جاتی تھی ۔ حضرت مرقس فرماتے ہیں کہ "کشتی پانی سے بھری جاتی تھی اور حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ وہ خطرے میں تھی ۔"

کشتی اس وقت درحقیقت خطرے میں تھی ورنہ بچپن سے اس جھیل کے تمام حالات سے واقف تھے کبھی نہ گھبراتے اور کبھی مسیح کے

پاس نہ آتے ۔لیکن " وہ سوتے تھے " لفظ وہ پر زور ہے ۔ حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ " وہ (سیدنا مسیح) پیچھے کی طرف خود گدی پر سورہے تھے "کیسا عجیب سماں ہے مسیح گدی پر سر رکھے سورہے تھے اورآندھی زوروشور سے چل رہی ہے ۔ اوراپنے تھپیڑوں سے کشتی کوتہ وبالا کررہی ہے۔

جناب مسیح اس روز کے کام سے تھک کر سورہے تھے ۔ مگر حضرت یوناہ (یعنی یونس) کی طرح نہیں حضرت یوناہ ایک خراب ضمیر کے ساتھ سورہے تھے۔ مگر مسیح پاک ضمیر کے ساتھ ۔ حضرت یونہ خطرہ کا باعث تھے اورمسیح خطرے سے بچانا کا وسیلہ ہوا۔

یہاں یہہ بتانا مناسب ہے کہ یہ معجزہ ایک حقیقی تاریخی واقعہ ہے۔ مسیح نے درحقیقت طوفان کو تھمایا۔ بعض کی رائے ہے کہ مسیح نے اس طوفان کو جو شاگردوں کے دل میں دہشت سے پیدا ہوگیا تھا تھمادیا۔ اوران کے ایمان کو ایسا مضبوط کردیا ۔ کہ ظاہری طوفان ان کی نظر میں طوفان نہ رہا۔ نہ پھران کے کان میں اسکی ہولناک آواز آئی اورکہ انجیل نویسوں نے اسی امن کو نیچر کا امن کہا ہے۔ پر درحقیقت مراد اس امن سے ہے جو اس کے کلام نے ان کے دل میں پیدا کیا ۔ لیکن یاد رہے کہ اگر شاگرد ایسی غلطی کرتے یعنی دل کے امن

کو نیچر کی قوتوں کا امن کہتے تو یہ غلطی جناب مسیح سے چھپی نہ رہتی ۔ ما سوا اسکے یہ اثران پر نہیں ہوسکتا تھا ۔ جو ایمان نہیں لا ئے تھے اور شاگرد نہ تھے۔ مگر اس امن کے قائل کیا شاگرد اور کیا غیر شاگرد سب تھے۔

آیت ۲۵۔انہوں نے پاس آکر انہیں (جناب مسیح) کو جگایا اور کہا اے مالک ہمیں بچائیے ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مسیح کو کچھ دیر کے بعد جگایا اور دہشت بھری آواز کے ساتھ جگایا۔ مثلاً حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ انہوں نے کہا ۔ "صاحب ،صاحب ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں اور حضرت مرقس کے الفاظ سے کسی قدر خفگی بھی ٹپکتی ہے ،"اے استاد کیا آپ کو فکر نہیں کہ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں"اس ،"ہم" میں جناب مسیح بھی شامل تھے۔ حضرت متی "خداوند " اور حضرت مرقس " استاد " اور حضرت لوقا "صاحب ،صاحب " کہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیل نویس ہمیشہ وہی الفاظ جو استعمال کئے گئے رقم کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ کئی بار آزادگی کے ساتھ مطلب کو اپنے الفاظ میں ادا کردیتے ہیں۔ ہم ہلاک ہوئے جاتے ہیں مراد جسمانی ہلاکت یا یوں کہیں کہ نیچرل موت سے ہے ۔

آیت ۲۶۔مسیح نے ان سے فرمایا ،اے کم اعتقادوڈرتے کیوں ہو؟تب آپ نے اٹھ کر ہوا اور پانی کو جھڑکا اور بڑا امن ہوگیا۔اب حضرت متی سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا دھمکی پہلے دی گئی ۔ اور طوفان پیچھے فرد ہوا۔ مگر حضرت مرقس اور حضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا طوفان پہلے تھما یا گیا۔ اور جھڑکی پیچھے دی گئی۔ اغلب ہے کہ خداوند پہلے اور پیچھے دونو مرتبہ ان کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔ پہلے جاگ کر ان کی طرف مخاطب ہوئےاورپھر طوفان کو ہلکا کرنے کے بعد ان کے ایمان کی کمی کے باعث دوبارہ انکو دھمکانے لگے۔ یاد رہے کہ وہ ان کو بے ایمان نہیں کہتے۔ بلکہ حضرت متی کے بیان کے مطابق "کم اعتقاد" کہتے ہیں۔ وہ ایمان سے خالی نہ تھے ۔چنانچہ ہم ان کی بے اعتقادی میں بھی ان کا اعتقاد چمکتا ہوا دیکھتے ہیں۔ یعنی وہ اپنے خطرے کے وقت جناب مسیح ہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔تاکہ آپ سے مدد کی استدعا کریں۔ حضرت لوقا کہتے ہیں کہ مسیح نے فرمایا ،"تمہارا ایمان کہاں گیا" ایمان تو ان میں تھا ۔لیکن اس وقت ان کے ایمان کا ایسا حال تھا ۔ جیسا اس ہتھیار کا جسے سپاہی رکھ کر بھول جاتا ہے اور وقت پر کام نہیں لاتا ۔ اب سوال یہ ہے کہ کس بات میں ان کی کم اعتقادی پائی گئی

؟کیا اس بات میں کہ انہوں نے مسیح سے مدد مانگی ؟نہیں یہ تو عین ایمان کی با ت تھی۔ کم اعتقادی اس میں تھی ۔کہ انہوں نے نہایت دہشت کھائی اورخیال کیا کہ وہ کشتی جس پر جناب مسیح آرام فرما رہے تھے تباہ ہوجائے گی ۔ڈرتے کیوں ہو۔اصل کے مطابق "کیوں بزدلی کرتے ہو"یہ ایک ناقص اورنامردانہ خوف تھا۔

تب مسیح نے اٹھ کر ہوا اور پانی کو جھڑکا او ربڑا امن ہوگیا۔یہ الفاظ بڑے توجہ طلب ہیں۔ کیونکہ ان سے وہ طریقہ ظاہر ہوتا ہے جس سے جناب مسیح نے اس طوفان کو تھمایا۔ حضرت متی کہتے ہیں کہ "پانی کو جھڑکا " اورحضرت مرقس اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا مسیح نے سمندرسے مخاطت ہوکر فرمایا "چپ رہ تھم جا"مسیح لہروں سے یوں خطاب کرتے ہیں جس طرح کوئی کسی شخص سے کیا کرتا ہے ۔ایک مسیحی علما ٹرنچ صاحب کہتے ہیں کہ یہ کلام گویائی کا یا فصاحت کا طرزبیان نہیں ۔ جناب مسیح ان لہروں میں شیطان کو یا یوں کہیں کہ اس کی قدرت کو دیکھتے ہیں جس کے سبب سے فطرت کی طاقتوں میں بے اتحادی اورابتری پیدا ہورہی ہے ۔ وہ ان تمام بے ترتیبوں کا موجد ایک شخص کو سمجھتے ہیں ۔سیدنا مسیح ایک اورجگہ بھی انہیں لفظوں کو استعمال کرتے ہیں۔

اُس موقعہ پر بخار کی طرف متوجہ ہوکر اسے جھڑکا تھا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۴باب ۲۹آیت) ۔اور وہاں بھی یہی تفسیر کام آتی ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ عین اس شور وغوغا کے درمیان فطرت مسیح کا حکم مانتی ہے کیونکہ وہ جو کامل انسان ہے اسی لئے آئے کہ فطرت پر انسان کی حکومت قائم کرے نیچر کا یہ کام تھا کہ اس کی باندی ہوکر رہے ۔ لیکن وہ بدی کی قدرت کے قبضہ میں آکر بجائے خدمت اور مدد کے بارہا اس کو نقصان پہنچاتی ہے لیکن اس تھمانے کے لئے مسیح کا جو گناہ سے بری ہے ایک لفظ کافی ہے حضرت موسیٰ کی طرح ان کو اس بات کی ضرورت نہیں کہ اپنا عصا بڑہائے۔آپ کا کہنا ہی کافی تھا۔ پس آپ کی آواز سن کر" ہوا بند ہوگئی اور بڑا امن ہوگیا" یہ بات بھی غورطلب ہے کہ فوق الاانسانی قدرت کے اظہاروں میں آپ انسانیت جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔ وہی جو جاگ کر ایسا کام کرتا ہے جو انسان نہیں کرسکتا ۔ تھک کر سو بھی جاتا ۔

آیت ۲۷۔ لوگ تعجب کرکے کہنے لگے یہ کس طرح کا آدمی ہے کہ ہوا اور پانی بھی اس کے حکم میں ہیں۔ یہ الفاظ اس تاثیر کو ظاہر کرتے ہیں جو اس معجزہ کے سبب سے لوگوں پر ہوئی۔ انہوں نے آگے کبھی ایسا معجزہ نہ دیکھا تھا۔ اور اس اثر کا سبب یہ بھی تھا کہ

وہ سمندر کے نظاروں اور طوفانوں کی بلا خیز آفتوں کا تجربہ رکھتے تھے۔ سو انہوں نے محسوس کیا۔ کہ سوائے خدا کی قدرت کے اور کوئی طوفان کو تھما نہیں سکتا تھا۔ اور شاید یہ اثر ان پر بھی جو دوسری کشتیوں پر تھے پیدا ہوا ہوگا۔ یہ کلمات تعجب آمیز کلمات ہیں۔ زبورنویس بھی کچھ اسی طرح کہتا ہے ۔(زبور شریف نمبر ۸۹ آیت ۸،۹)غرض اس معجزہ کی یہ تھی مسیح اپنے شاگردوں پر ظاہر فرمائے کہ ہر خطرے سے محافظت اور نجات پانا میری حضوری پر منحصر ہے۔ نیزوہ چاہتے تھے کہ یہ خطرہ ان کے ایمان کو مضبوط کرے کیونکہ بزرگ کر ساسٹم کے قول کے مطابق ان کو ایمان کے اکھاڑے میں پہلوان بننا تھا۔

اور یہی بات آپ کی حضوری تمام خطرات سے آزاد کرتی ہے۔ نہ صرف بیرونی طوفانوں پر صادق آتی ہے ۔بلکہ مسیح جو سلامتی کا شہزادے ہیں اس معجزہ کے وسیلہ یہ کہہ رہے ہیں کہ دل کے اندر جو طوفان جاری ہیں ان کو بھی میں ہی تھما سکتا ہوں۔ علاوہ بریں کلیسیا کی محافظت بھی اس پر منحصر ہے۔ وہ بارہا خطروں میں اور طرح طرح کی آزمائشوں میں گرفتار ہوئی اور ہوتی ہے مگر ان لہروں اور

موجوں سے اس کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا ۔ کیونکہ مسیح اس میں موجود ہے۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔مسیح ہمارے کمزور ایمان کو خطروں کی جگہ لے جاتے ہیں اور وہا ں سے آخر تک خطرے کا مقابلہ کرنے دیتے اور پھر ایک طرح ہمارے ایمان کی نکتہ چینی کرتے تاکہ اسے حلیم بنائے اور تمام کمزوریوں سے آزاد کریں۔

۲۔شاگردوں پر واجب ہے کہ جہاں مسیح لے جائے اس کے ساتھ جائیں۔ ان کا فرض ہے کہ ہر راہ میں اس کی پیروی کریں۔

۳۔مسیح کا سونا ہماری دینداری اور ایمان کی آزمائش ہے اور ان کا سوتے سے جاگنا ان کی قادر الوہیت کے جلال کا ایک نیا اظہار ہے۔

۴۔تمہارا ایمان کہا ں ہے ؟اب بھی سوال کیا جاسکتا ہے ۔مثلاً(ا) یہ سوال زندگی کے متعلق کیا جاسکتا ہے ۔ (ب) ضمیر کے متعلق کیا جاسکتا ہے (ج) حالت زمانہ کے متعلق کیا جاسکتا ہے ۔

۵۔جناب مسیح سمندر کا ستارہ اور بادبان اور لنگر، لائٹ ہاؤس اور باد شرط ہے ۔

۶۔جہاں مسیح ہے وہاں خطرہ ہوتا ہے بلکہ اس جگہ کی نسبت جہاں وہ نہیں ہیں زیادہ ہوتا ہے مگر ہلاکت کے لئے نہیں پر آزمائش کے لئے ہوتا ہے۔

۷۔شاگردوں کی اور مسیح کی روش کا مقابلہ کرو وہ ان کو ملامت کرتے ہیں حالانکہ ابھی انہوں نے آپ کی قدرت کو کام کرتے نہیں دیا۔ لیکن وہ اس وقت ملامت کرتے ہیں جب پہلے طوفان تھما دیتے ہیں۔

۸۔دیکھو مسیح خطرہ میں کیا روش اختیار کرتے ہیں۔ (الف) طوفان کو شدت سے چلنے دیتا ہے (ب) اور آپ ایسے بن جاتے ہیں کہ گویا کچھ خبر نہیں (ج) کہ گویا طوفان کا کچھ علاج ہی نہیں ہے ۔ مگر آخر کار جاگتے اور سارے طوفان کو دفع کرتے ہیں۔

۹۔پر وہ کیوں سوتے ہیں (الف) تاکہ ہم جاگیں او راپنی ناتوانی کو پہچانیں (ب) تاکہ اس کی قدرت کا کرشمہ حاصل کریں۔ (ج) تاکہ اس کی مدد کے لئے دعا مانگنا سیکھیں۔ (د) تاکہ آخر کار اس کی حمد اور تعریف ہو۔

۱۰۔جتنی صلیب بڑی ہوتی ہے اتنی ہی دعا سرگرم ہوتی ہے ۔

۱۱۔انسان کو نیچر پر حکمرانی کرنا اور اسے اپنی اطاعت میں لانا تھا ۔ لیکن طوفان اور آندھیاں اب اس سے سرکش ہیں اور اس سرکشی سے

انسان کی سرکشی ظاہر ہوتی ہے اگر وہ ان شرارت کے طوفانوں اور آندھیوں میں جو اس کی سرکشی سے پیدا ہوئے ۔ مبتلا نہ ہوتا تو نیچر اس سے باغی نہ ہوتی۔ گنہگار انسان کے مقابلہ میں مسیح کامل انسان کو دیکھو کہ کس طرح نیچر اس کے تابع ہے۔ اس کی سکون دلی اور شاگردوں کی گھبراہٹ اس کا اپنے اوپر قابو رکھنا ۔ اوران کا بے قابو ہوجانا ۔ اس کا نیچر کی طاقتوں پر مسلط ہونا اوران کا اس کے خطروں سے خائف ونالاں ہونا اس فرق کو ظاہر کرتا ہے۔

۱۲۔جناب مسیح سمندر کی طغیانی اورطوفان کی شدت کو روکتے ہیں کیونکہ اس پر حاکم ہیں کوئی ایسا طوفان نہیں جسے وہ روک نہ سکیں خواہ وہ (الف) فطرت میں نمایاں ہو۔ (ب) تاریخ ہو (ج) خواہ کلیسیا کی تاریخ میں ہو (د) خواہ گھر میں ہو یا دل میں ہو۔

۱۳۔اگرمسیح ہمارے ساتھ ہیں تو ہم کبھی ہلاک نہ ہوں گے ۔کلیسیا کا جہاز بارہا ایذاؤں اورآزمائیشوں کے طوفان میں مبتلا ہوا مگر وہ ہمیشہ اسے بچاتا رہا۔

۱۴۔طوفان ہم کو دعا مانگنا سکھاتا ہے اورمسیح کو ظاہر کرتا ہے۔ (الف) وہ ظاہر کرتا ہے کہ مسیح سچا اورپاک انسان ہے (ب) کہ وہ

دانا اورمہربان خداوند ہے ۔ (ج) کہ وہ قادراورواجب الاطاعت بن خدا ہے ۔

۱۵۔انسان کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ خطرے کو اس بات کا نشان سمجھتا ہے کہ خدا میری پروانہیں کرتا ۔

۱۶۔طوفان کے بعد ہمیشہ امن ہے۔ او رہی خدا کے بندوں کی آزمائیشوں کا حال ہے ان کی آزمائیشوں کے بعد ہمیشہ سانتی آتی ہے۔

۱۷۔ مسیح کمزور سے کمزورایمان کی بھی بے قدری نہیں کرتے ۔

گدرینیوں کے ملک میں دو شخصوں کو جن پر دیو چڑھے ہوئے تھے شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۸ باب آیت ۲۸ تا ۳۴ وحضرت مرقس ۵ باب آیت ۱ تا ۲۰ وحضرت لوقا ۸ باب آیت ۳۲ تا ۳۹)

اگر پچھلے معجزہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مسیح فطرت کی طاقتوں پر مسلط ہیں تو اس معجزے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ بدروحوں پر بھی کامل اختیار رکھتے ہیں۔یہ معجزہ پچھلے معجزے سے بھی زیادہ عجیب اورپُر قدرت معجزہ ہے ۔ اس میں بھی ہمارے آقا اورمالک جناب مسیح اپنے تیئں سلامتی کا شہزادہ ثابت کرتے ہیں۔ یہا ں وہ اس تلاطم اورطوفان اورفساد کو فروکرتے ہیں جو انسان کے اندربدی کے بانی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۲۸۔جب وہ (جناب مسیح) اس پار گدرینیوں کے ملک میں پہنچ ۔پرانے ترجمہ میں "گریسنیوں " آیا ہے اور حضرت مرقس اورحضرت لوقا میں اسے " گراسینیوں "کا ملک کہا ہے لیکن پرانے نسخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ "گدرینیوں" کا لفظ حضرت متی میں اور"گراسینیوں" کا حضرت مرقس اورحضرت لوقا میں صحیح ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کہ یہ فرق کس طرح پیدا ہوا۔

ایک مسیحی عالم ٹامسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے اس ملک کی سیر کی تو جھیل کے مشرقی کنارے پر اور قریباً اس کے وسط میں ایک گاؤں دیکھا جسکے ارد گرد بہت سی قبریں موجود تھیں۔ اور اس کے پاس ایک کڑا بھی واقع تھا۔ اس گاؤں کا نام گراسا ہے۔ اوراس کا وقوع بیعنہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس معجزہ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے ایک شہر اوربھی اسی نام کا تھا۔ مگر وہ قریباً تیس میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ پس یہ گاؤں گراسا نامی جواب معلوم ہوا ہے وہی جگہ ہے جس سے "گراسینیوں" کا لفظ نکلا ہے۔ لیکن پھر یہ سوال برپا ہوتا ہے کہ گدرینیوں کا لفظ کس طرح پیدا ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایک شہر گدارا بھی تھا وہ اس جھیل سے جنوب مشرق کی طرف چند میل کے فاصلہ پر آباد تھا۔ اورچونکہ یہ دستور تھاکہ بڑے شہر کے ارد گرد کے دیہات اس سے علاقہ رکھا کرتے تھے پس ہم قیاس کرتے ہیں او ریہ قیاس نا درست نہیں کہ اگرگراسا گدارا سے علاقہ رکھتا تھا اوراس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ اس علاقہ کے باشندے کبھی گراسینی اورکبھی گدرینی کہلاتے ہونگے۔ اب ایک سوال حل طلب یہ ہے کہ گرگاسیوین کا لفظ کس طرح داخل ہوگیا۔ اس کی نسبت بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ شاید یہ نام جرجاسییوں سے جس کی ایک

شکل گرگاسیوں بھی ہوسکتی ہے پیدا ہوا (توریت شریف کتاب پیدائش ۱۰باب آیت ۱۶وکتاب استشناء ۷باب آیت ۱ اوریشوع ۳باب آیت ۱۰)یعنی لکھتے وقت کاتبوں نے یو ں ہی سمجھا اوریو نہی نقل کردیا ۔مگر آریجن صاحب کہتے ہیں کہ گرگاسہ نامی ایک شہر بھی جھیل کے قریب آباد تھا لیکن ان کا یہ قول بعض علماء کی دانست میں قبول کرنے کے لائق نہیں کیونکہ وہ "گرگاسینیوں" کے نام کو جغرافیہ کے اعتبار سے ترجیح دیتے ہیں نہ کسی کریٹیکل وجہ سے۔ اورپھر وہ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں ایسے نسخے موجود تھے جن میں گدرینیوں کا لفظ داخل تھا۔ (لینگی) پھر بعض علماء کا خیال ہے کہ گرگاسینیوں ۔گراسینیوں کا دوسرا لفظ ہے۔

تو دوآدمی جن میں بدروحیں تھیں قبروں سے نکل کر انہیں (جناب مسیح) کو ملے ۔حضرت مرقس اورحضرت لوقا میں صرف ایک شخص کا ذکر ہے۔ بزرگ کری ساسٹم اوراگسٹن کے خیال کے مطابق ان میں سے ایک دوسرے کی نسبت زیادہ توجہ کے لائق تھا۔ حضرت مرقس اورحضرت لوقا زیادہ تفصیل سے اس تاریخ کو رقم کرتے ہیں۔ اورصرف اسی شخص کا ذکر کرتے ہیں کہ جس کی حالت دوسرے شخص کی حالت سے زیادہ ردی اوربھری ہوئی تھی

تاکہ ان کابیان زیادہ زندہ اور پُر اثر معلوم ہو۔ ایک امریکن کامنٹری میں اس دقت کو رفع کرنے کے لئے مثال دی ہوئی ہے ۔ مفسر بیان کرتا ہے کہ ۱۸۲۴ء میں ایک شخص جس کا نام تھا۔ ملک امریکہ میں سیر کے لئے آیا۔اس کے ساتھ اسکا بیٹا بھی تھا۔ اور ہر جگہ لوگوں نے بڑی شان وتپاک سے ان کی آؤ بھگت کی اب بعض مورخ اس واقعہ کو فقط کی زندگی کا ایک مشہور واقعہ گردان سکتے ہیں۔ پر اگر لکھنے والے اپنی تحریر میں اس سیر کو اوراس اعزاز اورامتیاز کو جس سے لوگوں نے انہیں قبول کیا دو شخصوں سے منسوب کریں یعنی اوراس کے بیٹے سے تو کیا اس میں کسی طرح کا جھوٹ یا خلاف سمجھا جائے گا؟

دوآدمی جن میں بدروحیں تھیں۔اس کی نسبت بڑا غورطلب سوال یہ ہے کہ آیا وہ بدرحیں جن کا ذکر انجیل شریف میں آتا ہے ۔۔درحقیقت موجود تھیں۔ یا نہیں؟ہمارا جواب یہ ہے کہ یہ حال حقیقی اورتواریخی ہے۔ اوراسکے ثبوت میں یہ دلیلیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔اناجیل کے مصنف ہمیشہ ان کو حقیقی واقعات سمجھتے ہیں۔ اورہمیشہ ایسے ہی پیرایہ میں پیش کرتے ہی۔

۲۔انجیل شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح خود بھی ان واقعات کو حقیقی سمجھتے ہیں۔ بلکہ بدروحوں سے مخاطب ہوکر کلام کرتے ہیں۔ اوران میں اوران اشخاص میں جن کے اندربدرحوں موجود تھیں امتیاز کرتے ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱باب آیت ۲۵) اورنہ صرف عوام کے سامنے ایسا کرتے ہیں بلکہ تخلیہ میں بھی یعنی اپنے شاگردوں کے محدود دائرے کے اندر بھی ایسا ہی کرتے ہیں چنانچہ ایک جگہ وہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے سوائے دعا کے نہیں نکلتے ہیں"(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۹باب آیت ۲۹)۔

۳۔علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح ان کے وجود کی حقیقت پر دیگر صداقتوں اوردلیلوں کو قائم کرتے ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱۰باب آیت ۱۷تا ۲۰) مثلاًجب آپ کے شاگرداس بات پر فخرکرتے ہیں کہ بدرحیں ہماری سنتی ہیں۔ توآپ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ "میں نے شیطان کوآسمان سے بھی بجلی کی طرح گرتے دیکھا" اب سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے یہاں شاگردوں کے بدروحوں کونکالنے کے کام کوشیطان کی قدرت کے تنزل سے مربوط کیا ہے۔

یہ لوگ جن میں بدرحیں تھیں فوق العادت علم کے ساتھ کلام کرتے اور جناب مسیح کو خدا کا بیٹا (نعوذ باللہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی) تسلیم کرتے ہیں ۔ یہ سچ ہے کہ آپ نے ان کو گواہی دینے سے روکا۔ شاید اس لئے کہ آپ دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ آپ میں اوربدروحوں کے سردارمیں کسی طرح کا رابطہ اورتعلق ہے ۔ اورہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے مخالفوں نے بعد میں یہ الزام آپ پر لگایا بھی حالانکہ کوئی وجہ معقول ان کے پاس ایسے کرنے کے لئے نہ تھی۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۲باب ۲۴آیت) پرگو آپ نے ان کی گواہی کو روکا۔ تاہم ان کی گواہی سے ایسا علم ظاہر ہوتا ہے جوانسانی علم سے بڑھ کر ہے ۔اس بات پر ذیل کے اعتراض کئے گئے ہیں۔

۱۔ کہ بدروحوں کے گرفتاروں کی علامتیں بہت درجہ تک بعض جسمی اوردماغی امراض کی علامتوں سے مشابہت رکھتی ہیں ۔مثلاً مرگی اور مالیخولیا کی علامتوں سے ۔ لہذا ان لوگوں میں بدروحیں نہ تھیں۔ بلکہ وہ صرف بیماری کے پنجہ میں گرفتارتھے۔ ہم اسکا یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ یہ ناممکن نہیں کہ بدروحوں کے دخول کے بعد اس قسم کی بیماریاں پیدا ہوگئی ہوں۔ او ریہ بھی ممکن ہے کہ لوگ پہلے ان

امراض میں گرفتار ہوئے ہوں۔ اورپھر انہیں عارضوں نے ان کو اس قابل بنادیا کہ بدروحوں کے دخل اور دماغی بیماریوں کی موجودگی میں برابر امتیاز کیا جاتا ہے۔ (دیکھئے انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۴باب آیت ۲۴ و ۸باب آیت ۱۰ ،حضرت مرقس۱باب آیت ۳۴) اورغالباً یہی سبب ہے کہ لفظ "شفا بخشنا" ان کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے اوراس رابطہ کے سبب سے جو بدروحوں کے داخل ہونے اورامراض کے پہلے یا بعد میں پیدا ہونے میں پایا جاتا تھا یہی محاورہ رائج ہوا۔تم میں بدروح ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۷باب آیت ۲۰وباب ۸آیت ۵۲،وباب ۱۰ آیت ۲۰) جس کا یہ مطلب ہے کہ تم پاگل ہوگئے ہو۔ پس وہ جن میں بدروحیں تھی۔ درحقیقت دماغی قوتوں کے پایہ سے گرے ہوئے تھے۔ خواہ ہم اس فتورکو بدروحوں کے دخول کا نتیجہ مانیں۔ یا یہ تسلیم کریں کہ اس فتورکے سبب سے بدروحیں داخل ہوئیں۔ مگر حضرت یوحنا ۱۰باب آیت ۲۰ میں ان دونوں میں صریح فرق کیاگیا ہے۔ "اوربہتوں نے ان میں سے کہا ۔کیا اس کے ساتھ ایک دیو ہے۔ اوروہ سڑی ہے" پس کوئی ضرورت نہیں کہ نوشتوں کے صاف بیان سے خلاف ورزی اختیارکی جائے۔ ماسوااس کے اس معجزہ میں بدروحوں کا سورؤں

کے غول میں جانا بجائے خود ایک اور دلیل ہے ۔جو ہمارے خیال کو ثابت کرتی ہے ۔ یعنی اگر بدروحوں کا وجود نہ تھا تو کس طرح آناً فاناً میں ان کے دخول کے بعد سورؤں کا ویسا ہی حال ہوگیا جیساکہ ان اشخاص کا تھا جن پر دیو چڑھے ہوئے تھے۔ اورکس طرح یہ تبدیلی ان پر حادث ہوئی جس حال کی بدروحیں کچھ بھی نہ تھیں؟

۲۔لوگ اکثر یہ خیال پیش کیا کرتے ہیں کہ بدروحیں تو کوئی حقیقی وجود نہ رکھتی تھیں۔ اورنہ جناب مسیح اورآپ کے شاگرد ہی ان کے وجود کے قائل تھے ۔ مگر چونکہ یہ خیال اس زمانہ کے لوگوں کے درمیان رائج تھا۔ سو جناب مسیح نے بھی روکنا نہ چاہا ۔ بلکہ اسے مروج رہنے دیا۔ تاکہ ان کو ان امراض سے شفا دے سکے ۔ کیونکہ اگرآپ ان کے عقیدوں کی تردید کرتے تو شاید وہ آپ کے پاس نہ آتے اورنہ آپ کے شفا بخش علاج سے مستفیض ہوتے۔ پس اگر مسیح روح کو یہ کہتے ہیں کہ باہر نکل آ۔ تو وہ صرف مریض کے خیال اور وہم کے مطابق بولتے ہیں تاکہ وہ جلد شفا پائے ۔پرہم یہ کہتے ہیں کہ اگراس زمانہ کے لوگوں کی غلطی تھی تو بڑی بھاری غلطی تھی اورہو نہیں سکتا کہ مسیح غلطی کو مروج رہنے دیتے جبکہ آپ کا کلام یہ تھا کہ اس قسم کی بطالتوں کو دورکریں۔ اورنہ ہم اس بات کو طبی بنا پر

قبول کرسکتے ہیں کیونکہ اہل طبابت بھی یہ نہیں بتاتے کہ پاگلوں کی شفا کے لئے یہ ضروری امر ہے وہ یہ ہے کہ انکی توجہ دوسری طرف لگائی جائے ۔ علاوہ بریں ایسے دعوؤں سے مسیح کے کلام کی صداقت کو بڑی زک پہنچتی ہے۔ہمارے رائے میں جناب مسیح کی طرف سے جس کا کلام سچائی ہے اورجو خود سچائی ہے ایسا بے ضرر فریب بھی ناقابل تسلیم ہے۔

۳۔اور پھر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ یہ اظہارات صرف اس وقت سر زد نہیں ہوتے اورا ن کے وقوع کی نفی کو کامل یقین کے ساتھ پیش نہ کرنا معترض کے اعتراض کو ضعیف کردیتا ہے ۔ پر ہم اس بات کی بھی دلیل رکھتے ہیں کہ کیوں وہ اس وقت سرزد ہوئے اورکیوں باآسانی معلوم کئے گئے سبب یہ تھا کہ ازلی کلمے نے اس وقت اپنے تئیں جسم میں ظاہر کیا تھا۔ سو اسوقت وہ لڑائی جو خدا اورشیطان میں برابر چلی آئی ہے زیادہ روشن ہوگئی تھی تاکہ یہ بات خود ثابت ہوجائے کہ جو بدروحیں خدا کے برخلاف صف آراء ہیں وہ اس کے مقابلے میں ہرگز قائم نہیں رہ سکتی ہیں (مقابلہ کریں انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۴باب میں شیطان کا جسم میں نمودارہونا)

۴۔پھر ایک یہ اعتراض ہے کہ یہ معاملہ فی نفسہ ایسا دقیق ہے کہ اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ یہ بات ایسی ہے کہ اس کا سمجھنا مشکل ہے ۔پرکیا ہم اور مشکل باتوں کو تسلیم نہیں کرتے ؟مثلاً ہم مسیح کی شخصیت میں انسانی اورالہٰی ذاتوں کے میل کو اور روح پاک کے انسانی روح پر اثر کرنے کو اوردماغ اورجسم کے ربط کو نہیں مانتے ؟یہ تمام باتیں مشکل ہیں۔ تاہم یہ سب سچی حقیقتیں ہیں۔

پس بدروحوں کی قدرت کے اظہار جو انجیل میں مندرج ہیں۔ حقائق نفس الامری ہیں ۔ اوراگرہم ان کو تاریخی حقیقتیں تسلیم کریں تو وہ نہ صرف ہمارے لئے عجیب واقعات ہونگے بلکہ نصیحت خیز واقعات ہونگے۔ او رہم محسوس کریں گے کہ مسیح اورآپ کے شاگردوں کے وسیلہ بدروحوں کا نکالا جانا انجیل اورنجات دہندہ کی نیکی اورخوبی پر دلالت کرتا ہے۔ اوران کے منجانب اللہ ہونے کا ایک عمدہ ثبوت ہے ۔ اوراس بات کی بھی پرُتاثیر دلیل ہے کہ ہمارے خداوند مسیح نے شیطان پر فتح پائی ۔ماسوا اس کے کہ اس شرح سے نوشتوں کی کلام کی سادگی میں جو عام وخاص کے فائدے کے لئے تحریرہیں فرق نہیں آتا ۔

۵۔حضرت یوحنا ان اظہاروں کا ذکر کیوں نہیں کرتے ؟یہ سچ ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات کو درج نہیں کرتے لیکن اس میں شک نہیں کہ وہ ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۷باب ۲۰آیت و۸باب ۴۸ تا ۲آیت ، و۱۰باب ۲۰آیت) پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ جناب مسیح کی خدمت کے بہت تھوڑے واقعات کو اپنی انجیل میں درج کرتا ہے۔ اورجو درج کرتا ہے وہ بھی ایسے ہیں جن سے مسیح کو یہودیوں کے سامنے کسی عجیب تقریر کا موقعہ ملا۔

ان بدروحوں کا ذکر پرانے عہدنامے اوراپاکرفا اور مشنا (یہودیوں کی احادیث کی کتا ب) میں نہیں آیا ہے۔ لیکن یوسیفیس ان کا ذکر کرتا ہے۔

یہ خیال کرناکہ یہ لوگ جن پر دیو چڑھے ہوئے تھے ضرورشریر ہونگے ۔ اوران کی شرارت کے سبب سے شیطان نے ان پر غلبہ پایا۔ او رانہیں اپنے بس میں لایا صحیح نہیں ہے گو اس بات کا بھی انکار نہیں کرنا چاہئے کہ وہ گنہگار تھے ۔ انکار اس بات کا ہے کہ ان کی بدکاری کے سبب سے شیطان ان میں آیا۔ پس بجائے اس کے ہم یہ خیال کریں کہ وہ اوروں کی نسبت زیادہ بدکار تھے۔ ہم یہ کہیں کہ وہ زیادہ بد نصیب

تھے اور مصیبت زدہ تھے ۔کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جو سب سے بدکاراور شیطان کے کارندے اور غلام بنی آدم میں گذرے ہیں مثلاً جھوٹے نبی اور مخالفان مسیح ان کی نسبت کبھی ایسی عبارت استعمال نہیں کی گئی جس طرح ان دیوزدوں کے بارے میں کی گئی ہے مثلاً ہم پڑھتے ہیں کہ یہوداہ کے دل میں شیطان سمایا(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۳باب ۲۷آیت) مگر یہوداہ کا اس بدروح (شیطان) کے بس میں آنا اورقسم کا تھا۔ (ٹرنچ صاحب) ۔
اورپھراس کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے اوروہ یہ ہے کہ ان بدروحوں کے مارے ہوئے لوگوں میں اپنے دکھ کا ادراک اور احساس پایا جاتا ہے۔جسے انہوں نے اپنی مرضی سے اختیارنہیں کیا۔ وہ دوسرے کے قابو میں ہیں۔ اور دکھ کی پہچان اوراس سے آزاد ہونے کی خواہش وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن کے سبب سے وہ مسیح کی شفا بخش طاقت سے بہرہ اندوزہوئے۔اس کے بغیروہ شیاطین کی طرح جو بدی میں کامل ہیں اورجن میں کوئی ایسا وصف نہیں پایا جاتا جس کی بنا پر فضل اپنا کام ان میں کرسکے کبھی مسیح سے فائدہ نہ اٹھاتے ۔ پس جس طرح اوروں کی حالت میں ویسا ہی ان کی حالت میں بھی ایمان شفا کی شرط تھا۔ پس ان میں اعلیٰ زندگی کی ایک

چنگارہ باقی تھی جو اس وقت جبکہ وہ مسیح سے نہ ملے تھے بجھنے پر تھا۔ مگر جب مسیح سے ملاقات ہوئی تو اسے زندگی کے مالک نے اپنی رحمت کی ہوا سے پھر جلتے ہوئے شعلہ میں تبدیل کردیا۔

قبروں سے نکل کر انہیں (مسیح) کو ملے۔ یا تو وہ قبروں میں لوگوں کے خوف کے مارے چلے گئے تھے۔ اوریا ان کی دیوانگی کے اشتداد نے انہیں وہاں پہنچایا دیا تھا۔ یہ جگہیں جو غاروں اورچٹانوں میں پائی جاتی تھیں اورقبرستان کا کام دیتی تھیں شائد ان دیوانہ لوگوں کے مذاق او رحال سے زیادہ مناسبت رکھتی تھیں۔ سو وہ یہاں خوش تھے۔ گو کئی یہودی صحت اوردماغ کی درستی کی حالت میں قبرستان میں رہنا پسند نہ کرتا ۔ کیونکہ رسمی شریعت کے مطابق وہ ایسی جگہ رہنے سے ناپاک ہوجاتا ۔ اس قسم کی چٹانی قبریں اب بھی ان پہاڑوں میں بکثرت ملتی ہیں جو جھیل کے جنوبی حصہ کے مشرق میں واقع ہیں حضرت لوقا کہتے ہیں " اس شہر کا ایک مرد " جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ بدروح کا شکار اس شہر کا باشندہ تھا۔

وہ ایسے تند مزاج تھے کہ کوئی اس راستہ سے گذر نہیں سکتا تھا۔ یعنی اس راستہ سے جو قبروں کے نذدیک سےگزرتا تھا۔ یہ دونو مصیبت زدہ اپنے معمول کے مطابق مسیح اورآپ کے ساتھیوں پر

لپکے ۔جس طرح اورلوگوں پر حملہ کیا کرتے تھے حضرت مرقس اور حضرت لوقا ان میں سے ایک خاص شخص کے حالات اضافہ کرتے ہیں۔ حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ وہ مدت سے دیو کے بس میں تھا۔ اور نہ کپڑا پہنتا تھا اور نہ گھر میں رہتا تھا۔ حضرت مرقس کہتے ہیں کہ "اب کوئی اسے زنجیروں سے بھی نہیں باندھ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ بار باربیڑیوں اورزنجیروں سے باندھا گیا تھا۔ لیکن اس زنجیروں کوتوڑا اور بیڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کئے تھے۔ اورکوئی اسے قابو میں نہیں لا سکتا تھا۔ اوروہ ہمیشہ رات دن قبروں اورپہاڑوں میں چلاتا۔ اوراپنے تیئں پتھروں سے زخمی کرتا تھا" اس سارے بیان سے اس کی ساری حالت بد کی غائت ظاہرہوتی ہے۔

چلا کر کہا ۔ اے خدا کے بیٹے ہمیں آپ سے کیا کام آپ اس لئے یہاں آئے ہیں کہ وقت سے پہلے ہمیں عذاب میں ڈالیں۔ بعض نسخوں میں خدا کے بیٹے کی جگہ مسیح آیا ہے۔ مگریہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرقس اورحضرت لوقا میں مسیح لکھا دیکھ کریہاں بھی کاتبوں نے مسیح لکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ یہ آدمی وہی بات کہتے ہیں کہ جو بدروحیں سوچتی اورخیال کرتی ہیں پرہم یہ نہیں جانتے کہ یہ بدروحیں کس درجہ تک سوچتی اورسمجھتی

تھیں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے "خدا کے بیٹے " کے مطلب کو پورے پورے طور پر نہیں سمجھا تھا۔ جیسا کہ ان کے سردار شیطان نے نہیں سمجھا تھا۔ (مقابلہ کریں ۴باب ۳آیت)حضرت مرقس ۳باب ۱۱آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہمیشہ آپ کو اس نام سے پکارا کرتی تھیں۔ لیکن ممکن ہے کہ حضرت مرقس ہمارے مولا کی خدمت کے کسی خاص حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ہمیں آپ سے کیا کام ۔یہ پھر ویسا ہی محاورہ ہے جیساکہ مے کے معجزہ میں آیا تھا۔ یونانی میں ہے "ہم کو کیا اورآپ کو کیا" مطلب یہ ہے کہ ہم میں اورآپ میں کسی طرح کی شرکت نہیں ہے۔ آیا ان الفاظ میں دھمکی ہوتی ہے۔ یا نہیں ہوتی ہے ۔اس سوال کا جواب طریق بیان اورلہجہ پر موقوف ہے۔ اورنیزاس تعلق پر جو فریقین کے درمیان پایا جاتا ہے۔

کیا آپ اس لئے آئے ہیں کہ وقت سے پہلے ہمیں عذاب میں ڈالیں۔وقت سے مراد موقعہ اورموسم ہے ان بدروحوں کا یہ خیال تھاکہ ایک نہائت سخت عذاب کسی اگلے زمانہ میں ہم پر حادث ہونے والا ہے ۔ سووہ ڈرتی تھیں کہ کہیں خدا کا بیٹا ہم کو وہ شدید عذاب نہ دے ۔ ہم حضرت یہوداہ کے خط جو انجیل شریف میں

درج ہیں یہ سیکھتے ہیں کہ یہی وہ زمانہ ہے جب کہ روز عظیم کو عدالت ہوگی جس کے بعد شیطان اوراس کے خادم رات دن ہمیشہ عذاب میں رہیں گے ۔(انجیل شریف کتاب مکاشفہ ۲۰باب ۱۰آیت) اور نقصان پہچانے کی تمام قدرت ان سے چھینی جائے گی۔ تمام نوشتے اس سے مطابقت رکھتے ہیں کیونکہ وہ بتاتے ہیں کہ فرشتوں کی عدالت ہونے والی ہے (انجیل شریف خط اول اہل کرنتھیوں ۶باب آیت ۳) ان دیوزدہ لوگوں کی روش غور طلب ہے ۔ کیسی مختلف حالتیں اس سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پہلے وہ بڑی تندی سے مسیح اورآپ کے شاگردوں پر لپکتے ہیں اور جب نذدیک آتے ہیں تو گر کر آپ کو سجدہ کرتے ہیں (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب ۶آیت)کبھی وہ دہشت اورنفرت سے بھرا ہوا کلام کرتے ہیں۔ اورکبھی اپنی تکلیف اورعذاب کو محسوس کرتے ہیں اورکبھی اس ہولناک ہستی کی طرف سے بولتے ہیں جو ان پر مسلط ہے۔

حضرت مرقس اورحضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے (حضرت مرقس ۵باب ۸آیت اورحضرت لوقا ۸باب ۲۹آیت)۔ کہ جناب مسیح نے حکم کیا تھاکہ بدروح نکل جائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پہلی مرتبہ کہنے سے نہیں نکلی ۔ اس کا کیا جواب ہے ؟اس کا یہ جواب ہے کہ اگر

وہ چاہتے تو اسے فوراً نکال دیتے۔ مگر دیگر تمام حالتوں کے موجود رہنے ممکن تھا کہ اس شخص کو نقصان پہنچتا (مقابلہ کریں حضرت مرقس ۹باب ۲۴آیت) اس دانا حکیم نے جیسا مناسب سمجھا ویسا ہی اپنی حکمت قدرت اورمحبت کے مطابق کیا۔

حضرت مرقس اورحضرت لوقا یہ بھی بتاتے ہیں کہ مسیح نے نام پوچھا کیوں؟بعض کا خیال ہے کہ اس لئے کہ نجات کی کثرت اور بہتات ظاہرہواورنجارت دینے والے کی عظمت معلوم ہو۔ کہ کیسا بڑا دشمن تھا جس پراس نے فتح پائی۔ٹرنچ صاحب کا خیال ہے کہ شائد یہ سوال اس شخص سے جس پر دیو چڑھا ہوا تھا کیاگیا کہ وہ سوال سن کر اپنے حافظہ کی تازگی حاصل کرے ۔اوراس کی شخصیت کی پہچان اس کے دل میں پیدا ہو۔ اوروہ مانے کہ میں وہ شخص ہوں جو پہلے بدروحوں کی قدرت سے آزاد تھا اوراب بھی اس قدران کے اختیارمیں نہیں کہ رہا نہ ہو سکوں۔ گویا یہ سوال اس لئے کیا گیا تھا کہ اس کا علاج جلد ہوجائے اوروہ فٹ نوٹ میں

سوتے ہوئے چلنے پھرنے کی بیماری) کی مثال دیتے ہیں۔ اس مرض میں جب اورادویات کارگرنہیں ہوتی ہیں تو بسا اوقات نام لے کر

پکارنے سے رات کو چلنے والے مریض کو خود شناسی کی حالت میں واپس لاتے ہیں۔ پر اس سوال کا جواب بدروح دیتی ہے۔

اس کا نام تمن (لشکر) تھا ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا نہ صرف ایک طرف سے بلکہ اس مصیبت زدہ شخص پر ہر جانب سے حملہ ہوتا تھا۔ کبھی ایک مخالف طاقت سے ستایا جاتا تھا اور کبھی دوسری سے پس اس کی بربادی کامل تھی۔ ایک لشکر اس پر حکمرانی کرتا تھا۔

آیت ۳۰۔ان سے کچھ دور بہت سے سوروں کا غول چر رہا تھا۔

حضرت مرقس اور حضرت لوقا کہتے ہیں کہ "وہاں" چر رہا تھا۔ حضرت لوقا یہ بھی اضافہ کرتے ہیں کہ پہاڑ پر چر رہا تھا مگر حضرت متی کہتے ہیں کہ "بہت دور" یہ محاورہ ایسا ہے جس کے صحیح معنی تحقیق کرنا وقت کے موجودہ حالات پر منحصر ہوتا ہے یعنی جیسی حالت ہوتی ہے اس کے مطابق نذدیک یا دور کے معنے لئے جاتے ہیں۔ مثلاً ایک کمرہ میں دو شخص بیٹھے باتیں کررہے ہیں مگر چونکہ اسی کمرے میں ایک شخص بھی موجود ہے ۔ لہذا ان میں سے ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ ذرا آہستہ باتیں کرو ورنہ وہ سن لے گا۔ وہ اس کے جواب میں کہتا ہے کہ نہیں وہ بہت دور ہے۔ حالانکہ وہ تینوں ایک ہی کمرہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ پس حضرت متی کے یہ

الفاظ حضرت لوقا اور حضرت مرقس کی مخالفت نہیں کرتے ۔ توبھی وہ سوراتنے نذدیك بھی نہ تھے کہ ان دیوانوں کی آوازکو سن کریا ان کی حرکات کو دیکھ کر کود پڑتے ۔ پس یہ کہنا کہ ان سورؤں میں کوئی روح خارج سے داخل نہیں ہوئی تھی لہذا وہ یا تو اس سبب سے بھاگ گئے کہ یہ دیوانے ان کے درمیان جاگھسے تھے یا اسلئے کہ ان کی دیوانگی کے نعرے سن کرانہوں نے خوف کھایا درست نہیں ایسے اوہام فاسدہ کے لئے عبارت صفائی اورسادگی کوئی جگہ نہیں چھوڑتی۔

بڑا غول ۔ حضرت مرقس جو مفصل بیان کے لئے یکتا سے بتاتے ہیں کہ وہ شمارمیں قریباً دو ہزارتھے۔

آیت ۳۱۔پس بدروحوں نے ان کی (مسیح) منت کرکے کہا کہ اگرآپ ہم کو نکالتے ہیں تو ہمیں سوروؤں کے غول میں بھیجدیں۔ حضرت متی اس جگہ یہ نہیں کہتے کہ وہ بدورحیں دو تھیں۔اور کہ ان دونوں شخصوں میں ایک ایک پائی جاتی تھی۔ وہ تعداد کی نسبت کچھ نہیں کہتے ۔ لیکن حضرت مرقس اورحضرت لوقا بتاتے ہیں کہ اس شخص میں جس کاذکروہ کرتے ہیں "تمن" یعنی لشکر تھا۔ رومیوں کا تمن یا لشکران ایام میں چھ ہزارمردوں سے مشتمل ہوتا تھا۔

دوسرے حواری یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان بدروحوں نے ان کی منت کی کہ انہیں اتھاگڑھے میں نہ گرائے۔ اتھاہ گڑھے سے مراد دوزخ ہے۔ (انجیل شریف کتاب مکاشفہ ۹باب آیت ۱۱،باب ۲۰ آیت ۳) بدورحیں بھی نفع اور نقصان کو سمجھتی ہیں جس طرح کہ آدمی سمجھتا ہے ۔(لینگی)۔

آیت ۳۲۔ جناب مسیح نے ان سے فرمایا کہ جاؤ وہ نکل کر سورؤں کے اندر چلی گئیں۔ اوردیکھو سارا غول کڑاڑے پر سے جھپٹ کر جھیل میں جا پڑا۔ اورپانی میں ڈوب مرا۔ مسیح نے ان سے فرمایا جاؤاکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا اس قدر مفید اور کارآمد مال کو برباد کرنا مناسب تھا؟اس کا جواب اکثر یہ دیا جاتا ہے کہ یہ سوریہودیوں کے تھے مگر شریعت کی رو سے یہودیوں کو جائز نہ تھا کہ سوررکھیں اورچونکہ ان کو فقہیوں نے منع کیا تھا ۔ مگروہ شنوا نہ ہوئے۔ اس لئے ان کے سورضبط کئے گئے۔ لیکن اس سوال کا جواب کہ مسیح نے کیوں ان کو سورؤں میں گھسنے کی اجازت دی۔ ایک اور سوال کے وسیلہ اچھی طرح دیا جاسکتا ہے اوروہ یہ ہے کہ مسیح نے کیوں انہیں آدمیوں کے اندر گھسنے کی اجازت دی ؟یاد رہے کہ مسیح اپنی شاہانہ طاقت اوراختیار کے مطابق سب کام کرتے ہیں۔ اورجو

سبق ہم ان سے سیکھتے ہیں وہ ایسا ضروری اورعظیم سبق ہے کہ اس کے سکھانے کے لئے اتنے مال کو تصدق کرنا غیر واجب نہ تھا۔ انسان سور سے زیادہ بزرگ اورزیادہ بیش قیمت ہے۔ پس اس کی جان بچانے کے لئے سوروٗں کو برباد کرنا نقصان کا باعث نہ تھا۔ علاوہ بریں یہی واقع اس شخص کے لئے جس نے رہائی پائی تھی اورمعنوں میں مفید تھا ۔ سوروٗں کی تباہی میں اس نے دیکھاکہ اب جہنم کی طاقتیں مجھے چھوڑگئی ہیں۔ پس یہی واقع اس کے لئے اس کی آزادی کی گویا ظاہری گواہی اورثبوت تھا۔ اورپھر نہ صرف اس کے لئے بلکہ تمام ملک کے لئے اس کا شفا پانا مفید تھا اوراگر مالکوں کے مال کے نقصان کا خیال کیا جائے۔ تو اس کا کیا جواب ہے کہ ہزاروں مریاں اورطوفان مواشی اورکھیتوں کو برباد کرجاتے ہیں۔

ان یہودیوں کے نقصان کو دیکھ کر آج کل بھی بہت لوگ بے چین ہورہے ہیں۔ اورجناب مسیح پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے غریب یہودیوں کا مفت میں اتنا نقصان کیا۔ ان میں سے ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے ۔ان کی مشکلات کو مسٹر اکبر مسیح صاحب نے اچھی طرح حل کردیا ہے جن کے مضامین ترقی میں چھپتے رہے ہیں۔

پھر یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ کیوں ان بدروحوں نے سوروؤں کے غول میں گھستے ہی ان کو برباد کر ڈالا؟ شائد انہوں نے اپنے کینے اور غصے سے ایسا کیاکہ سوروں کے مالک اپنا نقصان دیکھ کر مسیح سے مخالفت کریں اورانہیں اپنے ملک سے نکال دیں۔ جیساکہ انہوں نے بعد میں کیا۔ سور جو حیوان تھے اور پانی میں جانے سے بہت ڈرتے تھے۔ بدرحوں کے سبب سے پانی میں کود پڑے۔ اس سے پھر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بدروحوں کا آدمیوں میں داخل ہونا ایک حقیقی امر تھا نہ کہ مالیخولیا یا مرگی۔اس جگہ ایک اورسوال پیدا ہوتا ہے جو نہایت غوراور تشریح طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا روحانی زندگی حیوانی زندگی پر کچھ اثر کرسکتی ہے ؟خیال تو ایسا گذرتا ہے کہ حیوانی زندگی روحانی زندگی کو قبول کرنے کی سمائی نہیں رکھتی ہے کیونکہ اس کے حرکات کے اظہار کے لئے ضروری اعضا نہیں رکھتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ روحانی اوراخلاقی مخلوقات اورحیوانات مطلق میں بڑا فرق ہوتا ہے ۔تاہم یہ مشکل ایسی نہیں کہ جو حل نہ ہوسکے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایسا ہوہی نہیں سکتا وہ یہ مانتے ہیں کہ ادنیٰ درجہ کی بادشاہت یعنی حیوانات کی بادشاہت ایسے طورپر محدود ہے کہ اعلیٰ درجہ کی بادشاہت کی تاثیروں سے موثر نہیں ہوسکتی پر گہری

تحقیقات اس خیال کے برخلاف ہے۔ اب جب یہ کہا جاتا ہے کہ روحانی زندگی کا اثر حیوانی زندگی پر پڑسکتا ہے تو یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دونوں طبقوں کی حد فاصل ٹوٹ جاتی ہے، بلکہ یہ کہ نیکی اوربدی دوقسم کی حالتوں کا اثرحیوانی طبقات پرپڑتا ہے نوشتے اسکی تصدیق کرتے ہیں کہ (توریت شریف کتاب پیدائش ۳باب آیت ۱۷اورانجیل شریف خطِ اہل رمیوں ۸باب ۱۸تا ۲۰)۔

آیت ۳۳، ۳۴۔اوردیکھو سارا شہر مسیح سے ملنے آیااورآپ کو دیکھ کر منت کی کہ ان کی سرحدوں سے باہر تشریف لے جائیں۔

دیکھو۔کیونکہ شہر کا نکل آنا بھی ایک تعجب خیز واقعہ تھا۔ سارا شہر۔ ایک عام محاورہ ہے جو ہم ہمیشہ استعمال کرتے ہیں اگرچہ کسی قدر مبالغہ کی بو دیتا ہے ۔حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ چرانے والوں نے جاکر نہ صرف بستی کے لوگوں کو بلکہ شہر کی نواحی میں خبردی چنانچہ شہراورآس پاس کے ملک کے لوگ بھی اس کے پاس آئے۔ حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ دیہات میں بھی خبر دی گئی۔اور سب ان کے پاس آئے۔اوریہ دونوں حواری بتاتے ہیں کہ انہوں نے

اس شخص کو جس پر بدروحیں تھیں۔" کپڑا پہنے اور ہوشیار اور مسیح کے پاؤں کے پاس بیٹھا دیکھا۔ اور ڈر گئے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیوں ان لوگوں نے مسیح سے درخواست کی کہ ان کو چھوڑ کر چلا جائے۔ شاید کچھ تو اس لئے کہ اس وقت ان کے مال کا نقصان ہو گیا تھا۔ اور وہ ڈرتے تھے کہ اگر یہ شخص یہاں رہا تو شائد اور نقصان بھی ہوگا۔ اور کچھ اس لئے کہ اس کی الٰہی قدرت کا اظہار دیکھ کر اور اپنی گنہگاری کو پہچان کر انہوں نے کچھ اسی قسم کا خیال کیا جس طرح حضرت پطرس نے کیا تھا۔ یعنی انہوں نے اپنے کو اس پاک شخص کی قربت میں رہنے کے قابل نہ پایا۔ لیکن حضرت پطرس میں اوران میں فرق یہ تھا کہ ان کو زیادہ تر خیال نقصان کا تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ اگر ایسا شخص ہمارے پاس رہا تو ہمارا نقصان ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ بڑے حلم سے جناب مسیح نے ان کی سرحدوں کو چھوڑا۔ تاہم وہ ان کے لئے اپنے پیچھے ایک عمدہ اور لائق استاد چھوڑ گئے۔ یعنی وہی شخص جس کو آپ نے شفا بخشی تھی۔ حضرت مرقس اور حضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص جو بدروحوں سے آزاد کیا گیا تھا چاہتا تھا کہ مسیح کے ساتھ رہے مگر جناب مسیح نے اسے فرمایا "اپنے گھر جاؤ اور پروردگار نے جو بڑے کام تمہارے ساتھ

کئے اورجو رحم تم پر کیا اس کا بیان لوگوں سے کرو۔ اوروہ گیا اوران بڑے کاموں کو مسیح نے اس کے ساتھ کئے تھے تمام شہرمیں سنایا یہ شخص اس کی قدرت اور رحمت کا محکم ستون تھا جو ان کے درمیان قائم کیا گیا ۔ حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ دکپلس میں اس نے مسیح کا نام سنایا ۔ مسیح نے اس جگہ کو پھر کچھ عرصے کے بعد دیکھا۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۵باب ۲۹آیت)۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔جس طرح شیطان اوربدورحیں مسیح کی پہلی آمد کے وقت چلائے اسی طرح ان کی دوسری آمد کے وقت چلائیں گے (انجیل شریف کتابِ مکاشفہ ۱۲باب ۱۲آیت)۔

۲۔حیوان اورانسان اوربدروحیں سب مسیح کے زیر فرمان ہیں۔

۳۔شیطانی طبعیت کا خاصہ ہے کہ جب وہ اوروں کو عذاب دینے سے روکی جاتی ہے تو اسے اپنا عذاب سمجھتی ہے ۔کیا ہم اوروں کو ستاتے ہیں۔ یا ان کہ دکھ سے خوش ہوتے ہیں؟پیارسے ناظر خوش ہونا تو بجائے خوداس سے غافل رہنا بھی معیوب ہے۔

۴۔روح کے نقصان کی مانند اورکوئی نقصان نہیں ہے۔ پس روح خواہ کیسی قیمت سے بچائی جائے ہم اسے گراں نہ سمجھیں۔

۵۔ہم یہاں سرگرمی کے ساتھ دعا مانگنے کی ایک مثال پاتے ہیں۔ تو بھی ہم اسے دعا نہیں کہہ سکتے ۔ اورپھرہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز مانگی گئی وہ بھی دی گئی ۔ مگر باوجود اس درخواست اوراجابت کے ہم اس مانگنے کو وہ دعا نہیں کہہ سکتے ہیں۔ جسے خداوند پسند اور قبول فرماتا ہے۔ پس ہم ہوشیار رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری دعائیں محض خود غرضی کی خواہشوں سے پیدا ہوں۔ اور ایک دیندار اورپر محبت اورپر بھروسہ دل سے نہ نکلیں۔ آیت ۳۱۔

۶۔اکثر خدا کے بندوں کی دعا کا جواب نہیں ملتا ۔ پریہ انکار ان کے لئے برکت کا باعث ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ بارہا شیطان (کتاب ِمقدس صحیفہ حضرت ایوب ۱باب ۱۱آیت)۔اور اس کے خادموں کی درخواستوں کا جواب ان کی مرضی کے مطابق دیا جاتا ہے ۔ مگریہ منظوری ان کے نقصان اورزیان کا باعث ہوتی ہے ۔

۷۔جسے مسیح نے بچایا ضرور ہے کہ وہ ان کے پاؤں کے پاس بیٹھے جواس کے بچائے ہوئے ہیں اوروہ کچھ نہیں چاہتے ۔ سوائے اس کے کہ اس کے ساتھ رہیں۔ دیکھو اس شخص نے جو بدروح سے چھڑایا گیا ایسا ہی کیا۔

۸۔جناب مسیح کے بندے کئی خیالات کے سبب سے اس کے پاس رہتے ہیں۔ نمبر۱ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں پھر اپنی پہلی بری حالت میں گرفتار نہ ہوجائیں۔ اس کی قربت میں رہائی ہے۔ نمبر۲ شکر گذاری کے سبب سے نمبر۳ اس کی خوبی کے جلال اورجمال کے سبب سے۔

۱۰۔لیکن کئی موقعہ ایسے بھی ہوتے ہیں جب اس کی صحبت چھوڑکر میدان جنگ میں اترنا پڑتا ہے۔ دعا اورکام دونوں باتیں مسیحی زندگی کے لئے ضروری عنصر ہیں اس شخص کو حکم ملا کہ وہ اپنے وطن کے لوگوں کو خدا کے کاموں سے مطلع کرے۔

۱۱۔بے دین دینداروں کی صحبت پسند نہیں کرتے وہ یہی چاہتے ہیں کہ وہ چلے جائیں۔

۱۲۔مسیح یہاں ایک مناد چھوڑتے ہیں اوروہ وہی ہے جسے انہوں نے شفا بخشی تھی۔

۱۳۔جو کوئی دنیا کی چیزوں کوپیارکرتا ہے مسیح بہت دیر تک اس کے دل میں نہیں رہیں گے نہ صرف گدارا سے بلکہ دلوں سے بھی جاتے رہیں گے۔

۱۴۔ خدا کی مہربانی صرف اس کی بظاہری مہربانیوں کے کاموں میں نہیں ہوتی بلکہ نقصانوں میں بھی ہوتی ہے۔

۱۵۔خدا نا شکروں کے پاس بھی منا د بھیجتا ہے ۔

۱٦۔مختلف موقعے اور صورتیں جن میں مسیح رد کئے گئے۔ (۱)ناصرت سے حسد کی وجہ سے (۲) گدارا کی وجہ خود غرضی اورکینہ ڈرتھا۔ (۳) سامریہ سے وجہ مجذوبیت (۵) گلیل سے وجہ مجذوبیت اورحکمت عملی ۔(۵)یروشلم سے وجہ سخت دلی۔

۱۷۔حضرت لوقابتاتے ہیں کہ مسیح نے اس کو جو بدروح سے رہا ہوا تھا یہ حکم کیاکہ جا اورخدا نے جو بڑے کام تجھ سے کئے ہیں۔ " سنا " اورپھرلکھا ہے کہ "وہ گیا" اوران بڑے کاموں کو جو مسیح نے اس کے ساتھ کئے تھے تمام شہرمیں سنایا" خدا کے بڑے کام مسیح کے بڑے کام ہیں۔ خدا میں اورمسیح میں کچھ فرق نہیں۔

جائیرس کی لڑکی کو زندہ کرنا

انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹باب آیت ۱۸ و۱۹اور۲۳تا ۲۶، حضرت مرقس ۵باب آیت ۲۲تا ۲۴اور۳۵تا ۴۳ ،حضرت لوقا ۸باب آیت ۱۴تا ۴۲ اور۴۹ تا ۵۶تک)

حضرت مرقس اورحضرت لوقا اس معجزہ کو ایسے طورپربیان کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اس وقت واقع ہوا جبکہ آپ (مسیح) نے گدارا کے ملک کو اس جگہ کے لوگوں کی درخواست کے مطابق چھوڑدیا۔لیکن حضرت متی اس واقعہ اوراس معجزے کے بیان کے درمیان کئی اورواقعات درج کرتے ہیں ۔ مثلاً مفلوج کو شفا بخشنا ، حضرت متی کو بلانا اور فریسیوں (یہودی علما کا ایک فرقہ) کے ساتھ بعض باتوں پر گفتگو کرنا ۔ لیکن تطبیق ودہندوں کی رائے کے مطابق صرف فریسیوں کے ساتھ باتیں کرنا اس معجزے کے پہلے واقع ہوا (انجیل شرف بہ مطابق حضرت متی ۹باب آیت ۱۰تا ۱۷)۔

انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹باب آیت ۱۸۔اور وہ یعنی سیدنا مسیح ان سے یہ باتیں کہہ ہی رہے تھے ۔ان لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سردار نے عین اس وقت درخواست کی جبکہ آپ

حضرت یوحنااور فریسیوں کے شاگردوں سے باتیں کررہے تھے۔ (مقابلہ کریں آیت ۱۴ کے ساتھ) پس یہ معجزات کفرناحوم میں واقعہ ہوئے۔

دیکھو ایک سردار نے آکر سجدہ کیا اور کہا کہ میری بیٹی ابھی مری ہے لیکن آپ چل کر اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیں تو زندہ ہوجائے گی۔

ایک سردار نے آکر سجدہ کیا لفظ سرداراکیلا صاف مطلب بیان نہیں کرتا کیونکہ اس سے مراد سنہیڈرین (یہودیوں کی شرعی عدالت) کا ممبربھی ہوسکتا ہے۔ جیساکہ نقودیمس یہودیوں کا سردار کہلاتا تھا۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۳باب آیت ۱) مگر حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ وہ عبادت خانہ کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ عبادتخانہ کے سردارعبادت کا اہتمام کیا کرتے تھے (انجیل شریف اعمالراسل ۱۳باب ۱۵آیت) اورلوگوں کے سوشل رشتوں اورچال چلن پربھی ان کا اثرپڑتا تھا۔ پس یہ شخص عزت والا آدمی تھا۔ حضرت لوقا اورحضرت مرقس بتاتے ہیں کہ اس کا نام جائیرس تھا۔ اوروہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ عبادت خانہ کا سردارتھا۔ اس میں شک نہیں تھا عبادت خانہ کفرناحوم کا تھا۔ جہاں اس وقت جناب

مسیح موجود تھے۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹باب ۱آیت) اورغالباً یہ سرداران لوگوں میں شامل تھا جو بعد میں صوبہ دار کی سفارش کے لئے مسیح کے پاس آئے ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۷باب ۲۳آیت) حضرت متی شائد اس واسطے اس کا مفصل حال نہیں لکھتے کہ وہ صرف اصل واقعہ کو بیان کرنا چاہتے ہیں۔

انہیں (مسیح) سجدہ کیا۔ حضرت مرقس اورحضرت لوقا کہتے ہیں کہ وہ آپ کے قدموں پر گرا ۔ یہ گویا حددرجہ کا تعظیم کا اظہار تھا۔ واضح ہو کہ اس شخص کی تکلیف اسے مسیح کے پا س لائی ۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ ملازم کے بیٹے کے شفا یاب ہونے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۴باب ۳۱آیت تا ۴۲) اورمفلوج کے شفا پانے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۵باب آیت ۱۲تا۲۶)اورصوبہ کے لڑکے کے تندرست ہونے (انجیل شریف بہ مطاب حضرت لوقا ۷باب آیت ۱تا۱۰)کے واقعات نے جو کفرناحم میں سرزد ہوئے اس پرکچھ اثر پیدا نہ کیا۔ مگراب جبکہ خود ضرورت میں مبتلا ہوا تواس نے ان باتوں کو یاد کیا۔ اوردلیر ہوکر مسیح کے پاس آیا۔ اورآپ کے سامنے گرا اورآپ کو اپنے دکھ سے آگاہ کیا۔

میری بیٹی ابھی مری ہے۔ حضرت مرقس بیان کرتے ہیں کہ اس نے یہ الفاظ بڑی منت اورسماجت کے ساتھ کہے۔ علاوہ بریں حضرت مرقس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی ایک چھوٹی سی لڑکی تھی جو ابھی مری نہیں تھی بلکہ قریب المرگ تھی اور حضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی اکلوتی بیٹی تھی ۔اورعمر میں بارہ برس کی تھی۔ ان باتوں کی تفصیل کا ظاہر کرنا حضرت لوقا کے پیشہ طبابت سے مناسبت رکھتا ہے۔ پھر یہ بات بھی غورطلب ہے کہ اس بیان میں دو دفعہ بارہ کا عدد مذکورہوا ہے۔ یہ لڑکی بارہ برس کی تھی اور ایک عورت کا خون بارہ برس سے جاری تھا۔ اگرکسی نے فریب دینے کو یہ معجزہ گھڑا ہوتا وہ ان دونوں معجزوں میس اس عددی مشابہت کو ہرگزنہ رہنے دیتا۔ حضرت مرقس کی طرح حضرت لوقا بھی یہی خبردیتے ہیں کہ لڑکی مری نہیں تھی پر مرنے پر تھی ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب آیت ۲۳اور حضرت لوقا ۸باب ۴۲آیت) اب حضرت متی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا سردار کہتا ہے کہ لڑکی مرگئی ہے پر حضرت مرقس اورحضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابھی مری نہیں تھی۔ بلکہ قریب المرگ تھی۔ اورباقی بیان بھی حضرت مرقس اورحضرت لوقا کی تائید کرتا ہے۔ کیا

ان دونوں بیانوں میں اختلاف نہیں ہے ؟نہیں ان میں اختلاف نہیں ہے ۔ کیونکہ جس وقت جائیرس نے اسے چھوڑا تھا وہ قریب المرگ تھی۔ اوروہ جانتا تھا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد وہ کام تمام ہوجائے گا ۔ پس جس وقت وہ مسیح کے ساتھ باتیں کرتا تھا اسے یہ خیال تھاکہ لڑکی شائد اب مرگئی ہوگی۔ مگرچونکہ پختہ طورپرنہیں جانتا تھاکہ وہ مرگئی ہے لہذاکبھی اسے مردہ اورکبھی قریب المرگ بناتا ہے ۔ اس معاملہ کو جو عین ہمارے دستوراورتجربہ کے مطابق ہے۔ اختلاف کہنا بڑے تعجب کی بات ہے وہ مضطرب حالت میں تھا۔ اوربولنے سے پہلے اپنے الفاظ کو میزان حقیقت میں تو ل نہیں سکتا تھا۔

لیکن چل کر اپنا ہاتھ اس پر رکھئیے،تو وہ زندہ ہوجائے گی۔شاید جائیرس خیال کرتا تھا کہ یہ ضروری امر ہے کہ مسیح آئیں اورلڑکی کے جسم کو چھوئیں۔ جیسا کہ اسی شہر کے بادشاہ کا ملازم خیال کرتا تھا۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۴باب آیت ۴۶تا۴۹) لیکن صوبہ دار زیادہ صحیح خیال کاآدمی تھا۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۸باب ۸آیت) اس کی دعا ایمان اور بے اعتقادی کا عجیب مرکب ہے۔ وہ خیال کرتا تھا کہ آپ کا جانا ہی

لڑکی کی شفا کے لئے ضروری ہے ۔ لیکن مسیح راستہ میں دیر لگاتے ہیں جس سے اس کی فکر اور تردد اور بھی دوبالا ہو جاتا ہے ۔

آیت نمبر ۱۹۔ مسیح اٹھ کر اپنے شاگردوں سمیت اس کے پیچھے ہو لئے ۔

حضرت مرقس اور حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ نہ صرف آپ کے شاگرد بلکہ اور لوگ بھی آپ کے پیچھے ہو لئے ۔ تاکہ دیکھیں کہ آپ کے جانے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اس موقعہ پر ایک اور معجزہ سرزد ہوا۔ یعنی اس عورت نے شفا پائی جس کے بارہ برس سے خون جاری تھا۔ لیکن اس معجزہ کا بیان علیحدہ کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ ایک علیحدہ واقعہ ہے گو اس کا تعلق ایک طرح اس سے بھی ہے کیونکہ اس سے اس سردار پر ایک عجیب اثر پیدا ہوتا ہے اس کی لڑکی قریب المرگ تھی اور اس کا ایک ایک دم باپ کے لئے غنیمت تھا پس وہ چاہتا تھا کہ مسیح جلد جائیں اور اس کی لڑکی کو شفا بخشے۔ لیکن وہ تاخیر کرتے ہیں چنانچہ آپ ٹھہر جاتے ہیں اور اپنے شاگردوں سے یہ استفسار کرتے ہیں کہ مجھے کس نے چھوا اور پھر اس عورت سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ پس ان باتوں کے سبب خاصی دیر لگ جاتی ہے یہ دیر اس سردار کے ایمان کی آزمائش تھی لیکن وہ اس آزمائش میں پورا

اترتا ہے کیونکہ دیر ہورہی ہے اور وہ صبر کرتا ہے ۔ اور مسیح کے وقت کا منتظر کھڑا ہے ۔ حضرت مرقس اور حضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسیح اس عورت سے کلام کررہے تھے اس وقت اسے لڑکی کے مرجانے کی خبر پہنچی حضرت لوقا بیان کرتے ہیں کہ فقط ایک نوکر آیا ۔ حضرت مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ کئی لوگ اس کے پاس یہ خبر لائے ۔اس بیان میں بھی اختلاف کو جگہ نہیں کیونکہ حضرت لوقا اس شخص کا ذکر کرتے ہیں جو خاص طور پر پیغام کے ساتھ روانہ کیا گیا تھا ۔ اورحضرت مرقس اس کے ساتھ اور لوگوں کو بھی شامل کردیتا ہے جو آپ ہی آپ اس خاص نوکر کے ساتھ چلے آئے تھے ۔ بری خبر کے پہنچانے میں لوگ خود بخود شامل ہوجاتے ہیں انہوں نے آکر اس سے کہا "تیری بیٹی مرگئی" استاد کو کیوں تکلیف دیتا ہے "(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب آیت ۳۵وحضرت لوقا ۸باب آیت ۴۹) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے ۔کہ وہ اپنے خاندان کی صلاح اور رضا مندی سے آیا تھا (لینگی) او ریہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ گو وہ یہ ایمان تو رکھتے تھے کہ مسیح زندگی کے کمزور سے شعلہ کو بھی زوآور بنا سکتا ہے پر یہ ایمان نہیں رکھتے تھے کہ آپ میں یہ طاقت بھی ہے کہ بجھی ہوئی آگ کو پھر

روشن اورزندہ کریں۔پس اب ان کی امید ینقطع ہوگئی تھی ۔ اورباپ کی امید بھی جاتی رہتی اگرجناب مسیح ہمت بخش الفاظ سے اس کی طرف مخاطب نہ ہوتے ۔ اگراس کا ایمان بھی جاتا رہتا تو معجزہ وقوع میں نہ آتا کیونکہ ایمان شرط ہے ۔ سو مسیح نے اس کے ایمان کو سنبھالا جب آپ نے یہ تسلی بخش الفاظ اس کے سامنے بیان فرمائے " خوف نہ کر صرف اعتقاد رکھ وہ بچ جائے گی " (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۸ باب آیت ۵۰) اورلکھا ہے کہ آپ نے یہ الفاظ نوکروں کا پیغام سنتے ہی کہے۔ حضرت لوقا کہتے ہیں" مسیح نے سن کر اسے جواب دیا " کہ خوف نہ کر" وغیرہ صحیح ترجمہ یہ ہے "جوں ہی مسیح نے سنا "کیونکہ یونانی الفاظ پرزورہے ۔حضرت مرقس کہتے ہیں کہ نوکروں نے جو بات کہی مسیح نے اس کی طرف کچھ توجہ نہ کی ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵ باب آیت ۳۶) مطلب یہ ہے کہ مسیح نے فوراً اس کے ایمان کو مضبوط کیا اوراس کے دل کو ڈھارس دی ۔

آیت نمبر ۲۳،۲۴اورجب مسیح سردار کے گھر میں تشریف لائے اوربانسلی بجانے والوں اوربھیڑکو غل مچاتے دیکھا ۔ تو کہا ہٹ جاؤ کیونکہ لڑکی مری نہیں بلکہ سوتی ہے ۔ وہ

آپ پر ہنسنے لگے۔یہ بیان گویا مشرقی دستورات کی ایک عکاسی ہے ۔ مرنے والے کی چارپائی کے اردگرد اس کے رشتہ دار اور احباب جمع ہیں۔ اور جونہی روح بدن سے جدا ہوتی ہے یونہی آہ بکا کا شور اور گریہ زاری کا غل شروع ہوجاتا ہے ۔اس اظہار غم میں مدد دینے کے لئے بعض بعض عورتیں اجرت پر بلائی جاتی ہیں اور بعض صاحب توفیق گویوں کو بھی بلاتے ہیں جو دل سوز مرثیہ گاتے ہیں۔ (کتاب مقدس حضرت یرمیاہ کا صحیفہ ۹باب ۱۷آیت ،۱۶باب ۶آیت ،صحیفہ حضرت حزقی ایل ۲۴باب ۱۷آیت ،حضرت عاموس ۵باب ۱۶آیت ،۲تورایخ ۳۵باب آیت ۲۵) سیاحوں نے آج کل بھی اس قسم کے دستورات کو مصر اور فلسطین میں مروج پایا ہے ۔

پس بانسلی بجانے والے اور غل مچانے والے وہ لوگ تھے جو اجرت لے کر ماتم اور غم کی رسومات کو ادا کیا کرتے تھے (پنجابی سیاپا اور جاجک اس کی نظیر میں ہیں) مسیح نے ان کو کہا ہٹ جاؤ اس لئے کہ اس موقع پر ان کی ضرورت نہ تھی ۔ وہ آگے چل کر افتاح کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۷باب آیت ۳۴) جب آپ نے یہ لفظ کہا تو اس کی روح پھر آئی اور وہ اسی دم اٹھی ۔ حضرت مرقس میں یہ ہے کہ چلنے پھرنے لگی (انجیل شر

یف بہ مطابق حضرت مرقس ۵ باب آیت ۴۲) مسیح نے حکم دیا کہ اسے کھانے کو دو (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۸ باب آیت ۵۵) یہ حکم اس لئے دیا کہ اس کی طاقت بڑھے ۔ اور کوئی اشتباہ اس قسم کا نہ رہے کہ وہ زندہ نہیں ہوئی کوئی نہ سمجھے کہ وہ روح ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۲۴ باب آیت ۴۱ وحضرت یوحنا ۲۱ باب آیت ۵،اعمالراسل ۱۰ باب آیت ۴۱) زندگی کے مالک مسیح ہیں اور زندگی آپ سے آتی ہے مگر فضل کے وسائل اس زندگی کو مضبوط کرتے ہیں ۔ حضرت لوقا میں یہ حکم بھی ہے کہ یہ ماجرا کسی سے بیان نہ کیا جائے ۔

آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا ۔ مردہ لاش کو چھونا ،کوڑھی کو چھونے یا خون والی عورت کو ہاتھ لگانے کی مانند شریعت کے رو سے اعلیٰ درجہ کی ناپاکی کا باعث سمجھا جاتا تھا ۔ لیکن مسیح بجائے اس کہ ان کو چھوکر ناپاک ہوں ان کو پاک کرتے ہیں۔

دیکھو خون بہتی ہوئی عورت سے ظاہری اقرار طلب کیا گیا ۔ مگر جائیرس کو تاکید کی گئی کہ کسی سے معجزے کا ذکر نہ کرے ۔پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس معجزے کا بالکل بیان نہ کیا جائے بلکہ یہ کی فوالفور ہر کس وناکس کے سامنے عام طور پر چرچا نہ

کیا جائے۔ کیونکہ اگر کیا جاتا تو ان معجزوں کے وسیلے جو علی التواترد وقوع میں آرہے تھے بڑی تحریک پیدا ہوتی۔

اس موقع پر اس بات کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنے کے معجزوں میں آنخداوند مسیح کی قدرت زیادہ ظاہر ہوئی ۔کیونکہ مردوں کو زندہ کرنا ایسا اظہار قوت اعجاز کا ہے کہ اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہتا۔ بیماری اور صحت میں تو ایک قسم کا نیچرل تعلق پایا جاتا ہے ۔یعنی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بیماری کے بعص صحت آتی ہے اور طوفان کے بعد امن کی حالت نمودار ہوتی ہے ۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ اگر جناب مسیح اپنے معجزے سے طوفان کو بند نہ کرتے تو فطرت خود بخود کچھ عرصہ کے بعد اس کو تھمادیتی ۔ لیکن موت اورزندگی نیستی اور ہستی میں کوئی ایسا نیچرل رشتہ نہیں پایا جاتا ۔پس مردوں سے زندہ کرنا ایسا کام تھا جو اور معجزوں کی نسبت زیادہ نیچر کے انتظام سے برتر تھا اوریہی سبب ہے کہ ان معجزوں پر دشمنوں نے زیادہ حملے کئے ہیں۔

دوسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ مردوں میں سے زندہ کرنے کے سب معجزے ایک ہی قسم کے نہ تھے بلکہ طرح طرح کے تھے۔

اوران سے مسیح کی قدرت کے مختلف درجے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً جس وقت یہ معجزہ سرزد ہوا اس وقت روح تن سے ابھی جدا ہوئی تھی جب بیوہ کا لڑکا زندہ کیا گیا اس وقت روح کو بدن سے پرواز کئے زیادہ وقت گزرگیا تھا۔ اور جب لعاذر زندہ کیا گیا اس وقت چار دن گزر گئے تھے۔ مسیح موت کے ہر درجہ میں ہم کو جلا سکتے ہیں۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔جائیرس اور بیمار عورت کے ایمان کا مقابلہ بڑا نصیحت خیز سبق ہے ۔ جائیرس بڑی دلیری سے آتا ہے اور بظاہر اس کا ایمان بڑا مضبوط معلوم ہوتا ہے ۔ مگر درحقیقت کمزور عورت ڈرتی ہوئی آتی ہے۔ مگر اس کا ایمان بہت مضبوط ہے ۔ کلیسیا میں بہت لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ جن کا ایمان یا تو جائیرس کے ایمان کی مانند یا اس بیمار عورت کے ایمان کی مانند ہوتا ہے۔

۲۔ان دونوں معجزوں کا ذکر ایک ہی بیان میں منسلک ہے ان معجزوں کی صداقت پر دال ہے کیونکہ کوئی فریبی ان معجزوں کو اس طرح آپس میں نہ ملاتا۔

۳۔لعاذر کے جلائے جانے کے ساتھ مقابلہ ۔ مسیح اس موقعہ پر بھی یعنی لعاذر کی بیماری کے وقت بھی مدد پہنچانے میں دیر کرتے

ہیں۔ دونوں حالتوں میں موت کو آنے کی مہلت دیتے ہیں۔ دونوں حالتوں میں موت کو نیند سے تشبیہ دیتا ہے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی تین اناجیل کا مسیح حضرت یوحنا کی انجیل کے مسیح سے مختلف نہیں ہے۔

۴۔غمزدہ باپ کے لئے مسیح سب پناہ گاہوں سے بڑی اور محفوظ پناہ گا ہے ۔

۵۔مسیح ایمان کی کاملیت کو نہیں بلکہ اس کی سچائی کو دیکھتے ہیں۔

۶۔خوف مت کھا صرف اعتقاد رکھ۔ یہ بات جو اس سے مطلب کی جاتی ہے (۱) حیرت انگیز ہے کیونکہ لڑکی مرچکی ہے تاہم مسیح کہتے ہیں خوف مت کھا۔ (۲) مگر واجب ہے (۳) ممکن ہے ۔ (۴) فائدہ بخش ہے۔

۷۔پانچ اور باتیں سیکھتے ہیں۔ (۱)منت کرنے والا کا ایمان قبول کیا جاتا ہے ۔ (۲)سرگرم ایمان کی آزمائش کی جاتی ہے ۔ (۳)کمزور ایمان کی تقویت کی جاتی ہے ۔ (۴)محکم ایمان پر کامیابی کا تاج رکھا جاتا ہے ۔ (۵)شکر گزار ایمان کامل کیا جاتا ہے اور ان سب برکتوں کا بانی مسیح ہے ۔

۸۔سونا، موت کا نمونہ ہے (۱)پہلے تکان آتی ہے (۲)پھر آرام آتا ہے ۔(۳)پھر بیداری آتی ہے ۔جس طرح مسیح جسمانی موت سے زندہ کرتے ہیں اسی طرح وہ روحانی موت سے زندہ اور غفلت کی نیند سے بیدار کرتا ہے۔

۹۔مسیح زندوں اور مردوں کا بادشاہ ہے۔

۱۰۔لوگ مسیح اور ان کے شاگردوں پر ہنسی کرتے ہیں۔ لیکن ان کی ہنسی مسیحیوں کو اچھے کاموں سے نہ روکے ۔ دیکھو یہاں لوگوں کی ہنسی سے مسیح زندہ کرنے کے اچھے کام سے نہ رکے۔

۱۱۔ان مصیبت زدوں کی حالت سے پولس تعلیم کی صداقت ظاہر ہوتی ہے (انجیل شریف خطِ اہل رومیوں ۵باب ۳آیت)

۱۲۔دیکھو مسیح کی رزاقی کوئی بات نہیں بھولتی خواہ وہ کیسی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو۔آپ نے اس لڑکی کو زندہ کرنے کے بعد اس بات کو بھی یاد رکھا کہ اسے کھانے کی ضرورت ہوگی ۔ مسیح نہ صرف بڑے بڑے کام وفرائض ادا کرتے ہیں بلکہ چھوٹے کاموں کو بھی نہیں بھولتے ۔

بارہ برس کی بیمار عورت کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹ باب ۲۰ تا ۲۲ آیت ،حضرت مرقس ۵ باب ۲۵ تا ۳۴ آیت ،حضرت لوقا ۸ باب ۴۳ تا ۴۸ آیت)

ہم نے پچھلے معجزہ کے مطالعہ میں دیکھا کہ اس عورت کا بیان ان تینوں بیانات میں جو پہلی تین انجیلوں میں پائے جاتے ہیں گندھا ہوا ہے ، حضرت مرقس اور حضرت لوقا کا بیان مفصل پایا جاتا ہے ۔ اور حضرت متی میں اختصار کے ساتھ۔ مگر تینوں بیانوں کے ملانے سے کل حال معلوم ہوجاتا ہے ۔ جب جناب مسیح جائیرس کے یہاں اس کی لڑکی کو زندہ کرنے جارہے تھے اس وقت راستے میں یہ معجزہ سرزد ہوا۔

ہم نے دیکھا کہ جب وہ جائیرس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے تو لوگ یہ دیکھ کر کہ مسیح اس کی مردہ یا مرنے والی لڑکی کو شفا بخشنے چلے ہیں تو آپ کے پیچھے ہولئے اور آپ پر گرے پڑتے تھے اس وقت ایک عورت نے پیچھے سے آکر آپ کی پوشاک کا کنارہ چھوا۔ (انجیل شرف بہ مطابق حضرت متی ۹ باب ۲۰ آیت)۔

حضرت مرقس کہتے ہیں کہ پیچھے سے آکر (۱) شائد اس لئے کہ وہ آپ سے ڈرتی تھی۔ (۲) یا اس لئے کہ بیماری کے سبب اسے شرم کھاتی

تھی۔ او ریہ خیال دامنگیر تھاکہ اگر ظاہر ہوگئی تو مجھے شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ (۳)یا شائد یہ سوچتی تھی کہ میری بیماری اوروں کو ناپاک کردے گی اورلوگ مجھے دیکھ کر جھڑکیں گے اورغصے ہوں گے ۔ (توریت شریف احبار۱۵باب ۲۵آیت)۔حضرت مرقس اس کا اس طرح بیان کرتے ہیں۔

انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب ۲۵تا ۲۶ آیت

پھر ایک عورت جس کے بارہ برس سے خون جاری تھا۔ اور اس نے حکیموں سے بڑی تکلیف اٹھائی تھی اوراپنا سب مال خرچ کرکے کچھ فائدہ نہ پایا تھا بلکہ زیادہ بیمار ہوگئی تھی۔بارہ برس تک اس عورت نے حکیموں کا علاج کیا۔مگر بجائے فائدہ کے اس کا مرض اوربڑھتا گیا۔ اوراس علاج معالجہ میں جوکچھ اس کے پاس تھا وہ سب صرف ہوگیا اوراب غریبی اورافلاس کی حالت میں مبتلا تھی۔ اس کا سب مال ضائع ہوگیا۔ مگرمرض کوکچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک مسیحی عالم کے خیال کے مطابق ظاہرہوتا ہے کہ یہ لعاذرکی بہن مارتھا تھی۔ایک اورروایت یہ کہتی ہے کہ وہ ویرونیکا تھی۔

حضرت متی ۹ باب ۲۱ آیت وہ اپنے جی میں کہتی تھی کہ اگر صرف اس (مسیح) کی پوشاک چھولونگی تو اچھی ہوجاؤں گی ۔ جیسا ہم اوپر بیان کرآئے ہیں کہ حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ یہ عورت "مسیح کا حال سن کر بھیڑمیں آپ کے پیچھے سے آئی " اورآپ کی پوشاک کو چھوا اس عورت کا ایمان غورطلب ہے ۔ اس کا وہ ایمان جس کی وجہ سے اس نے مسیح کی پوشاک کا کنارہ چھوا سچا ایمان تھا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ مسیح نے کہا کہ " تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا۔" (انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹ باب ۲۲ آیت) تاہم اس کی قدرت کی شفا بخش تاثیر کی نسبت جو خیال اس کے دل میں تھا اس میں کسی قدر غلطی بھی مشتمل تھی وہ یہ جانتی تھی کہ مسیح تو اپنی پاک مرضی کی قدرت سے صحت اور شفا بخشتے ہیں۔ برعکس اس کے وہ یہ سوچتی تھی کہ شائد اس کے جسم میں اور نیز اس جگہ جہاں وہ کھڑے ہوتے ہیں کچھ ایسی جادو بھری تاثیر پائی جاتی ہے کہ اگر میں ان کا دامن چھولوں تو اچھی ہوجاؤں گی۔ دوسری بات غورطلب یہ ہے کہ ہم یہ خیال نہ کریں کہ اس نے اس کا دامن اس لئے چھوا کہ اس کے بدن کو نہیں چھوسکتی تھی۔ بلکہ اس لئے کہ وہ اس دامن کو خاص قدرت کا مصدر تصور کرتی تھی۔ یہودیوں کے دامن میں نیلی

مغزی لگی ہوئی ہوتی تھی اوروہ خدا کے خاص حکم سے لگائی جاتی تھی۔ اورمقصد اس کا یہ تھا کہ یہودیوں کو یاد دلائے کہ وہ خدا کے بندے ہیں او راس کے احکام کا بجالانا ان پر فرض ہے (توریت شریف کتاب گنتی ۱۵باب ۳۷تا ۴۰آیت اورکتاب استشنا ء ۲۲باب ۱۲آیت)۔اب یہ بات بڑی عزت کا باعث سمجھی جاتی تھی اورجو لوگ چاہتے تھے کہ دیندار کہلائیں وہ اس دامن کو بڑا چوڑا بنایا کرتے تھے۔ (دیکھو فریسیوں کا حال انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۳باب ۵آیت)۔ گو اس عورت کا ایمان ایک طرح ناکامل تھا تاہم سچا تھا۔ اوراسی لئے وہ اس کی مایوسی کا باعث نہ ہوا بلکہ اس کے لئے وہ برکت لایا جس برکت کی وہ متلاشی تھی۔

شفا بخش معجزوں کی یہ خاصیت تھی کہ شفا دینے اورشفا پانے والے میں کسی نہ کسی طرح کا تعلق یا اتصال یا ربط پایا جائے خواہ وہ کیسا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔ مثلاً حضرت پطرس کا سایہ (انجیل شریف اعمالرسل ۵باب ۱۵آیت)حضرت پولوس کا رومال (اعمالرسل ۱۹باب ۱۲آیت)۔

۲۲آیت مسیح نے پھر کر ---۔ پس وہ اسی گھڑی اچھی ہوگئی۔ حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ اس کا خون فوراً بند ہوگیا اور

اس نے اپنے بدن میں معلوم کیا کہ میں نے اس آفت سے شفا پائی جس برکت کی وہ جویاں تھی وہ (۱)اس کو مل گئی(۲) فوراّ مل گئی (۳)کامل طورپر مل گئی (۴) اس نے جان لیا کہ مجھ کو مل گئی ۔حضرت مرقس اس موقعہ پریہ خبر دیتے ہیں کہ" مسیح نے فوراّ اپنے میں معلوم کرکے مجھ میں سے قوت نکلی ۔ اس بھیڑمیں پھرکر کہاکس نے میری پوشاک چھوئی (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب ۳۰آیت)۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خیال یہ عورت اس کی شفا بخش قدرت کی نسبت رکھتی تھی وہ صحیح تھا۔ یعنی یہ کہ بغیر ارادہ اس میں سے قدرت نکلتی تھی۔ لیکن ہم یہ نہیں مان سکتے کہ اس کی قدرت کا یہ خروج اس کی مرضی کی اجازت کے بغیر واقع ہوا تھا۔ کیونکہ جیسا اورموقع پر ہوا ویسا ہی اس موقعہ پر بھی ہوا۔ دوسرے موقع کے بارہ میں لکھا ہے کہ لوگ ان کو چھونے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ قدرت آپ میں سے نکلتی اورسب کو شفا بخشتی تھی ۔ (انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۶باب ۱۹آیت)۔مگر اس موقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ جانتا تھا کہ قدرت مجھ سے نکلتی ہے اگر ہم یہ مان لیں کہ قدرت خود بخود اس سے نکلتی تھی اوربیماروں کو شفا بخشتی تھی حالانکہ وہ ان کی

روحانی حالت سے واقف نہ تھے تو ہم ان اخلاقی مطالب کو کھودیں گے جو سب باتوں سے زیادہ ضروری ہے۔

کس نے میری پوشاک چھوئی۔ لوگ اس سوال کو دلیل کے طورپر پیش کرکے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گویا یہ شفا بے اس کے جانے وجود میں آئی۔ اورنیزیہ مطلب نکالتے ہیں کہ وہ اس شخص کو جس نے اس کا دامن چھوا نہیں جانتا تھا۔ کیونکہ اگر جانتا تھا توکیوں ایسا سوال کرتا اوراگر جان بوجھ کراس نے یہ سوال کیا تو یہ صداقت کے خلاف تھا؟اس کا جواب یہ ہے۔

۱۔کہ وہ جو نتھانی ایل کو اپنی عالم الغیبی سے دیکھ سکتا تھا اوراس بات کا محتاج نہ تھا کہ کوئی اس کو آدمی کا حل بتائے کیونکہ خود جانتا تھاکہ انسان میں کیا ہے۔ ممکن نہیں کہ اس عورت اوراس کے احوال سے ناواقف ہو۔

۲۔اوریہ سوال کہ " اگروہ جانتا تھا کہ مجھے کس نے چھوا تو اس نے کیوں یہ سوال کیا" لاجواب نہیں ہے۔ہم کہتے ہیں کہ اس نے اس لئے یہ سوال کیا اسے ایک عمدہ مطلب مدنظر تھا۔ اوروہ اس عورت کے سارے قصے سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ اگراس کا شفا پانا مخفی رہتا اوروہ برملا اقرارنہ کرتی کہ اس نے مسیح کے طفیل سے صحت پائی

ہے تو یہ شفا اس کے لئے اوراس کی روحانی زندگی کے لئے ایسی مفید نہ ہوتی جیسی اب ہوئی۔ جبکہ اس نے برملا اس کے سامنے کانپتے اور ڈرتے ہوئے آکر اوراس کے پاؤں پر گرکر اقرارکیا۔ اگروہ چپ رہتی تو یہ باطل خیال لوگوں کے درمیان مروج ہوتا کہ بغیر اس کے جانے اور ارادہ کرنے کے خود بخود اس کے جسم سے شفا دینے والی طاقت برآمد ہوتی ہے۔ پس اس نے اس لئے یہ سوال کیا کہ اس سے اقرار کرائے تاکہ اس کا باطل خیال دوراوراس کا ایمان مضبوط کیا جائے اورشکرگزاری کی روح بڑھائی جائے۔

۳۔پھر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسیح کا ایسا ظاہر کرنا کہ میں نہیں جانتا کہ مجھے کس نے چھوا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ کس نے چھوا ہے صداقت کے خلاف ہے ۔ ہماری رائے میں یہ اعتراض بھی وقعت کے لائق نہیں۔ اگرباپ اپنے بچوں میں سے کسی کو قصورکرتے دیکھ کر چپ رہے اوربچے سے پوچھے کہ یہ کام کس نے کیا ہے اوراس کی غرض اس سے یہ ہوکہ اس کے منہ سے قصورکا اقرارکرائے تو کون اس باپ کو یہ کہے گا کہ اس نے صداقت کے خلاف کام کیا ہے ؟کیا خدا نے صداقت کے خلاف کام کیا جب اس نے آدم سے پوچھا "تو کہاں ہے ؟"یا حضرت الیشع جھوٹ بولے جب انہوں نے ججازی سے

سوال کیا" اے حجازی تو کہاں سے آیا ہے ؟" (بائبل مقدس ۲سلاطین ۵باب ۲۵آیت)۔حالانکہ اس کا دل تمام راستے میں اس کے ساتھ رہا " اب ان دونوں حالتوں میں ایک اخلاقی غرض پائی جاتی تھی۔ جس کے سبب سے یہ سوال کئے گئے تھے اور وہ یہ کہ قصور آدم اور حجازی کرچکتے تھے مگر اس کا اقرار کیا جاتا اور وہ پچھتاتے تو ان کا قصور معاف کیا جاتا ۔ مگر انہوں نے اس موقع کو کھودیا لیکن اس عورت نے جس کا قصور بہت ہی خفیف تھا موقع کو نہ کھویا اس کو فضل عطا کیا گیا کہ وہ اس موقعہ کو کام میں لائے ۔

(وہ تمام تفسیریں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اس عورت کا چھپنا اس کے ایمان کی خوبی پر دلالت کرتا ہے اور کہ اس نے یہ کام اس واسطے چھپ کرکیا کہ وہ اپنی تعریف کروانا نہیں چاہتی تھی بے بنیاد ہیں) ۔

لیکن اس سوال سے کئی پر مطلب اور پر معنی خیالات پیدا ہوتے ہیں ۔ مثلاً ایک یہ کہ صرف اسی نے ایمان کے ہاتھ سے چھوا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت لوگ مسیح پر گرے پڑتے تھے اور اس کے ساتھ مس بھی پیدا کرتے تھے مگر ان کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ جس کا مس وہ شئے نہیں جس کی ضرورت ہم کو ہے ۔ بلکہ ہمارا ایمان وہ شئے ہے جو ہمیں حقیقی طور پر مسیح سے ملاتا ہے ۔ اسی سے مسیح کی قدرت اور

ہماری ضرورت میں ربط پیدا ہوتا ہے۔ کلیسیا میں بھی بہت لوگ مسیح پر گرے پڑتے ہیں نام اوررسوم کے وسیلے اس کے نذدیك آتے ہیں۔لیکن یہ اتصال خارجی ہے وہ ایمان سے نہیں آتے اوراس لئے زندگی اورحقیقی شفا بھی نہیں پاتے ہیں۔

یاد رہے کہ قدرت کا نکلنا برقی روکی مانند نہیں تھا۔ کہ خواہ وہ چاہتے یا نہ چاہتے ۔ یہ قدرت ضروران سے برآمد ہوتی ۔کوئی قدرت ان سے نہیں نکلتی جب تك وہ نہیں چاہتے کہ نکلے۔ مگروہ ہمیشہ مدد کرنے کے لئے تیارہیں۔ اورجہاں کہیں ان کو ایما ن اوربھروسہ دکھائی دیتا ہے وہاں مدد کرنے کوتیارہیں اوریہ بات کہ مسیح خداوند سے قدرت نکلتی ہے حیران کرنے والی بات نہیں ہے ۔ جس طرح روح پاك باپ (پروردگار) سے نکلتی ہے اسی طرح یہ قدرت مسیح سے برآمد ہوتی ہے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۵باب آیت ۲۶)۔

انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب ۳۱آیت ۔ان (مسیح) کے شاگردوں نے آپ سے کہا آپ دیکھتے ہیں کہ بھیڑآپ پرگری پڑتی ہے پر آپ کہتےہیں کہ مجھے کس نے چھوا؟ حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ جب لوگ انکارکرنے لگے تب حضرت پطرس اورآپ کے دیگرساتھیوں نے یہ بات کہی اوروہ یہ

بھی بتاتے ہیں کہ مسیح نے یہ سن کر پھر کہاکہ کسی نے مجھے چھوا ہے ؟کیونکہ قوت مجھ سے نکلی ہے ۔ حضرت پطرس کا یہ جواب عین اس عادت اورطبعیت کے موافق تھا۔ وہ ابھی تک یہ خیال کرتا ہے کہ شائد کسی نے اتفاقیہ طورپر اس کو چھولیا ہے۔ وہ ابھی ایمان کے مس کو اتفاقی اورظاہری مس سے اختیارنہیں کرسکتا ۔ دیکھو ممکن ہے کہ کئی ایسے شاگرد جوہر وقت مسیح کے ساتھ رہتے ہیں وہ ظاہری اورباطنی ۔رسمی اورایمانی مس میں امتیازنہ کریں۔

مسیح نے چاروں طرف نگاہ کی تاکہ جس نے یہ کام کیا تھا اسے دیکھے (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب ۳۲)حضرت متی ان تمام باتوں کی نسبت خاموش ہے۔ وہ صرف اتنا بتاتے ہیں کہ مسیح نے اس عورت سے جبکہ وہ ظاہرہوگئی کیا کہا ۔

وہ عورت یہ جان کرکہ مجھ پرکیا اثرہوا ڈرتی کانپتی آئی اورمسیح کے آگے گرپڑی اورسارا سچا حال ان سے کہہ دیا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵باب ۳۳آیت)۔

حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ جب اس عورت نے دیکھا کہ میں چھپ نہیں سکتی تواس نے اقرارکیا ۔ اس نے دیکھا کہ اس کا انکارجس میں وہ اوروں کے ساتھ شریک تھی اس کو چھپا نہیں سکتا ۔ اس نے

محسوس کیاکہ میں اس کی نگاہ کی برداشت نہیں کرسکتی اورنہ اس سے بچ سکتی ہوں ۔ کیونکہ حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ اس نے چاروں طرف نگاہ کی "تاکہ جس نے اسے چھوا اسے ۔غالباً اس کی آنکھ اس پر جا ٹکی اوراس نے معلوم کیاکہ مسیح نے مجھے پہچان لیا ہے اوراب اس سے چھپنا نا ممکن ہے ۔ لہذا اس نے ساری سرگزشت کا علانیہ اقرارکیا۔

دیکھو وہ کس طرح آتی ہے ۔ ڈرتی اورکانپتی ہوئی اوراس کے پاؤں پر گر پڑتی ہے اورمسیح کو بتاتی ہے کہ کس طرح آئی اورکس طرح اس کو چھوا اورکیونکر شفا پائی ۔ ایک دیندار بزرگ اس سے عمدہ مطلب نکالتے ہیں ۔وہ اس عجیب طریق کا جس سے جناب مسیح دنیاوی برکتوں سے روحانی برکتوں تک پہنچاتے ہیں ذکر کرتے ہیں۔ اگر وہ چھوڑدی جاتی کہ خفیہ طورپر چلی جائے تو نیم برکت لے کر جاتی ۔ وہ شرم کے مارے اقرارنہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر جناب مسیح اس کو خاموش رہنے کی اجازت نہیں دیتے ۔گو اپنی مہربانی اورہمدردی سے جہاں تک ممکن ہے اس کی شرمندگی کی کاوش سے بھی بچاتا ہے ۔ چنانچہ وہ اس کا حال شفا کے پہلے نہیں بلکہ اس کے بعد ظاہرہونے دیتا ہے اوراقرار کے تنگ راستہ میں اس کی مدد کرتا اوربڑی نرمی سے

اس سے اقرار کرواتے ہیں کہ پر اس اقرار سے اسے بھی بری نہیں کرتے کیونکہ اس پر اس کی نئی زندگی میں پیدا ہونا منحصر تھا۔

بیٹی تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا ہے سلامت جا اور اس آفت سے بچی رہ ۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۵ باب ۳۴آیت)

اور اب وہ اسے اپنی فضل آمیز آواز کے ساتھ رخصت کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا۔ سلامت جا اس جگہ ہم پر ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور برکت مطلوبہ میں کیا تعلق ہے ۔ مسیح فرماتے ہیں تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا۔ مگر یاد رہے کہ ایمان اچھا کرنے والا نہ تھا۔ اچھا کرنے والا مسیح تھا ۔ جیسا ہم کہتے ہیں کہ ایمان سے راست باز ٹھیرتے ہیں۔ حالانکہ راست باز ٹھہرانے والا مسیح اور اس کا کام ہے۔ پس ایمان وسیلہ ہے۔ وہ روح کا دہنا ہاتھ ہے جو خدا کی برکتوں کو لیتا ہے۔

سلامت جا۔ اور اس آفت سے بچی رہ یونانی میں ہے "سلامتی میں جا" اور اپنی آفت سے بچی رہ ۔ اس کا صرف یہی مطلب نہیں کہ خدا کی برکتوں سے ساتھ جا۔ بلکہ یہ کہ آگے کو اپنی زندگی سلامتی میں بسر کر ۔ سلامتی میں رہا کر۔

اس معجزے سے علامتی معنی بھی نکالے گئے ہیں۔ مثلاً عورت کی بیماری سے گناہ کے خون کا بہتا مراد لی گئی ہے۔اورحکیموں سے مراد فیلوسف اوردنیا کے دانا لئے گئے ہیں۔ کہ ان کی ادویات یعنی ان کے طریقے اورفلسفہ اس خون کو جوانسان کے دل سے جاری ہے بند نہ کرسکے ۔ اورکہ مسیح کے دامن کو چھونا اس کے مجسم ہونے پر ایمان لانا ہے ۔ کیونکہ وہ اپنے تجسم کے وسیلہ انسان سے مس پید کرتا ہے ۔ اوراس سے وہ شفا فوراًپیدا ہوتی ہے جسے اورتمام ادویات پیدا نہیں کرسکتی ہیں۔ اوراگرہم اس بات کوبھی مدنظررکھیں کہ کس طرح اس کی ناپاکی اس کو مسیح سے دوررکھتی تھی ۔توہم یہ جان لیں گے کہ اسی طرح گناہگار اپنی گناہ گاری کی غلاظت کے سبب ڈرتا ہوا فضل کے تخت کے نذدیک آتا ہے کیونکہ نہیں جانتا کہ وہاں کیا سلوک اس کے ساتھ کیا جائے گا۔ مگرجب وہاں آتا ہے توقبول کیا جاتا ہے اوراس کے شکوک رفع ہوتے اورتسلی بخش کلام کے ساتھ اس کی ہمت بڑھائی جاتی ہے ۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔مسیح زیادہ تر ایمان کی کثرت اور زورکی طرف چنداں نگاہ نہیں کرتے ۔ وہ بیش تراس کی سچائی کو دیکھتے ہیں۔

۲۔مسیح ہماری چھپی ہوئی بیماریوں کے حکیم ہے۔

۳۔بہت لوگ مسیح کے ارد گرد موجود ہیں اوراس پر گرے پڑتے ہیں پر جوایمان سے چھوتے ہیں بہت تھوڑے ہیں۔

۴۔چھپا ہوا ایمان ظاہر ہونا چاہیے ۔ پروردگار کے جلال کے لئے ۔ اپنے ثبوت کے لئے ،اوروں کی ہمت اورتسلی کے لئے ۔

۵۔جناب مسیح کے مزاج کی مضبوطی اور متانت قابل غور ہے ۔ لوگ گرے پڑتے ہیں اوروہ صبرکرتے ہیں۔ ان کے مزاج میں کدورت نہیں آتی ۔ شاگرد اس کی بات کاٹتے ہیں۔ تاہم ان کے مزاج میں فتور نہیں آتا ۔ عورت گھبراتی ہے مگر وہ اس کی گھبراہٹ سے خود نہیں گھبراتے۔

۶۔جناب مسیح دلوں کا جانچنے والا ہے اور ہم کوئی ایسا کام نہیں کرسکتے جو اس سے چھپا رہے ۔

دواندھوں کی آنکھوں کو بینا کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹باب ۲۷تا ۳۱آیت)

اس معجزے میں دو داندھوں کی آنکھوں کو روشن کرنے کا بیان پایا جاتا ہے ۔ اوریہ اپنی قسم کے معجزات کے درمیان پہلا معجزہ ہے۔ سیدنا مسیح نے کئی اندھوں کو بینائی دی (حضرت متی ۱۲باب ۲۲و۳۰آیت ،حضرت یوحنا ۹باب)پھراسی قسم کے کئی اورمعجزوں کا اشارہ بھی پایا جاتا ہے ۔ مسیحی عالم ٹرنچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مشرقی ممالک میں مغربی ممالک کی نسبت یہ بیماری زیادہ پائی جاتی ہے ۔ اوراس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں گرد زیادہ ہوتی ہے اورلوگ رات کو اوس میں سوتے اوراندھیرے گھروں سے چمکتی ہوئی روشنی میں یک بیک باہر نکل آتے ہیں۔ اوران کے سرکا لباس ایسا ہوتا ہے جوان کو سورج کی گرمی سے نہیں بچاتا ۔ چونکہ یہ ہماری مشرق میں زیادہ ہوتی ہے اس لئے اندھوں کے لئے خاص قسم کے قواعد بیان کئے گئے ہیں (توریت شریف کتابِ احبار۱۹باب ۱۴آیت ،کتابِ استشنا ۲۷باب ۱۸آیت)۔

حضرت متی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا یہ معجزہ فوراً یائیرس کی بیٹی کے زندہ ہونے کے بعد وقوع میں آیا ۔اور جیروم صاحب ا سکی تائید کرتے ہیں۔ تو بھی ہم اس بات پر بہت زور نہیں دے سکتے ۔ یہ معجزہ صرف حضرت میں پایا جاتا ہے ۔

جب جنابِ مسیح وہاں سے آگے روانہ ہوئے تو دو اندھے آپ کے پیچھے چلا چلا کر کہنے لگے اے ابن داؤد ہم پر ترس کھائیے۔

ابن داؤد مجھ پر رحم کریں۔ ابن داؤد ہم پر رحم کریں۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کو مسیح سمجھتے تھے۔ اور اگر یہ پوچھا جائے کہ جس حال اورلوگ اس کو مسیح نہیں جانتے تھے انہوں نے کیونکر جان لیا کہ وہ مسیح موعود ہے ۔ اسکا یہ جواب ہے کہ اس زمانہ میں اسی طرح کا فرق پایا جاتا ہے ؟ بعض اس کو مسیح جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے ہیں۔ پس جیسا اب ہے ویسا ہی اس وقت بھی تھا ۔" ہم پر رحم کریں" یا ہم پر ترس کھا ۔ دونو خیال ان کے الفاظ میں شامل ہیں۔رحمت سے مراد مہربانی ہے جو خدا ہم پر بلا استحقاق سابقہ نازل فرماتا ہے ۔ اورترس کھانے سے وہ اظہار ہمدردی مراد ہے جو بعض موقعوں پر

ہمارے ابنائے جنس کی دردناک حالت ہم سے طلب کرتی ہے ۔ یہاں شائد دوسرا خیال زیادہ موزون ہے ۔

جب وہ گھر میں پہنچیں تو وہ اندھے انکے پاس آئے۔ اور جنابِ مسیح نے ان سے فرمایا کیا تم اعتقاد رکھتے ہو کہ میں یہ کرسکتا ہوں؟انہوں نے اس سے کہا ہاں مولا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ جنابِ مسیح نے ان کی پہلی عرض پر ان کی درخواست قبول نہیں کی۔بلکہ ان کے ایمان کی آزمائش کچھ کچھ اسی طورپر کی جس طورکنعانی عورت کی کی۔ گو ان کی آزمائش اس درجہ تک شدید نہ تھی۔اس نے پہلے ان کی درخواست کی طرف توجہ نہ کی ۔بلکہ ان کو چلانے دیا اورآپ آگے آگے بڑھتا گیا ۔ مگر جب وہ پکارتے پکارتے آپ کے پیچھے اس گھر میں داخل ہوگئے جہاں وہ خود داخل ہوئے۔تو ان کی صداقت اورسرگرمی پورطورپر ثابت ہوگئی اورجنابِ مسیح نے ان کو برکت دی ۔اوردیر سے ان کے ایمان کو تقویت پہنچی۔ گھر شائد حضرت متی کا (آیت ۳۳)یا حضرت پطرس کا (حضرت متی ۸ باب ۱۴آیت)یا شائد کسی اورکا ہوگا جہاں جنابِ مسیح عموماً رہا کرتے تھے۔(حضرت متی ۱۳باب ۳۶و۱آیت ،اور۱۷باب ۲۵آیت)۔

آیت نمبر ۲۹۔تب آپ نے ان کی آنکھیں چھوکر کہا ۔ تمہارے اعتقاد کے موافق تمہارے لئے ہو۔

غالباً یہی ایک موقعہ ہے جہاں آپ نے اندھوں کی آنکھ کوچھوکر چنگاکیا۔ دوسری جگہ ہم اس کو وسائل استعمال کرتے دیکھتے ہیں۔ مثلاً مٹی کو تھوک سے گوندھ کر(انجیل شریف به مطابق حضرت یوحنا ۹باب ۶تا ۷آیت)یا صرف اپنی تھوک ہی کو کام میں لاتا تھا۔ اس نے کسی جگہ صرف کہنے سے کسی کی آنکھیں نہیں کھولیں۔ گو ایسا کرنا ان کے لئے مشکل نہ تھا۔ ہاتھ سے چھونا محبت کا کام تھا۔ تمہارے اعتقاد کے موافق تمہارے لئے ہو۔ یہ الفاظ بھی ہم کو وہ گہرا رشتہ دکھاتے ہیں جو ایمان اورخدا کی بخشش میں پایا جاتا ہے ۔ایمان ہربرکت کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔ جس کے وسیلے خدا کی رحمت کے دریا سے آب حیات نکالا جاتا ہے۔

آیت نمبر ۳۰ ۔اوران کی آنکھیں کھل گئیں اورجناب ِمسیح نے انہیں تاکید کرکے کہا ۔خبردارکوئی اس بات کو نہ جانے ۔

ہمیں یہ معلوم نہیں کہ جسمانی آنکھوں کے ساتھ ان کی روحانی آنکھیں بھی روشن ہوئیں یا نہیں۔ اورجناب مسیح نے انہیں تاکید کرکے کہا ۔ خبردارکوئی اس بات کو نہ جانے ۔ جس لفظ کا ترجمہ

"تاکید کرکے کہا "کیا گیا ہے وہ عجیب لفظ ہے۔ اس کے لفظی معنی "غرانے کے ہیں "مگر وہ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ مثلاً دھمکیوں سے حکم دینا ، بڑی تاکید سے کسی بات کا حکم کرنا۔ جیسا یہاں مراد ہے۔غل مچاتے ہوئے غصہ ہونا(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱۴باب ۵آیت) روح میں کراہنا جیسا کہ جنابِ مسیح نے لعزر کی قبر پر کیا۔ (حضرت یوحنا ۱۱باب۳۳تا ۳۸آیت)مطلب جنابِ مسیح کا یہ ہوگا کہ اگر تم اس کا ذکر کروگے تو میں بہت ناخوش ہونگا۔ اوراس بات کو خفیہ رکھنے کا سبب یہ تھا وہ جنابِ مسیح کو "مسیح " کہہ کہہ کر پکاررہے تھے۔ اوراس سے لوگوں میں تحریک اور مخالفت کے پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔ مگر باوجود اس تاکید کے انہوں نے آپ کا حکم توڑڈالا۔

آیت نمبر۳۱۔مگرانہوں نے نکل کراس تمام علاقہ میں آپ (سیدنامسیح)کی شہرت پھیلادی۔بعض اشخاص نے خصوصاً رومن کیتھولک لوگوں نے ان دوشخصوں کی نافرمانی کے لئے عذرپیش کئے ہیں اور کہا ہے کہ ایسا کرنا ان کے لئے نیچرل تھا۔ اورکہ انہوں نے غالباً اس لئے ایسا کیا کہ ان (سیدنا مسیح) کی بزرگی اورجلال ظاہر

ہو۔ تاہم یہ ان کا قصور تھا۔ جس طرح ایک سادہ اور بے عذر اور پر محبت فرمانبرداری اس کو خوش کرتی ہے اور کوئی بات نہیں کرتی۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔ہم مرض اور ہم آزار اشخاص کو ہم آواز ہوکردعا مانگنی چاہئیے۔یہ دو اندھے مل کر دعا مانگتے تھے۔

۲۔جنابِ مسیح ہمارے ایمان کی مضبوطی اورثابت قدمی کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔

۳۔سیدنا مسیح ہر مرض کے حکیم ہیں۔ ان کی قدرت میں کبھی زوال نہیں آتا۔

۴۔اندھوں کاایمان ہمارا نمونہ ہے۔ان کا ایمان ضرورت کے احساس سے پیدا ہوا۔وہ بے بنیاد نہ تھا بلکہ ایک شخص "ابن داؤد" پر تھا۔ جس کی نسبت وہ فیصلہ کرچکے تھے کہ وہ ہماری آنکھوں کو روشن کرے گا۔ وہ ایمان اس کی قدرت کے کافی اور وافی ہونے کو پہنچاتا تھا۔ ان کا ایمان اس قوت کو لیتا اوراپنے کام میں لاتا ہے۔

۵۔ان کی دعا،سادہ ،سرگرم ،پراسرار،متحدہ ،پر مطلب ،پر تعظیم تھی۔

۶۔جنابِ مسیح کاایک سوال ۔ کیا تم اعتقاد رکھتے ہو؟ ہزاروں دعائیں کی جاتی ہیں۔ کوئی اس بات کی شکایت نہیں کرسکتا کہ ہمارے گرجوں

اورمٹینگوں میں دعائیں نہیں کی جاتی ہیں۔ شکائت اس بات کی ہے کہ وہ دعائیں جواب نہیں لاتی ہیں۔اوراس کا سبب یہ ہے کہ جنابِ مسیح کے سوال کا سچا جواب نہیں دیا جاتا۔ وہ پوچھتا ہے کیا تم اعتقاد رکھتے ہو؟کیا ہم اسے یہ جواب دیتے ہیں۔ اے مالک ہم اعتقاد رکھتے ہیں۔

۷۔ہمارا اعتقاد خدا کی برکتوں کی سمائی کا پیمانہ ہے۔

۸۔اگر جنابِ مسیح ہمیں خاموش ہونے کو کہے تو ہمیں خاموش رہنا چاہیے۔اورجب وہ بولنے کو کہے تو بولنا چاہیئے۔کیونکہ اسے فرمانبرداری پسند ہے۔"حکم ماننا قربانی سے بہتر ہے ۔"

جھولے کے مارے ہوئے کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۹ باب ۱تا ۸ آیت ،حضرت مرقس ۲ باب ۱تا ۱۲ آیت ،حضرت لوقا ۵ باب ۱۷تا ۲۶ آیت)

یہ معجزہ اس وقت واقع ہوا جبکہ جنابِ مسیح کفرناحوم میں تعلیم دے رہے تھے۔اس موقعہ پر حضرت لوقا ہمیں بتلاتے ہیں کہ فریسی اور شرع کے معلم جو گلیل کے گاؤں اوریہودیہ اوریروشلیم سے آئے تھے بیٹھے آپ کا کلام سن رہے تھے۔ ان لوگوں کے سبب اورلوگ بھی کثرت سے جمع ہوگئے تھے۔یہاں تک کہ گھر کو جو راستے آتے تھے اورازدحام کے سبب بند ہوگئے تھے۔ چنانچہ حضرت مرقس کہتے ہیں کہ "اتنے آدمی جمع ہوگئے کہ دروازہ کے پاس بھی جگہ نہ رہی" پس مسیح تک پہنچنے کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔(حضرت متی ۱۲باب ۴۶تا ۴۷آیت)حضرت متی اس واقعہ کا صرف مختصر سا حال تحریر کرتے ہیں۔ لیکن حضرت مرقس اور حضرت لوقا مفصل بیان کرتے ہیں۔

آیت نمبر۱۔اور دیکھو لوگ ایک مفلوج کو جو چارپائی پر پڑا تھا ان (سیدنا مسیح) کے پاس لائے۔حضرت لوقا یہ بھی بتاتے

ہیں کہ "پروردگار کی قدرت شفا بخشنے کو جنابِ مسیح کے ساتھ موجود تھی۔ حضرت مرقس کہتے ہیں کہ چار آدمی اسے اٹھا کر لائے۔مگر جب بھیڑ کے سبب سے نزدیک نہ آسکے تو انہوں نے اس چھت کو جہاں آپ تھے کھول دیا۔ اور اسے ادھیڑ کر اس چارپائی کو جس پر مفلوج لیٹا تھا لٹکا دیا۔" حضرت لوقا بیان کرتے ہیں کہ "جب انہوں نے بھیڑ کے سبب اندر لیجانے کی راہ نہ پائی تو کوٹھے پر چڑھ کر کھپریل میں سے کھٹولا لٹکا کر اس کو بیچ میں سیدنا مسیح کے سامنے رکھ دیا"۔

اس بیان میں کئی باتیں غور طلب ہیں اول یہ کہ چارپائی ایسی نہ تھی جیسی ہندوستان میں استعمال کی جاتی ہے۔ پس جسے کھٹولا کہا ہے وہ چیز ایک قسم کا گدا یا چٹائی تھی جو سونے کے لئے استعمال کی جاتی تھی اور زمین پر بچھائی جاتی تھی۔ یا ممکن ہے کہ انہوں نے اس وقت کوئی لکڑی کا تختہ استعمال کیا ہو اور اس پر اسے رکھ کر لائے ہوں۔ غرضیکہ یہ چیز جسے انہوں نے نیچے لٹکایا ہندوستانی تخت یا چارپائی کی طرح نہ تھی ۔ دوسری بات وجہ طلب یہ ہے کہ انہوں نے کس طرح چھت کو پھاڑا ۔ اور اس مفلوج کو لٹکایا۔ اول یہ یاد رہے کہ کوٹھے کی چھت پر جانا مشکل نہ تھا کیونکہ ان مکانوں میں عموماً

سیڑھیاں باہر کی طرف لگی ہوئی ہوتی تھیں۔ دوم چھت اینٹوں کی بنی ہوئی تھی اوراسے اگھیڑنا مشکل نہ تھا۔ حضرت مرقس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں دوکام ان کو پڑے ۔ اینٹیں اکھیڑنی پڑیں ۔کچھ مٹی اٹھانی پڑی اوراس قسم کا کام فلسطین میں غیر معمولی نہ تھا۔ ایک مسیحی عالم ٹامسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں یعنی چھت میں چھید کرنا وغیرہ معمولی باتیں ہیں جوملک فلسطین میں واقع ہوتی رہتی ہیں۔اوراگرکوئی پوچھے کہ اگریہ معمولی بات تھی تویہاں اس کا ذکرکیوں کیا گیا تواس کا جواب یہ ہے کہ یہا ں اس کا ذکراس واسطے نہیں کیا گیا کہ وہ ایک عجیب کام تھا۔ بلکہ اس واسطے کہ ان لوگوں کی پھرتی اورتیزی ظاہر ہو جوان کے ایمان سے پیدا ہوئی تھی۔ بہت مفسروں کی رائے یہ ہے کہ یہ مکان غالباً بالا خانہ تھا جوعموماً تمام مکان کے رقبہ کی وسعت کے برابر ہوتا تھا۔ (ٹرنچ کیمبرج کامنٹری مرقس ولوقا)پس یہاں لوگ بآسانی سیدنا مسیح کے سننے کو جمع ہوسکتے تھے ۔ کئی اورتشریحیں پیش کی گئی ہیں جن کا ذکرٹرنچ صاحب اپنی کتاب میں کرتے ہیں۔ مثلاً،یہ کہ جس جگہ سے وہ لٹکایا گیا وہ ایک جھروکا تھا جسے انہوں نے توڑ پھوڑکر زیادہ فراخ کرلیا تھا (بائبل مقدس کتاب ۲سلاطین ۱باب

۲آیت) کہ وہ صحن میں بیٹھا ہوا تھا جس کے ارگرد مشرقی طرز کے مطابق گھر بنے ہوئے ہوتے تھے۔ اورجھولے کے مارے ہوئے کو چھت پر سے اس صحن میں لٹکایا اورجومکان توڑا گیا وہ صرف "آڑکی دیوار تھی " جو (توریت شریف کتابِ استشنا ۲۲باب ۸آیت) کے مطابق یہودیوں کے گھروں کی چھتوں پر بنی ہوئی ہوتی تھی۔ اوربعض کا خیال ہے کہ سائبان لگا ہوا تھا اسے توڑدیا۔ لیکن حضرت مرقس کی عبارت ایسی صاف ہے کہ اس قسم کے قیاسوں کی جگہ نہیں رہتی ۔ وہاں صاف چھت کھولنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ پس پہلی شرح زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے ۔

آیت نمبر ۲۔جنابِ مسیح نے ان کا ایمان دیکھ کر مفلوج سے کہا۔ اے بیٹے خاطر جمع رکھ تیرے گناہ معاف ہوئے ۔

ان کا ایمان۔ اس میں البتہ مفلوج کا ایمان بھی شامل ہے ۔ کیونکہ گناہوں کی معافی کے واسطے ایمان کا ہونا لابدی امر ہے ۔اوراگر اس میں ایمان نہ ہوتا تو وہ گناہوں کی مغفرت حاصل نہ کرتا ۔ ان کا وہ ایمان جس نے مسیح کی توجہ اپنی طرف کھینچی اس بات سے ظاہر ہوا کہ وہ رکاوٹوں پر غالب آیا اورمشکلات سے پست ہمت نہ ہوا۔ اورسیدنا مسیح جوانسان کی ہر ضرورت کی طرف دھیان کرتے ہیں ان

کی غیر معمولی مداخلت سے جو اس کے کام میں خلل انداز ہوئی خفا نہیں ہوئے۔ بلکہ اس مریض سے بڑی التفات اور تلطف سے متکلم ہوا۔

اے بیٹے خاطر جمع رکھ۔ان الفاظ سے مریض کی ہمت بڑھائی گئی۔ اور جنابِ مسیح کی محبت اور ہمدردی ظاہر ہوئی۔ وہ بھی خون بہنے والی عورت کی طرح جسے مسیح نے بیٹی کہہ کر پکارا تھا لیپالک ہونے کے رشتہ میں داخل ہوتا ہے۔

تیرے گناہ معاف ہوئے۔ فعل ماضی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو گناہوں کی معافی کی امید یا خوش خبری نہیں دی گئی بلکہ اس کے گناہ معاف کئے گئے ۔ بعض نے اس کو فعل حال مانا ہے جس کے مطابق ترجمہ یہ ہوگا تیرے گناہ معاف ہورہے ہیں ۔ یونانی عبارت کے قرینے سے تاکید لفظ معاف ہونے پر ہے ۔ اغلب ہے کہ اس مفلوج کی بیماری کسی بد عادت سے پیدا ہوئی ہوگی۔ عیاشی اور گناہ آلودہ زندگی سے اکثر کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس آدمی کے ساتھ اس شخص کی حالت کو مقابلہ کرنا چاہئیے جس کا ذکر حضرت یوحنا ۵ باب میں آتا ہے جسے بیت حسدا کے حوض پر مسیح نے شفا بخشی ۔ اسے جنابِ مسیح نے کہا " دیکھ تو تندرست ہوگیا ہے

پھر گناہ نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ تجھ پھر اس سے بھی زیادہ آفت آئے ۔" نا ممکن نہیں کہ اس مفلوج کا دل اس گناہ کی یاد میں جس کا نتیجہ اور سزا وہ اپنی بیماری کو سمجھتا تھا نا امید اور شکستہ ہورہا تھا۔ سو مسیح کے الفاظ جو اوروں کے لئے حیرت کا سبب تھے اس کے لئے نہایت موزون اور تسلی کا باعث تھے۔ او ریہ بھی ممکن ہے کہ یہ بیماری اس کے کسی خاص گناہ کا نتیجہ نہ ہو۔ مگر اس کی مردہ ضمیر کو زندہ یا بیدار کرنے کا باعث ہوئی ہو تنبیہ ۔ گو بعض گناہوں کے ارتکاب سے مہلک بیماریاں لاحق ہوجاتی ہیں ۔ تاہم ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام بیماریاں اور نقصان گناہوں کی سزا ہوتے ہیں مسیح نے ہمیں اس راز سے آگاہ کردیا۔ (حضرت یوحنا ۹باب ۳آیت ،حضرت لوقا ۱۳باب ۲۰آیت)۔

ٹرنچ صاحب کا خیال ہے کہ وہ اس وقت اپنے گناہ کو سوچ رہا تھا۔ اور ضرور اس کے بشرے سے اس کی شکستہ دلی کے آثار ہویدا ہونگے ۔ یا کوئی دودفغاں سے بھرہوا گرم گرم نالہ اس کے تائب دل سے برآمد ہوا ہوگا۔ جس کے سبب سے یہ الفاظ مسیح کی زبان حقائق ترجمان سے نکلے۔ وہ اس امر کی طرف بھی ہمیں متوجہ کرتے ہیں کہ دیگر مریضوں کی حالتوں میں معافی کا اظہار شفا کے بعد ہوا ہے ۔ جیسا کہ

بیت حسدا کے بیمار کو شفا بخشنے کی حالت میں دیکھا جاتا ہے۔ مگر یہاں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ گناہ کی بخشش کا یقین پہلے دلایا جاتا اور اس کے بعد اس کو بیماری سے صحت عطا کی جاتی ہے اوراس کا سبب وہ یہ بتاتے ہیں کہ اس کی بیماری اور گناہ میں ایسا گہرا تعلق تھا کہ اگر پہلے مغفرت کی تسلی بخش آواز اس کے کان میں نہ آتی تو وہ جسمانی صحت کی برکت کو قبول نہ کرسکتا۔

آیت نمبر ۳۔اور دیکھو بعض فقہیوں (یہودی علما) نے اپنے دل میں کہا یہ کفر بکتا ہے۔

فقہیہ وہ لوگ تھے جنہیں حضرت لوقا شرع کے معلم کہتے ہیں جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں۔ وہ جگہ جگہ سے یہاں حاضر ہوئے تھے۔ پس یہاں نکتہ چینوں کی ایک جماعت موجود تھی ۔ اوران میں سے ان شرع کے معلموں نے جنابِ مسیح کے یہ الفاظ سن کر اپنے دل میں فتوئے کفر لگانا شروع کئے ۔ حضرت لوقا اورحضرت مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوچتے تھے کہ "سوائے خدا کے اور کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا"۔

یونانی میں جو لفظ کفر کے لئے آیا ہے اس کے معنی کسی سے بے ادبی سے بولنے یا ضرر رسانی کی نیت سے کسی کی بابت کچھ کہنے یا کسی کی

بدنامی کرنے کے ہیں۔ (خطِ اہل رومیوں ۳ باب ۲۸ آیت ،خط اول حضرت پطرس ۴ باب ۴ آیت ،خط طیطس ۳ باب ۲ آیت میں آیا ہے ۔مگر بعد میں جو کچھ خدا کی شان کے خلاف کہا جاتا تھا وہ کفر کہلاتا تھا ۔ یہاں فقیہہ اس واسطے آپ پر کفر کا الزام لگاتے ہیں کہ آپ اس قدرت اوراختیار کا دعویٰ کرتے ہیں جو خدا کے ساتھ خاص ہے۔ گناہ کو معاف کرنا خدا کا حق ہے۔ انسان گناہ معاف نہیں کرتا کیونکہ انسان کا گناہ نہیں کیا جاتا۔گناہ خدا کا کیا جاتا ہے ۔ ٹرنچ صاحب کا یہ خیال نہایت درست ہے کہ جس اصول پر انہوں نے یہ فتویٰ لگایا وہ بالکل صحیح ہے ۔ کیونکہ انسان گناہوں کی معافی کا بغیر کفر میں مبتلا ہوئے دعوےٰ نہیں کرسکتا مگر ان کی غلطی اس بات میں تھی کہ وہ اس اصول کو اس پر چسپاں کرتے ہیں جو اس فتویٰ کے لائق نہ تھا۔ اگرچہ وہ اس وقت اپنے تیئں ابن آدم کہتا ہے ۔مگر یہ ابن آدم وہی ہے جو اپنے تیئں خدا کا بیٹا بھی کہتا ہے۔ اگر مسیح انسان سے بڑھ کر نہ تھے اگر ان میں الوہیت نہ تھی تو وہ کسی طرح اس فتوےٰ سے بچ نہیں سکتے۔جواب اکثر یہ دیا جاتا ہے کہ وہ اس اختیار کا دعویٰ کرتے ہیں جو انہیں دیا گیا تھا۔ لہذا وہ اسی اختیار کے موافق گناہوں کو معاف کرتے تھے ۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ اختیار ایسا ہے جو

خدا کے ساتھ خاص ہے اور انسان کو نہیں دیا جاسکتا۔ انسان سے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اے شخص مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ تجھے خبردوں کی تیرے گناہ خدا نے معاف کردئیے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ تیرے گناہ معاف کرنے کا مجھے اختیار ہے ۔ایک مسفر کہتا ہے کہ وہ جس نے یہ کلمات استعمال کئے اگر پروردگار کا محبوب نہ تھا یعنی خدائیت کے تمام حقوق میں اس کا شریک نہ تھا تو اس نے ضرور کفر بکا جیسا کہ ان لوگوں نے اس کے کلام کی نسبت خیال کیا۔

آیت نمبر ۴۔مسیح نے انکے خیال معلوم کرکے کہا تم کیوں اپنے دلوں میں برے خیال لاتے ہو۔

لفظی ترجمہ سے انکے خیال دیکھ کر کہا۔ مفلوج اوراس کے مدد گار وں کا ایمان ان کے کاموں سے دیکھا گیا ۔مگر جن خیالات نے ابھی لفظی لباس پہن کر اپنے تئیں ظاہر نہ کیا تھا ان کے جاننے کے لئے انسانی علم سے زیادہ علم کی ضرورت تھی (حضرت لوقا ٦باب ٨تا ٩آیت حضرت مرقس ١٢باب ١٥آیت ،حضرت یوحنا ٢باب ٢٤آیت ٤باب ٢٩آیت)۔حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ "فوراً مسیح نے اپنی روح سے معلوم کرکے وہ اپنے دلوں میں ایسا سوچتے ہیں۔ ان سے کہا تم کیوں

اپنے دلوں میں ایسا سوچتے ہو۔" اپنی روح سے معلوم کرکے یہ الفاظ ضرورت کے بغیر داخل نہیں کئے گئے۔ اسکا علم یہاں روح سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس نے ان کے خیالات ان پر ظاہر کئے اورایسا کرکے پہلے ان کو یہ جتایاکہ جو کچھ تم مجھے سمجھتے ہو میں اس سے بڑھ کر ہوں۔ کیونکہ دل کے خیالات میرے سامنے کھلے اورروشن ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہی بھی یاد دلا کہ فقط خدا ہی دلوں کو جانچتا ہے (بائبل مقدس ۱سموئیل ۱۶باب ۷آیت ،۱تورایخ ۲۸باب ۹آیت ،۲تورایخ ۶باب ۱۳آیت ،یرمیاہ ۱۷باب ۱۰آیت)پس وہ جس کی نسبت یہہ کہا جاسکتا ہے وہ دل کے خیالوں اورارادوں کو جانتا ہے (خطِ عبرانیوں ۴باب ۱۲آیت) کیونکہ وہ الہٰی کلمہ ہے۔ جناب مسیح انہیں کہتے ہیں۔"تم کیوں اپنے دلوں میں برے خیال لاتے ہو۔"ان لفظوں سے بخوبی ظاہر ہے کہ اس پر کفرکا الزام لگانا بجا خودکفر بکنا ہے ۔ نیزان الفاظ سے ایک قسم کی شکائت ٹپکتی ہے ۔ یایوں کہیں کہ وہ شکائت کرتا ہے تم جومجھ پر خدائی دعوے کے سبب کفرگوئی کاالزام لگاتے ہوبراکرتے ہو۔

آیت نمبر ۵۔آسان کیا ہے کہ یہ کہنا کہ تیرے گناہ معاف ہوئے یا یہ کہنا کہ اٹھ اورچل پھر۔

ہر کوئی بآسانی کہہ سکتا ہے۔"تیرے گناہ معاف ہوئے" مگر اس بات کا ثبوت نہیں دے سکتا کہ میں ایسا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہوں۔کیونکہ کوئی شخص اپنے کلام کی قدرت سے کسی مفلوج کو اٹھنے اور پھرنے کی طاقت نہیں دے سکتا۔ گناہوں کا معاف کرنا بڑا مشکل کام ہے ۔ مگر چونکہ اس کا ثبوت اس دنیا میں نہیں بلکہ آسمان میں ملے گا۔ اس لئے جو چاہے سو گناہوں کے معاف کرنے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔مگر فالج کو دور کرنا ایسا کام ہے جس کا ثبوت اسی دنیا میں طلب کیا جاتا ہے۔ اورکوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا "اٹھ اورچل پھر" جب تک کہ چلنے اور پھرنے کی طاقت دینے پر قادرنہ ہو۔ پس جناب مسیح کا مطلب یہ ہے کہ جوکچھ میں اس مفلوج کے اٹھنے اورچلنے پھرنے کے بارے میں کہتا ہوں تم اس کی سچائی دیکھ کر یہ نتیجہ نکالو کہ جو مفلوج کو شفا بخشنے کی قدرت رکھتا ہے وہ اپنے دعوے کے مطابق گناہوں کے معاف کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے مقابلہ گناہ معاف کرنے اورمفلوج کو شفا بخشنے میں نہیں ہے۔ مقابلہ دعوے میں ہے ۔ یعنی معاف کرنے کا دعویٰ آسان ہے یا مفلوج کو شفا بخشنے کا دعوےٰ کرنا (ٹرنچ اورکیمبرج سیریز تفسیر مرقس) آج کل لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ مسیح لوگوں کو قائل کرنے کے لئے

معجزوں پر تکیہ نہیں کیا کرتے تھے ۔لیکن یہاں وہ بڑی وضاحت سے اپنے معجزوں کی طرف اشارہ کرتے اوراس سے ظاہر کرتے ہیں کہ معجزات آپ کی تعلیم کی صداقت کو قائم کرنے کے وسائل ہیں۔

آیت نمبر٦۔لیکن تاکہ تم جان لو کہ ابن آدم کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے (سیدنا مسیح نے اس مفلوج سے کہا) اٹھ کراپنی چارپائی اٹھا اوراپنے گھر چلا جا۔

ابن آدم اس لفظ کا اطلاق عام طور پر ہر انسان پر ہوسکتا ہے ۔ (بائبل مقدس صحیفہ حضرت ایوب ٢٥باب ٦آیت)۔اور ایک خاص معنی میں پرانے عہد میں ٩٠ مرتبہ حزقی ایل کے حق میں کہا گیا ہے ۔ لیکن اس نے خود کبھی اس کو اپنے حق میں استعمال نہیں کیا۔ نئے عہد نامہ میں لفظ کو ٨٠مرتبہ سے زیادہ مسیح نے استعمال کیا ہے ۔ اور ہر مرتبہ اس نام کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے ۔ سوائے ان مقامات کے کہ جن میں آپ کی سرفرازی کا ذکر آتا ہے (اعمالرسل ٧باب ٥٦آیت،کتابِ مکاشفہ ١باب ١٣تا١٤آیت)مسیح کا یہ خاص لقب دانی ایل ٧باب ١٣آیت سے لیا گیا ہے ۔وہاں "یہ لفظ انسان کی پستی پر دلالت کرتا ہے ۔ "اورنتیجہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ جنابِ مسیح ان لفظوں کو اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ اس سے یہ

صداقت ظاہر ہو کہ چونکہ اس نے ہمارا جسم اختیار کیا ہے اس لئے خدا نے اس کو بہت سرفراز کیا (خطِ فلپیوں ۲ باب ۵ تا ۱۱ آیت)۔ جب تک جنابِ مسیح دنیا میں رہے آپ نے اور کوئی لقب اس کثرت اور خوشی سے استعمال نہ کیا جیسا یہ لقب۔ وہ محدود معنی میں کسی آدمی کے بیٹے نہ تھے بلکہ عام اور وسیع معنی میں ابن آدم تھے۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو ازل سے خدا کا بیٹا تھا اس دنیا میں ابن آدم بن کر آیا۔ دوسرا آدم۔ ہماری نوع کا دوسرا سر اور ہماری انسانیت کا سرتاج (کیمبرج سیریز تفسیرِ مرقس)۔

زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے ۔ اگر ان کو زمین پر گناہ معاف کرنے کا اختیار ہے تو لازمی نتیجہ اس دعوے کا یہ ہے کہ آسمان پر بھی گناہ معاف کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ وہی اختیار اپنے ساتھ زمین پر لائے۔ کیونکہ اگر آسمان پر گناہ معاف کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تو زمین پر معاف کرنے کی طاقت رکھنا عبث ہے۔

اس جگہ ایک بات تنقیح طلب ہے ۔ اور وہ یہ کہ مسیح اس جگہ وہ طاقت اپنی طرف منسوب کرتے ہیں جو خدا کے ساتھ خاص ہے ۔ یعنی گناہوں کو معاف کرنے کی طاقت مگر اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ خطاب ایسا استعمال کرتے ہیں جو انسانیت پر دلالت

کرتا ہے ۔ یعنی اپنے تیئں ابن آدم کہتے ہیں۔ اس سبب سے بعضوں کو یہ دقت پیش آئی ہے کہ یہاں انکی الوہیت کی کوئی دلیل نہیں ملتی ۔ مگر یہ مشکل اسی وقت سمجھی جائے گی جب یہ ثابت کیا جائے گا کہ وہ ابن آدم اور ابن اللہ دونو نام رکھتے ہیں۔ یہ اختیار نہیں رکھتے ہیں کہ جس نام کو چاہے اسے استعمال کریں۔ اور نہ شائد یہ ہی دکھا یا جاسکتا کہ وہ ہمیشہ ان ناموں کے استعمال کرنے میں یہ بات مد نظر رکھتے تھے کہ جب الوہیت کا کوئی کام کیا کرتے تھے تو اس وقت اپنے تیئں ابن اللہ کہا کرتے تھے۔ اور جب انسانیت کے کام کرتے تھے اس وقت ابن آدم کہا کرتے تھے۔ ہماری رائے میں پرانے بزرگوں کا یہ حل واجب التسلیم ہے کہ وہ جس میں دونوں ذاتیں پائی جاتی ہیں یہ اختیار رکھتے ہیں کہ اگر چاہے تو نام ایک ذات کو ظاہر کرنے والا استعمال کرے اور کام دوسری ذات سے علاقہ رکھنے والا کرے۔ حضرت یوحنا ۵ باب ۲۲ آیت میں جناب مسیح ارشاد فرماتے ہیں کہ "کیونکہ پروردگار کسی کی عدالت بھی نہیں کرتے۔ بلکہ انہوں نے عدالت کا سارا کام بیٹے (سیدنا مسیح) کے سپرد کردیا ہے ۔" اگر ان الفاظ کو آیت ۲۵ سے مقابلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جناب مسیح اپنے تیئں خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ پس اس لئے وہ خدا کا بیٹا ہیں جلانے اور

عدالت کرنے کا کام انکے اختیار میں ہے۔ مگر عدالت کرنے کا کام جو صرف خدا کے بیٹے کا کام ہے آیت ۲۷ میں انسان کے بیٹے کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے ۔" بلکہ اسے عدالت کرنے کا بھی اختیار بخشا اس لئے کہ وہ آدم زاد (ابن آدم) ہے ۔" جس طرح ابن اللہ کو عدالت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے وہ ابن آدم ہے ۔ اسی طرح ابن اللہ کو زمین پر اختیار ہے کہ گناہ معاف کرے کیونکہ وہ ابن آدم ہے۔

آیت نمبر۷۔ وہ اٹھ کر چلا گیا۔

جب اس نے ملائمت اور محبت کے ساتھ اس کو یہ حکم دیا ہوگا کہ اپنا کھٹولا اٹھا کر چلا جا اس وقت لوگوں کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوئے ہوں گے ۔ کئی امید رکھتے ہوں گے اور کئی ناامید ہوں گے ۔ لیکن جب وہ اپنا بستر اٹھا کر چل پڑا ہوگا اس وقت کیسا خیال ان کے دل میں پیدا ہوا ہوگا۔ فقیہ شرمندہ ہوئے ہونگے مگر مفلوج خدا کا جلال ظاہر کرتا اور تعریف کے گیت گاتا ہوا چلا گیا (حضرت لوقا ۵ باب ۲۵ آیت)تینوں اناجیل اس کے کھٹولا اٹھانے کا ذکر کرتی ہیں۔ اور واسطے کہ اس کی پہلی ناتوانی اور نئی طاقت کا فرق نظر آئے۔ جس چیز نے پہلے اسے اٹھا رکھا تھا اب وہ اسے اٹھائے

ہوئے ہے پہلے جو شئے اس کی بیماری کا نشان اور ثبوت تھی وہی اب اس کی صحت اور طاقت کی ثبوت ہے۔

آیت نمبر ۸۔لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے ۔ اور خدا کی بڑائی کرنے لگے جس نے آدمیوں کو ایسا اختیار بخشا۔

حضرت مرقس اور حضرت لوقا بیا ن کرتے ہیں کہ "وہ حیران ہوگئے "حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ " ہم نے ایسا کبھی نہیں دیکھا " اور حضر ت لوقا" آج ہم نے عجیب عجیب باتیں دیکھیں۔"

یہ حیرت جوان پر چھاگئی وہ وہی بے آرامی تھی جو گناہ گاروں کے دل میں جاگ اٹھتی ہے جب کہ کوئی بات یا اور کوئی واقعہ ان کو خدا کی حضوری کے قریب کھینچ لاتا ہے ۔ لیکن یہ خوف جلد تعریف میں تبدیل ہوگیا اور وہ خدا کی بڑائی کرنے لگے جس نے آدمیوں کو ایسا اختیار بخشا۔ چونکہ وہ مسیح کو آدمی سمجھتے تھے اس لئے یہ ان کے لئے درست تھا کہ وہ خدا کی بڑائی کرتے اور غالباً انہوں نے اس اختیار اور قدرت کو مسیح کا نہیں سمجھا بلکہ یہ ہی خیال کیاکہ خدا ایسی طاقت آدمیوں کو بخشتا ہے فریسیوں پر جو اثر ہوا اس کا بیان نہیں پایا جاتا ۔ غالباً اس لئے کہ ان پر نیک اثر نہیں ہوا۔ مگر عام لوگوں پر

جو سچائی کے قبول کرنے میں ایسے سخت دل نہ تھے نیک اثر ہوا۔ چنانچہ انہوں نے خدا کا جلال اور بڑائی ظاہر کی۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔پانچ باتیں غور طلب ہیں ۔ نمبر۱۔بیمار کی حالت ،نمبر۲،لوگوں کا ایمان،نمبر۳ مسیح کے ہاتھ سے شفا پانا نمبر ۴،فقیہوں کا تعصب ،نمبر۵۔بھیڑ کی تعریف ۔

۲۔مفلوج اور اس کے دوست ،بیمار کی حالت ، بیماری نے اس کو کام اور زندگی کے لطف سے محروم کردیا تھا۔ لوگ جو اس کو لائے ۔مسیح کی قدرت اور رضامندی کے قائل تھے۔ مشکلات پر غالب آنے والے تھے۔انہوں نے وہ ہمدردی اور محبت ظاہر کی جو ایمان سے پیدا ہوتی ہے۔ مسیح پر سچا ایمان لا نا ہمیشہ ارد گرد کے تباہ ہوتے ہوئے گنہگاروں سے ہمدردی پیدا کرتا ہے ۔

۳۔مسیح کے پا س آنا۔ ایک نئے رشتہ میں شامل ہونا ہے۔ "بیٹا "ہمت بخش الفاظ سننا ہے ۔"خاطر جمع رکھ"گناہوں کی معافی پانا ہے "تیرے گناہ معاف ہوئے ۔

۴۔مسیح کی الوہیت دوباتوں سے ثابت ہے۔نمبر ۱۔فقیہوں کے دلوں کے حال جاننے سے ،نمبر۲۔ گناہ معاف کرنے سے ۔

۵۔تعصب بری شئے ہے ۔ وہ قوت فیصلہ کو خراب کرتا اورجذبات کو بگاڑتا ہے ۔یہ ہی تعصب یہودی قوم کی آخری بربادی کا باعث تھا۔

۶۔مسیح نے یہا ں ایک طرح گناہ اوردکھ کا تعلق ظاہر کیا ہے۔ مگروہ ہمیشہ ایسا نہیں کرتا۔دیکھو (حضرت لوقا ۱۳باب ۵آیت ،حضرت یوحنا ۹باب ۳آیت)یہاں وہ بات جو ظاہر پر نظر کرنے والوں کو نامعلوم تھی اسے معلوم ہوگئی جودلوں کو جانچنے والا ہے ۔ یہودی دکھ اورگناہ کو مترادف سمجھتے تھے۔ اگرچہ ہر دکھ کو گناہ کی سزا سمجھنا صحیح نہیں۔ تاہم یہ غلطی اتنی بری نہیں جتنی وہ بے پرائی جو محض کا م کے عیسائیوں میں پائی جاتی ہے جو کبھی اپنے گناہ آلودہ کاموں میں خدا کی سزا کا ہاتھ نہیں دیکھتے۔

۷۔یہ مفلوج شمعون کی نبوت کا ثبوت ہے (حضرت لوقا ۲باب ۳۴آیت)ایک قسم کے لوگوں کے لئے مسیح امید کی چٹان ہے۔اور دوسری قسم کے لوگوں کے لئے ٹھوکرکھلانے والا پتھر۔

۸۔مسیح کے پاس آنے کا راستہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

۹۔دوستی کا اورکوئی کام ا سے بڑھ کر نہیں کہ ہم اپنے دوستوں کو جوبیماررہیں مسیح کے پاس لائیں۔

۱۰۔جناب ِمسیح دلوں کے جانچنے والے ،بیماروں کے حکیم،ہمیشہ کی زندگی کے مالک ہیں۔

۱۱۔گناہ کی معافی ،اسکی تین منزلیں ہیں۔ اول۔جب انسان اس کی تلاش کرتا ہے۔ دوم جب یہ مانتا یا ایمان لاتا ہے کہ مسیح یہ برکت دینے والے ہیں۔ سوم جبکہ وہ اسے پاتا ہے۔

۱۲۔بیماری اکثر برکت کا باعث ہوتی ہے ۔کیونکہ وہ ہم پر ہماری حالت ظاہر کرتی ہے۔ اس کے وسیلے روحوں کے حکیم کا علم حاصل ہوتا ہے۔مسیحی برکت کو استعمال کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے ۔ جناب ِمسیح کی تعریف کرنےکا علم حاصل ہوتا ہے۔

۱۳۔ایمان نئی برکتوں کا موجد ہے ۔ایمان نئی ہمت کا سرچشمہ ہے۔ دیکھواس کے دوست کس طرح اورکس جرات کے ساتھ آئے۔

۱۴۔سیدنا مسیح کی علم الغیبی ،تسلی کا چشمہ ہے ۔ پر اسی طرح ہیبت کا چشمہ بھی ہے۔

۱۵۔گناہ کی معافی کی سب سے بڑی برکت یہ ہے کہ انسان اپنی جسمانی تکلیف کی نسبت اپنے گناہوں کے لئے زیادہ فکرمند ہوجاتا ہے۔

ایک کوڑھی کو پاک صاف کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۸ باب ۱ تا ۴ آیت ،حضرت مرقس ۱ باب ۴۰ تا ۴۵ آیت ،حضرت لوقا ۵ باب ۱۲ تا ۱۴ آیت)

آیت نمبر ۱۔جب سیدنا مسیح اس پہاڑ سے اترے تو بہت سی بھیڑان کے پیچھے ہولی۔

ٹرنچ صاحب کے مطابق یہ معجزہ پہاڑی وعظ کے بعد سرزد ہوا۔لیکن بعض مفسروں کے خیال میں حضرت مرقس اور حضرت لوقا کی عبارتوں کے قرینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے (گوپختہ طورپر نہیں کہہ سکتے)کہ یہ معجزہ پہاڑی خطبے سے پہلے واقع ہوا۔ پہلی رائے زیادہ قابل تسلیم معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے مطابق ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اپنی تعلیم کی صحت اورصداقت کو ان معجزوں کے وسیلے ثابت کیا جو آپ نے پہاڑی وعظ کے بعد کر دکھائے حضرت لوقا ہم کوبتاتے ہیں یہ معجزہ ایک شہر میں ہوا جو غالباً گلیل کا کوئی شہر تھا۔

آیت نمبر۲۔اوردیکھو ایک کوڑھی نے پا س آکر جنابِ مسیح کو سجدہ کیا اورکہا اے مولا اگر آپ چاہیں تو مجھے پاک صاف کرسکتے ہیں۔

ایک کوڑھی نے۔ اس بیماری کی نسبت غورکرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کئی باتیں توجہ طلب ہیں۔

ایک مصنف بیان کرتا ہے کہ یہ بیماری مصریوں اوراسرائیلیوں میں عام تھی مصر کی آب وہوا اس بیماری کے حق میں مضمر تھی۔ اور ممکن ہے کہ سٹریبوا میسٹیسن کے گمان کے مطابق اسرائیلیوں کے اجسام میں جو مصر میں بہت دن رہے تھے اس بیماری کی رغبت پیدا ہوگئی ہو۔

کوڑھ مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ اور جو قسم بنی اسرائیل کے درمیان پائی جاتی تھی وہ سفید رنگ کی ہوتی تھی۔ اوروہ ایک چھوٹے سے داغ یا آماس سے شروع ہوتی تھی وہ پہلے جلد سے ذرا نیچ دکھائی دیتی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد بال سفید ہونے اورداغ پھیلنے اورکچا چمڑہ دکھائی دینے لگ جاتا تھا۔ شدید بعض حالتوں میں جا بجا بلکہ تمام جسم پر کھڑیا مٹی کی سی سفیدی نمودار ہوجاتی تھی۔ اوربعض حالتوں میں بال اورناخن گرجاتے تھے بلکہ دماغی قوتوں میں بھی فرق

آجاتا تھا اوربدبودارپیپ بالوں پر جمع ہوجاتی اورناک سے بہ نکلتی تھی پر یہ ضروری بات نہیں کہ یہ تمام علامتیں اس کوڑھ میں پائی جاتی ہوں جس کا ذکر بائبل مقدس میں آتا ہے۔

گو کئی پشتوں تک یہ بیماری پیچھا کرتی تھی تاہم یہ ثابت نہیں کہ وہ متعدی بیماری تھی۔(ٹرنچ)پس کوڑھیوں سے دور رہنے کے متعلق جو ہدائتیں پائی جاتی ہیں۔ اوران کا خود ناپاک ناپاک کہہ کر پکارنا اس سبب سے نہ تھا کہ اوروں کو ان کی بیماری لگ جانے کا خطرہ تھا۔ بلکہ اس سبب سے کہ وہ ناپاک ہوجاتے تھے۔ جس طرح مردہ بدن یادیگر ممنوعہ اشیاء کے چھونے سے ناپاک ہوجاتے تھے۔کوڑھ گویا ایک زندہ موت تھی جو کوڑھیوں کے ننگے سروں پھٹے ہوئے اورڈھنپے ہوئے لبوں سے ظاہر ہوتی تھی۔ (توریت شریف کتاب ِاحبار۱۳اور ۱۴باب)

یہ بیماری گناہ کی بدی کی علامت تھی۔ لوگ اس کے چھونے سے ناپاک ہوجاتے تھے۔ بعض نے اس پر یہ بحث کی ہے کہ ان کو چھونے کی ممانعت صرف سینٹیری یعنی حفظان صحت کے اصول پر کی گئی تھی۔ اورنہ کہ اس لئے کہ یہ بیماری گناہ کی برائی اور بدی کی علامت تھی وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بیماری متعدی تھی۔

اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ متعدی نہیں سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ جہاں حضرت موسیٰ کی شریعت رائج نہ تھی وہاں کوڑھیوں سے اس قسم کی جدائی اختیار نہیں کی جاتی تھی جیسی کہ بنی اسرائیل میں کی جاتی تھی ۔ مثلاً نعمان آرامی فوجوں پر حکمران تھا (بائبل مقدس ۲ سلاطین ۵ باب ۱ آیت)۔

اور پھر ان جگہوں میں بھی جہاں موسوی شریعت کا عملدرآمد تھا یہ قوانین پر دیسی اور مسافروں پر چسپاں نہیں کئے جاتے تھے۔ اگر یہ بیماری متعدی سمجھی جاتی تو ان کو قیود سے آزاد کرنا ان کے اور بنی اسرائیل دونوں کے لئے غیر مفید ہوتا ماسوائے اس کے کاہنوں کو چھونا اور امتحان کرنا پڑتا تھا۔ مگر یہ مرض متعدی سمجھا جاتا تو ان کو چھونے کی کیوں اجازت دی جاتی۔ اور پھر رسمی ناپاکی جو اس کے چھونے سے پیدا ہوتی تھی۔ اس کے سب رسوم ایسے تھے جیسے موت کے ۔پھر بیماری جب سارے بدن میں پھیل جاتی تھی تو مجزوم صاف سمجھا جاتا تھا (توریت شریف کتاب احبار ۱۳ باب ۱۲ تا ۱۷ آیت)

یہ بیماری لاعلاج تھی۔ انسان کی حکمت کی ادویات سے اچھی نہیں ہوتی تھی۔ مگر کبھی کبھی کسی شخص میں یا اس کی اولاد میں بخوبی جاتی رہتی تھی۔

ان ساری باتوں سے بخوبی روشن ہے کہ کوڑھ علامتی طورپر گناہ کی ناپاکی اورگھنوناپن کو ظاہر کرتا تھا۔ اوراس بیماری سے بڑھ کراورکوئی بیماری گناہ کی عمدہ علامت نہیں ہوسکتی تھی ۔

سجدہ کیا۔ اس سے ہم یہ دعوے نہیں کرسکتے کہ اس نے اسے خدا سمجھ کر سجدہ کیا۔بلکہ یہ کہ وہ آداب بجالایا اوربڑی عاجزی اور تعظیم سے اس کو سلام کیا۔ تینوں اناجیل کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کیا کیا۔ بڑی سرگرمی سے منت کرتا ہوا آیا۔ گھٹنوں پر گرا سجدہ کیا اورپھر منہ کے بل گرپڑا۔

اور کہا اے خداوند ۔سیپٹوایجنٹ میں لفظ خداوند یہواہ کے لئے استعمال ہوا ہے اورخطوط میں یہ لفظ مسیح کے لئے آیا ہے جہاں اس کے وسیلے اس کی الوہیت کا اقرارکیا جاتا ہے ۔ لیکن یونانی میں تعظیم کے لئے آتا ہے ۔ اورمساوی ہمارے جناب یا صاحب کے ہوتا ہے۔(حضرت متی ۱۳باب ۲۷آیت ،۲۱باب ۳۰آیت ،۲۷باب ۶۳آیت)مگرجو بزرگی اس لفظ کے استعمال سے متکلم کی طرف سے

مخاطب کوی دی جاتی تھی وہ عبارت کے تعلق اورقرینے سے ثابت ہوجاتی تھی۔

اگرآپ چاہیں تو مجھے پاک صاف کرسکتے ہیں۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ اگرآپ کرسکتے ہیں تو مجھے پاک صاف کریں۔ اسے اس کی قدرت پر شک نہیں تھا۔ اس کو خیال اس کی رضا مندی کا تھا۔ وہ اسی طرح دعا کرتا ہے جس طرح ان برکتوں کے لئے کرنی چاہیے جن کے لئے کوئی صاف وعدہ خدا کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔ مگرہم اکثرروحانی برکتوں کے لئے بھی یہی کہا کرتے ہیں۔ اگرتیری مرضی ہوحالانکہ ان کی نسبت اس کی رضا مندی پرکسی طرح کا شک نہیں۔

پاک صاف کرسکتا ہے ۔ وہ نہیں کہتا کہ اگرچاہے تومجھے شفادے سکتا ہے۔ وہ پاک وصاف کرنے کو شفا سمجھتا ہے۔کیونکہ اس کی بیماری غلاظت اورناپاکی کی صورت رکھتی تھی۔ اوراس نے اس کو رسمی شریعت کی رو سے ناپاک بنادیا تھا۔ اس شخص کا ایمان مضبوط تھا۔

آیت نمبر ۳۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھوا اور کہا میں چاہتا ہوں توپاک صاف ہو۔وہ فوراًکوڑھ سے پاک صاف ہوگیا۔

جنابِ مسیح نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے چھوا۔ اس سے دیکھنے والے متعجب ہوئے ہوں گے کیونکہ کوڑھی کو چھونا گویا رسمی ناپاکی میں گرفتار ہونا تھا۔ مگر مسیح جب چھوتا ہے تو وہ ہماری ناپاکیوں میں گرفتار نہیں ہوتا بلکہ اپنی پاکیزگی سے ہم کو پاک کرتا ہے۔ اس فعل سے البتہ رسمی شریعت کی حرف شکنی ہوئی۔ مگر اس کی روح نہیں ٹوٹی (احبار ۱۳باب ۴آیت ،گنتی ۵باب ۲آیت)لوگوں کو کوڑھیوں کی مس کی ناپاکی سے بچانے کے لئے یہ ہدائت کی گئی تھی کہ وہ انہیں جب تک ان کی بیماری آخری درجہ تک نہ پہنچنے علیحدہ رکھیں۔ اس وقت تک کوڑھیوں میں مردوں میں کچھ فرق نہ تھا۔ اورجب وہ پبلک میں آتے تھے تو ناپاک ناپاک پکارتے ہوئے آتے تھے۔ مگر سیدنا مسیح کے حق میں یہ بات اور معنی رکھتی تھی۔وہ شریعت کا خداوند ہے ۔ شریعت کا بنانے والا ہے۔اور وہ اس الہٰی اور ازلی رحمت کے قانون کی پیروی کرتا ہے جو لکھی ہوئی شریعت کی نسبت بزرگ تر اور قدیم تر قانون ہے۔ اسی طرح ایلیاہ اور الیشع مردہ کے چھونے سے پرہیز نہیں کرتے (بائبل مقدس ۱سلاطین ۱۷باب ۲۱آیت ،۲سلاطین ۴باب ۳۴آیت)۔

اس کا کوڑھی کو چھونا اور ناپاک نہ ہونا اس بات کی علامت ہے کہ وہ ہماری انسانیت کو اپنے اوپر لے کر ناپاک نہیں ہوتا ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ پاک صاف ہو۔یہ الفاظ وہی ہیں جو اس کی درخواست میں شامل تھے۔ اس کی دعا کا جواب اس کی درخواست میں داخل تھا۔ قبول ہونے والی دعائیں اسی قسم ہوتی ہیں۔ ان میں وہی باتیں مانگی جاتی ہیں جو باپ کی مرضی کے مطابق ہوتی ہیں اور جو وہ ہم کو دینے کے لئے خوش ہے۔ پرانے عہد میں اور نئے میں بھی مسیح کو چھوڑکر باقی سب ہمیشہ معجزے کی قدرت اور جلال کو خدا سے منسوب کرتے ہیں۔ مگر مسیح اکیلا اس قسم کی عبارت استعمال کرتا ہے "میں چاہتا ہوں کہ تو پاک صاف ہو۔" میں حکم دیتا ہوں کہ تو اس میں سے نکل آ" میں تجھے کہتا ہوں ۔اٹھ "ان معاملات پر بہت بحث ہوئی ہے کہ آیا وہ جنہوں نے جسمانی شفا پائی ،روحانی برکتوں سے بھی بہرہ ورہوئے ؟یا نہیں ۔کئی لوگوں کی نسبت یہ بات صاف ہے۔ کہ انہوں نے روح کی شفا نہیں پائیں۔لیکن کئی ایک نے جسمانی شفا کے وسیلے اس کی معافی بخش قدرت کو بھی دیکھا اور گناہوں کی مغفرت سے مالا مال ہوئے۔لیکن اس کوڑھی کی نسبت ہم فیصلہ نہیں کرسکتے کہ آیا اس نے روحانی نعمت پائی یا نہ پائی ۔ اور یہ

نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شروع میں ہمارے خداوند خوشی سے ایمان کی دعاؤں کے جواب میں جلد جلد معجزے دکھا یا کرتا تھا۔ لیکن جب لوگوں نے ایمان چھوڑدیا تو ایمان کی کمی کے سبب سے اس کے پچھلے معجزات دیر دیر میں ہونے لگے ۔(حضرت مرقس ۶باب ۵آیت ،حضرت متی ۱۳باب ۵۸آیت)لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کوڑھی کی دعا کے سننے میں ذرا دیر نہیں کرتا جب گنہگار دل سے چلاتا ہے تو جواب فوراً آتا ہے ۔"میں چاہتا ہوں کہ تیرے گناہ دور کئے جائیں۔(بائبل مقدس ۱سموئیل ۱۲باب ۱۳آیت)۔

آیت نمبر ۴۔مسیح نے اس سے کہا خبردارکسی سے نہ کہنا بلکہ جاکر اپنے آپ کو کاہن (امام اعظم)کو دکھا اورجو نذر موسیٰ نے مقررکی ہے اسے گذران تاکہ ان پر گواہی ہو۔

خبردار کسی سے نہ کہنا۔ مقابلہ کریں حضرت مرقس کے الفاظ کے ساتھ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بڑے تشدد کے ساتھ اس کو تاکید کی گئی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح اس جگہ اس کوڑھی کو منع کرتے ہیں کہ وہ اس کی خبر کسی کو نہ دے۔ اس ممانعت کا کیا سبب ہے ؟

۱۔اس لئے کہ وہ یروشلم میں جاکر اپنے تیئں دکھانے میں دیر نہ کرے کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ قل اس کے کاہن معجزے کے کا حال سنیں۔

وہ شخص ان کے پاس جائے کیونکہ اگر دیر کرتا تو ممکن تھا وہ رشک کے مارے اس کے پاک ہونے کا انکار کرتے اور کہتے کہ وہ اچھا نہیں ہوا۔

۲۔شائد اس لئے کہ اس شخص کا ذاتی نقصان نہ ہو۔ یعنی لوگوں کو اس معجزے پر بہت سا چرچہ اور طرح طرح کی نکتہ چینیاں کرتے دیکھ کر اس کی باطنی شکرگزاری میں کسی طرح کا فرق نہ آجائے۔

۳۔حضرت متی ہم کو بتاتے ہیں (حضرت متی ۱۲باب ۱۵تا ۲۱آیت مقابلہ کرو ساتھ خط فلپیوں ۲باب ۶تا ۷آیت اور خط عبرانیوں ۵باب ۵آیت اور حضرت یوحنا ۸باب ۳۶آیت)۔ کہ حضرت یسعیاہ کی نبوت کے مطابق (دیکھو بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ ۴۲باب ۲آیت)اس کی خدمت ہر طرح کے شوروغوغا سے آزاد ہونی چاہیے تھی۔

۴۔وہ صرف اسی لئے نہیں آیا تھا کہ حکیم بنے یا اچنبے کرنے والا سمجھا جائے۔بلکہ روحوں کو اپنے مکاشفے اور اپنے نمونہ اور اپنی موت کے وسیلے بچانے کو آیا تھا۔(کمیبرج سریز لوقا) مگر خطرہ تھا کہ اس کے معجزات کی خبر سن کر لوگوں میں ایک طرح کا اشتعال پیدا ہو۔ اور وہ خیال کریں کہ وہ ان کے خیالات کے مطابق اپنی بادشاہی قائم

کرنے پر ہے (حضرت یوحنا ۶باب ۱۴آیت)اور یہ بھی ممکن تھاکہ وہ ان باتوں کے سبب سے یہودی سرداروں اوررومی حکام کو مخالفت پر برانگیختہ کرتے اوراس کی تعلیم کی آزادی میں منمل ہوتے ۔ اور ہم دیکھتے ہیں (حضرت مرقس ۱باب ۴۵آیت بمقابلہ حضرت لوقا ۵باب ۱۵آیت)کہ کوڑھی نے اس کے حکم کو نظر اندازکرکے یہ نتیجہ واقعی پیدا کردیا ۔ (حضرت مرقس ۵باب ۱۹آیت ،حضرت لوقا ۸باب ۲۹آیت)میں جو احکام پائے جاتے ہیں وہ قاعدہ کلیہ کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ وہ خاص حالتوں پر دلدالت کرتے ہیں۔ پس اگر ہم ان جگہوں میں یہ پڑھتے ہیں کہ مسیح خود شہرت کا حکم دیتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہے کہ جھیل کے جنوب مغرب میں یہ خطرہ نہ تھا کہ لوگ انہیں جبراً بادشاہ بنائیں بلکہ وہاں اورقسم کی غلطیاں اس کی نسبت رائج تھیں جن کا سدھارنا اوراصلاح کرنا ضروری تھا۔

جاکر اپنے آپ کو کاہن (امام اعظم)کو دکھا۔ زور" دکھا" پر ہے ۔ کیونکہ کاہن کے پاس فقط صحت کی خبر بھیجنا کافی نہ تھا۔"دیکھنے " کے سوائے اورکوئی بات کاہن کو قائل نہیں کرسکتی تھی۔ اس بات کے علم کے لئے کاہن کس طرح کوڑھیوں کے پاک صاف ہونے کا اعلان کیا کرتے تھے۔ (توریت شریف کتاب ِاحبار ۱۴پڑھنا چاہیے)۔

اور جونذر حضرت موسیٰ نے مقرر کی ہے (احبار ۱۴باب ۴تا ۱۰آیت)میں اس کا ذکر آتا ہے اوراس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کیا خرچ اس موقع پر اٹھانا پڑتا تھا۔

تاکہ ان پر گواہی ہو۔ لوگوں پر نہ کہ کاہنوں پر۔ کیونکہ انہیں تو نذر گذراننے سے پہلے ہی ماننا پڑتا تھا۔ کہ آدمی پاک صاف ہوگیا ہے ۔ لیکن لوگوں پر قربانی دینے کے بعد ظاہر ہوتی تھی کہ فلاں شخص جو پہلے کوڑھی تھا اب پاک صاف ہوگیا ہے ۔ پس اس اشخاص کا قربانی چڑھانا لوگوں کے لئے اس کی صحت کی گواہی تھا۔ ماسوائے اس کے موسوی شریعت کی پابندی بھی ضروری تھی۔کیونکہ مسیح کے مخالف اب اسے اس قصور سے ہتم کرنے لگ گئے تھے۔ٹرنچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ شائد یہ مقصد بھی ہوگا کہ یہ گواہی بھی ان کو ملزم ٹھہرائے یعنی ان کی بے ایمانی پر بھی گواہی دے کہ وہ معجزے دیکھتے ہیں اورپھر ایمان لاتے۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔چار سوال پوچھنے کے قابل ہیں۔ اول کیامسیح ہم کو بچاسکتے ہیں۔دوئم کیا مسیح ہم کو بچانا چاہتے ہیں۔ سوم کیاہم کو بچنے کی

ضرورت ہے ،چہارم اورکیا ہم بچنا چاہتے ہیں۔ شک اگر ہے تو پچھلے سوال پر ہے۔

۲۔جو کچھ مسیح نے تمہارے لئے کیا ہے اس کی منادی شور مچا کر کردیا نہ کرو۔ جو لازمی امر ہے سو یہ ہے کہ اسے خدا کے حکموں کے مطابق چل کر ثابت کرو۔ یہ ازحد ضروری ہے۔

۳۔کوڑھی زندہ ہوتا تھا مگر مردہ کی مانند سمجھا جاتا تھا ۔کیونکہ اس کی بیماری کا نتیجہ موت تھا۔ اس کا مرض زندگی کے تمام میٹھے چشمے کو زہریلا بناتا تھا۔ وہ جسم کو رفتہ رفتہ گلا دیتا تھا کہ حتیٰ کہ ایک ایک عضو یکے بعد دیگرے گرنے لگ جاتا تھا۔ حضرت ہارون اس کا نقشہ خوب کھینچتے ہیں۔(توریت شریف کتابِ گنتی ۱۲باب ۱۲آیت)یہ بیماری لاعلاج تھی۔ یعنی آدمی اس کا علاج نہیں کرسکتا تھا۔حضرت داؤد گناہ کی بیماری کو کوڑھ کی مانند سمجھتے تھے۔ کیونکہ جب وہ کہتے ہیں کہ مجھے زوفا سے دھو اور میں پاک ہوجاؤں گا (زبورشریف ۵۱آیت ۷)تووہ خارجی سے باطنی کی طرف دیکھتا ہے یعنی سچے لہو کی طرف جو چھڑکا جاتا ہے دیکھتا ہے ۔ پس وہ یہاں اپنے تیئں روحانی کوڑھی تصورکرتا ہے ۔ وہ ایسا خیال کرتا ہے کہ اس کا گناہ (جب کہ وہ اس گناہ میں زندگی بسر کرتا تھا)موت تک پہنچانے والا

گناہ تھا۔ اور محسوس کرتا ہے کہ میں خدا سے پرلے درجہ کی جدائی رکھتا ہوں لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ کامل طور پر خدا کے نزدیک لایا جاؤں۔ (ٹرنچ) بعض حالتوں میں لگ جانے والی بیماری تھی۔ دکھ پیدا کرنے والی بیماری تھی۔

۴۔مسیح کی مسیحائی کا سب سے بڑا نشان یہ تھا کہ وہ کوڑھیوں کو پاک صاف کرتا تھا۔

۵۔اس کوڑھی کو دعا سچی دعا کا نمونہ ہے سچی دعا فروتن ایمان سے مانگی جاتی ہے اور جواب کو پروردگار کی مرضی پر چھوڑتی ہے ۔

۶۔دیکھو گنگار کا اور مسیح کا باہمی تعلق کیا ہے۔ اور کیا ہونا چاہئیے گنہگار مسیح کے پاس لا علاج بیماری کے ساتھ آتا ہے ۔ سرگرم منت کے ساتھ آتا ہے ۔ جگے ہوئے ایمان کے ساتھ آتا ہے ۔ مسیح اس کو زور آور بازو کے ساتھ ملتا ہے۔ رحم سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ ملتا ہے۔ ایک تاکیدی حکم کے ساتھ ملتا ہے ۔ خواہ وہ حکم بولنے کا ہو یا خاموشی کا۔

۷۔حکم ماننا قربانی چڑھانے سے بہتر ہے۔

صوبہ دار کے خادم کو اچھا کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۸ باب ۵ تا ۱۳ آیت ، حضرت لوقا ۷ باب ۱ تا ۱۰ آیت)

ہم اوپر بتلا چکے ہیں کہ یہ معجزہ وہی معجزہ نہیں ہے جو حضرت یوحنا نے انجیل میں بیان کیا۔(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۴ باب ۴۳ آیت)اورہم نے وہ فرق بھی بتایا ہے جس کے سبب سے ان دونوں واقعات کو جدا جدا سمجھنا چاہیئے ۔ اس معجزہ کو حضرت متی اورحضرت لوقا دونوں نے رقم کیا ہے۔ مگران کے بیان میں تطبیق کی ضرورت معلوم ہوتی ہے ۔ حضرت متی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ خود آیا۔ مگر حضرت لوقا کے بیان سے برعکس اس کے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خود نہیں آیا بلکہ اس نے اور لوگوں کو مسیح کے پاس بھیجا ۔ واضح ہو کہ حضرت لوقا کا بیان زیادہ مفصل اورباترتیب ہے ۔مگر حضرت متی کا بیان بہت مختصر سا ہے ۔ اوراس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس اصول کو کام میں لا تے ہیں جس کی رو سے ہم اس کا م کو جو اوروں سے کرواتے ہیں اپنا کیا ہوا سمجھتے ہیں۔ اصول تاریخی بیانوں میں جائز مانا جاتا ہے مثلاً جوکچھ سپاہ کرتی ہے وہ بادشاہ کا کیا ہوا سمجھا جاتا ہے ۔ اورہماری روزمرہ زندگی کے تعلقات میں بھی اس اصول کے مطابق کارروائی کی جاتی ہے

۔ ایک مثال حضرت مرقس ۱۰باب ۳۵آیت ،بمقابلہ حضرت متی ۲باب ۲۰موجود ہے ۔ پھر حضرت یوحنا ۳باب ۲۲آیت میں ہے کہ جناب مسیح نے بپتسمہ دیا ۔مگر حضرت یوحنا ۴باب ۱آیت میں اس کی یہ شرح پائی جاتی ہے کہ مسیح کے شاگردوں نے بپتسمہ دیا ۔حضرت یوحنا ۱۹باب۱آیت ،میں ہے کہ پیلاطس نے اس کے کوڑے لگائے حالانکہ اس نے اپنے ہاتھ سے یہ کام نہیں کیا۔ پھر بمقابلہ کرو حضرت متی ۱۴باب ۱۰آیت ،حضرت مرقس ۶باب ۲۷آیت سے۔

آیت نمبر ۵۔اور جب وہ(سیدنا مسیح) کفر ناحوم میں داخل ہوئے۔

یہ معجزہ پہاڑی وعظ کے بعد واقع ہوا۔ حضرت لوقا ۷باب۱آیت ۔جنابِ مسیح اس وقت کفرناحوم میں رہا کرتے تھے۔ اوریہ معجزہ اس وقت سرزد ہوا ۔ جبکہ وہ باہر سے کفر ناحوم میں داخل ہورہا تھا۔

ایک صوبہ دارآپ کے پاس آیا اورآپ کی منت کرکے کہا ۔

صوبہ دار۔ یہ خطاب ان افسروں کا تھا جو رومی فوج کے سو سو سپاہیوں پر حکومت کیا کرتے تھے یہ عہدہ انگریزی کپتان کے عہدے

کے نسبت زیادہ ذمہ داری اور فضیلت کا عہدہ تھا۔ معلوم نہیں یہ صوبہ دار ہیرودیس انتپاس کا جو گلیل کا تترارک (چوتھائی ملک کا حاکم) تھا ۔ یا اس کا تعلق اس رومی فوج کے ساتھ جو کفرناحوم میں مقیم تھی۔ کیونکہ رومی اپنی فوج ایسے صوبجات میں بھی رکھا کرتے تھے جو برائے نام خود مختار ہوتے تھے۔ گویہ صوبہ دار غیر قوم تھا۔ مگر کئی غیر قوم لوگوں کی طرح یہ بھی بت پرستی کی خرابی اوربدی کو محسوس کررہا تھا۔ اوراسرائیل کے خدا کی سچی عبادت سے بہرور تھا۔ یہودی مذہب نے اس کی کئی روحانی حاجتوں کو رفع کیا۔ اور کئی ایک رفع کرنے کی امید اس کے سامنے رکھی جتنے صوبہ داروں کا ذکر انجیل شریف میں آیا ہے وہ سب اچھی طرح یا دکئے گئے ہیں۔ (حضرت متی ۲۷باب ۵۴آیت ،اعماالرسل ۱۰باب ۲۷تا ۴۳آیت)اس صوبہ دا نے بھی قرینلئیس کی طرح یہودی مذہب کی فضیلت کو محسوس کیا۔ اوراغلب ہے کہ وہ سن چکا تھاکہ بادشاہ کے ملازم کا بیٹا کس طرح صحت یاب ہوا۔اس بات کے علم نے دیگر باتوں کے ساتھ مل کر جو اس نے مسیح کی نسبت سنی تھیں اس کو کامل یقین دلا یا کہ مسیح اس کے نوکر کو شفا بخش دیں گے ۔

ان کے پاس آیا اوران کی منت کرکے کہا۔ جیسا ہم اوپر بیان کرآئے ہیں حضرت متی اس کام کواس نے دوسروں کے وسیلے کروایا اسی سے منسوب کرتا ہے۔ لیکن حضرت لوقا اس واقعہ کو مفصل طور پر تحریر کرتا ہے چنانچہ اس کی انجیل میں ہم پڑھتے ہیں کہ اس نے یہودیوں کے کئی بزرگوں کواس کے پاس بھیجا اوراس سے درخواست کی کہ آکر میرے نوکر کو اچھا کردیں۔ وہ خود مسیح کے پاس نہیں جاتا اوراس کے نہ جانے کا سبب حضرت لوقا ۷باب ۶تا ۷آیت میں مذکورہے ۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس لئے نہیں گیا کہ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا تھا کہ اس کے حضورمیں جائے۔ وہ مسیح کوایک اعلیٰ اوراپنے آپ کوایک ادنیٰ دنیا کا بادشاہ سمجھتا تھا ۔ لہذا وہ خود نہیں آتا بلکہ یہودیوں کے بزرگوں کے اس کے پاس بھیجتا ہے ۔ یہ بزرگ خوشی سے اس کے پاس آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سفارش کے کام کو بڑی سرگرمی سے انجام دیا۔ مثلاً انہوں نے مسیح کی منت کی اور کہا کہ " وہ لائق ہے کہ آپ اس کی خاطریہ کریں کیونکہ وہ ہماری قوم سے محبت رکھتا ہے۔او رہماری قوم کے عبادت خانہ کوبھی بنوایا ہے۔ اس بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صوبہ دارغیرقوم میں سے تھا اوران لوگوں کے زمرے میں داخل تھا

جنہوں نے یہودی مذہب کو عام طورپر تو قبول کرلیا تھا مگر ختنہ نہیں کروایا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ رومی تھا پر اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ رومیوں میں سے کبھی کسی نے انتپاس کے ماتحت اس قسم کا عہدہ اختیار کیا ہو۔ زیادہ غالب یہ ہے کہ وہ یا تو یونانی تھا یا آرامی ۔ (کیمبرج سیریز لوقا)یہودیوں نے کہا اس نے ہمارے لئے عبادت خانہ بنوایا ہے۔ اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ کفر ناحوم میں اس کے سوا اور کوئی عبادت خانہ نہ تھا۔ پر یہ کہ جس عبادت خانہ سے یہ لوگ تعلق رکھتے تھے۔ وہ اس نے بنوایا تھا۔ اور تعجب نہیں کہ وہ کفر ناحوم میں سب سے بڑا عبادت خانہ ہو۔ اگر کفرناحوم وہی جگہ ہے جو زمانہ حال میں تلحم کے نام سے موسوم ہے ۔ تو اس کے کھنڈرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں عبادت خانے ہیں جن میں سے ایک کی دیواریں جو سفید پتھر کی بنی ہوئی ہیں ہیرودیس کے زمانہ سے علاقہ رکھتی ہیں اور ایک اونچائی پر جھیل کے کنارے کھڑی ہیں۔ ممکن ہے کہ جس عبادت خانہ کا ذکر حضرت لوقا کرتے ہیں وہ یہی عمارت ہو جس کی دیواریں اب تک اس زمانہ کی خبر دیتی ہیں۔جو پیغام اس صوبہ دار نے بزرگوں کے ہاتھ بھیجا یہ تھا کہ ۔

آیت نمبر۶۔اے خداوند میرا خادم گھر میں مفلوج پڑا ہے۔

جس لفظ کا ترجمہ حضرت متی میں خادم ہوا ہے وہ یونانی میں پائیس (   ) ہے جس کے معنی بچے یا لڑکے کے بھی ہیں۔ رومیوں ،یونانیوں اور عبرانیوں میں نوکر کو لڑکا کہہ کر پکارنے کا دستور جاری تھا۔ اسی طرح انگریزی میں بھی نوکر کو (   ) کہہ دیا کرتے ہیں۔ مگر اس جگہ اس لفظ کا ترجمہ "بیٹا" کرنا مناسب نہیں۔ حضرت لوقا جو لفظ استعما ل کرتے ہیں وہ ڈولاس (   ) ہے جس کے معنی غلام یا بردہ کے ہیں۔ حضرت پولس اکثر اس لفظ کو اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے تیئں مسیح کا غلام کہتے ہیں تاکہ اپنا اور مسیح کا رشتہ ظاہر کریں۔

مفلوج پڑا ہے۔ وہ خاص بیماری جس میں صوبہ دار کا نوکر مبتلا تھا۔ اس زمانہ میں فالج کی ایک قسم سمجھی جاتی تھی۔ چونکہ اس میں بہت تکلیف ہوا کرت تھی ۔ لہذا عالموں کا خیال ہے کہ وہ بیماری (   ) ہوگی۔ حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ وہ قریب المرگ تھا۔ یعنی بستر سے لگا ہوا تھا۔ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ یہ خادم اس کو عزیز تھا گویا" یہ یہودیوں کے لئے ایک نمونہ تھا۔ جنہیں تالمود (یہودیوں کی احادیث کی کتاب) نے غلاموں کے لئے ماتم کرنے سے منع کردیا تھا۔"

آیت نمبر۷۔ میں آکر اسے اچھا کرونگا۔

لفظ میں پر زور ہے۔ حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ جب مسیح یہودی سرداروں کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چل پڑے ۔ تو اس نے پھر اپنے دوستوں کو ان کے پاس بھیجا اور کہا کہ میں اس لائق نہیں کہ آپ میری چھت تلے آئیں ۔پہلے تو صرف یہی خیال اس کے دل میں پیدا ہوا کہ مسیح ایک نہائیت بزرگ اور پاک شخص ہیں۔ اور میں ایک ناچیز اور حقیر بشر ہوں۔ اس لئے زیبا نہیں کہ میں خود ان کے پاس جاؤں ۔بہتر ہے کہ یہودیوں کے بزرگ جائیں اور ہوسکے تو انہیں اپنے ساتھ لے آئیں۔ مگر اب ایک نیا خیال اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ وہ سوچنے لگتا ہے میں اس قابل ہی نہیں کہ مسیح میرے گھر میں آئے۔ اور نہ اس کے آنے کی ضرورت ہی ہے کیونکہ اس کا کلا کافی ہے۔اس شخص کی سیرت کا ایک ایک عنصر غور کے لائق ہے ۔ یعنی اس کا ایمان اور اس کی گہری فروتنی توجہ کے لائق ہے۔ اور اسی طرح اس کی وہ محبت جو وہ خدا کے لوگوں سے رکھتا تھا اور فیاضی اور وہ ہمدردی جس کے سبب وہ اپنے غلام کے لئے فکر مند تھا۔ (غلام اس زمانہ میں اپنے مالکوں کی ہمدردی سے بہت ہی کم بہرور تھے)غور کے لائق ہے یہ ساری باتیں ایسے اوصاف حمیدہ

تھے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص خدا کے ان فرزندوں میں سے تھا جو دنیا میں جا بجا پائے جاتے تھے۔ اورجن کو کلیسیا کی پاک رفاقت میں اکٹھا کرنے کے لئے مسیح آئے تھے۔(حضرت یوحنا ۱۱باب ۵۲آیت)۔

آیت نمبر۸۔اس لائق نہیں کہ میری چھت تلے آئیں۔

گمان ہے کہ شائد وہ اسی لئے اپنے تیئں نالائق سمجھتا تھا کہ وہ غیر قوم تھا اوریہودیوں کا کسی غیرقوم کے گھر میں جانا رسمی شریعت کے مطابق ناپاک سمجھا جاتا تھا ۔ مگر سارے بیان کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے تیئں اخلاقی طورپر نالائق سمجھتا تھا۔

بلکہ زبان سے کہہ دے ۔ فقط ایک لفظ اپنی زبان سے کہہ دے اور میرا خادم شفا پائے جائے گا ۔ شائد اس کو یا دہوگا کہ اسی جگہ بادشاہ کے ملازم کا لڑکا ایک ہی لفظ کے وسیلے شفا پاگیا تھا۔(حضرت یوحنا ۴باب ۵۰آیت)۔

آیت نمبر۹۔کیونکہ میں بھی دوسرے کے اختیارمیں ہوں اورسپاہی میرے ماتحت ہیں۔ جب ایک سے کہتا ہوں جا تووہ جاتا ہے ۔ اوردوسرے سے کہ آتو وہ آتا ہے ۔ اورجب اپنے نوکرسے کہتا ہوں کہ یہ کرتو وہ کرتا ہے۔

یہاں وہ اپنے تجربہ سے ایک مثال پیش کرکے اس صداقت کو واضح کرتا ہے کہ جنابِ مسیح اپنے ایک لفظ ہی سے بیماری کو دور کرسکتے ہیں۔

میں بھی دوسرے کے اختیار میں ہوں۔ صوبہ دار سو سپاہیوں پر حکم کیا کرتا تھا اور ہمارے زمانے کے کپتان کا سا عہدہ رکھتا تھا۔ اس کے نیچے ایک سارجنٹ ہوا کرتا تھا۔ اوراسکے اوپر ایک کرنل اور ایک جنرل ہوتا تھا۔ پس صوبہ دارایک ایسا شخص تھا جو حکم کرنا اورحکم بجالانا دونوں باتیں جانتا تھا۔ اورچونکہ وہ مسیح کوآسمانی فوجوں کا حکمران سمجھتا تھا لہذا وہ اس بات کا پکا یقین رکھتا تھا کہ اس کاایک لفظ ہی کافی ہے۔ یہاں بیماری ایک شخص تصور کی گئی ہے اسی طرح حضرت لوقا ۴باب ۳۹آیت ،میں آیا ہے "اس نے تپ کو جھڑکا "بعض کا خیال ہے کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح میں دوسروں کے اختیار میں ہوں اورسپاہی میرے اختیار میں ہیں اسی طرح مسیحی الہٰی حکم کے ماتحت ہیں۔ اوربیماریاں اس کے ماتحت ہیں" کے ساتھ ہے ۔ یعنی میں بھی اختیاررکھتا ہوں اورسپاہی میرے زیر حکم ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اختیاررکھتے ہیں اورتمام بیماریاں آپ کے حکم کے تابع ہیں۔

ایک سے کہتا ہوں جا تووہ جاتا ہے اوردوسرے کہتا ہوں کہ آتو وہ آتا ہے۔یہ الفاظ کامل تعمیل پر دلالت کرتے ہیں ۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ میرے حکم کی تعمیل میں کسی طرح کی چون وچرا نہیں کی جاتی۔

آیت نمبر۱۰۔سیدنا مسیح نے یہ سن کر تعجب کیا اور پیچھے آنے والوں سے کہا ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نے ایسا ایمان اسرائیل میں بھی نہیں پایا۔

مسیح نے دو دفعہ تعجب کیا۔ ایک دفعہ یہاں ایمان کے سبب سے اور ایک دفعہ بے ایمانی کے سبب سے (حضرت مرقس ۶باب ۶آیت)لازم نہیں کہ ہم اس کے تعجب کرنے تعجب کریں اوراس کی تشریح کے لئے اپنی تاویلیں گھڑیں۔اتنا کہنا کافی ہے کہ الوہیت کے اعتبار سے اس میں تعجب اور حیرت کو جگہ نہ تھی۔ اگر اسکی انسانیت میں تعجب کے لئے راہ تھی۔ اس سے زیادہ تشریح کا طالب ہونا اس کے بیان کے زورکو کھودینا ہے۔ اس کا تعجب اس جگہ بڑا لطف دے رہا ہے ۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نے ایسا ایمان اسرائیل میں بھی پایا۔ یہ الفاظ حضرت لوقا اورحضرت متی دونوں میں پائے جاتے ہیں ۔ سینٹ آگسٹین فرماتے ہیں کہ جو بات اس نے زیتوں میں نہ

پائی سو جنگلی انجیر میں پائی۔ ایک اورغیرقوم کے مضبوط ایمان کا ذکر (حضرت متی ۱۵باب ۲۲آیت)میں پایا جاتا ہے ۔ہمیں یقین ہے کہ جو شخص ایسی خوبصورت خاکساری اور ایسا مضبوط ایمان مسیح کے معجزات قدرت کے بارے میں رکھتا تھا وہ اس کی معافی بخش قدرت کا بھی قائل ہوگا۔ یا تھوڑے عرصہ بعد قائل ہوگیا ہوگا۔ (بمقابلہ کرو حضرت متی ۵باب ۳آیت)کیونکہ جنابِ مسیح اس کی فروتنی اورخاکساری کے سبب سے تعجب نہیں کرتے۔ بلکہ ایمان کے سبب سے جو تمام روحانی برکتوں کی جڑہے۔ (مقابلہ کریں حضرت متی ۱۵باب ۲۸آیت ،حضرت لوقا ۱۸باب ۸آیت)۔

آیت نمبر۱۱۔اورمیں تم سے کہہ دیتا ہوں کہ بہتیرے پورب اورپچھم سے آکر ابراہیم ،اضحاق اوریعقوب کے ساتھ آسمان کی بادشاہت میں کھانے بیٹھیں گے ۔

یہ الفاظ جو حضرت متی کی ۱۱اور۱۲آیت میں درج ہیں حضرت لوقا اس معجزے کے ساتھ درج نہیں کرتے بلکہ ایک اورجگہ بیان کرتے ہیں(حضرت لوقا ۱۳باب ۲۸آیت)ممکن ہے کہ اس جگہ بھی اورلوقا ۱۳باب ۲۸آیت کے موقع پربھی مسیح نے یہ الفاظ کہے ہوں۔

اب وہ یہودیوں کو وہ بات سناتے ہیں جو وہ سننا پسند نہیں کرتے تھے
۔پورب اورپچھم سے (دیکھئیے بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ
۴۵باب ۶آیت)یعنی دنیا کےدوردراز کناروں سے دوردور کے ممالك
سے آئیں گے اورآسمان کی بادشاہت میں داخل ہوں گے یہاں اس
بات کا صاف اشارہ ہے کہ مسیحیت تمام قوموں میں پھیل جائے
گی۔

ابراہیم ،اضحاق اوریعقوب کے ساتھ ۔ یہودی یہ مانتے تھے کہ ان
بزرگوں کی اولاد سے ہونا مسیح کی بادشاہت کی خوبیوں میں داخل
ہونے کی پختہ دلیل ہے۔ اورمسیح کی بادشاہت کی خوبیوں میں سے
ایك یہ بات سمجھی جاتی تھی کہ اس میں اعلیٰ درجہ کی ضیافتیں ہوا
کریں گی جن میں یہ بزرگ شامل ہوں گے ۔ ربیوں کے تحریروں سے یہ
بات بخوبی ظاہر ہے ۔(این امریکن کامنڑی)یہودی غیر قوموں کے
ساتھ کھانے سے پرہیزکیا کرتے تھے۔ اورجنابِ مسیح فرماتے ہیں کہ
یہی غیرقوم بزرگوں کے ساتھ کھانے بیٹھیں گے وہ ہر طرف سے آئیں
گے۔ اوریہودی خارج کئے جائیں گے ۔ اسی بات پر نبیوں نے بھی اشارہ
کیا تھا مگراسرائیل نے ان کا مطلب نہ سمجھا۔

آسمان کی بادشاہت ۔صرف حضرت متی ہی الفاظ"آسمان کی بادشاہت "استعمال کرتے ہیں دیگر انجیل نویس یہ محاورہ استعمال نہیں کرتے بلکہ خدا کی بادشاہت کہتے ہیں۔ لیکن حضرت متی خدا کی بادشاہت کی محاورہ بھی استعمال کرتے ہیں۔ یہ محاورہ نیا نہ تھا بلکہ اس کا تصور یہودی تھیوکرسی سے مربوط تھا۔ تھیوکرسی کے معنی خدا کی بادشاہت یا حکومت کے ہیں۔ اور زمین کی بادشاہت اس کا ایک سایہ سا ہے ۔ یہ الفاظ مسیح کی حکمرانی پر دلالت کرتے ہیں (بائبل مقدس صحیفہ حضرت دانی ایل ۷باب ۱۴آیت)مسیح نے ان الفاظ کو ایک نئے اور گہرے معنے دیدئیے۔ (کیمبرج سیریز متی)حضرت متی ۳۰مرتبہ سے زیادہ ان الفاظ کو استعمال کرتے ہیں ۔ واضح ہو کہ "آسمان کی بادشاہت "اورخدا کی بادشاہت میں کچھ فرق نہیں ہے۔ آسمان جو کہ خدا کے رہنے کی جگہ ہے بعض اوقات خدا کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔(دانی ایل ۴باب ۲۶آیت ،حضرت لوقا ۱۵باب ۱۸تا ۲۱آیت)یہودی لوگ جو کہ خدا کا نام لینے میں پس وپیش کیا کرتے تھے۔اکثر اوقات "آسمان کی بادشاہت "کا محاورہ استعمال کیا گیا ہے ۔ حضرت متی جو یہودیوں کے لکھتے ہیں ان کے خیالات کی رعائت کرتے ہیں اورزیادہ تر خدا کی بادشاہت کی جگہ

"آسمان کی بادشاہت" کہتے ہیں۔ لفظ آسمان یونانی میں بصیغہ جمع آیا ہے۔

"آسمان کی بادشاہت"کا خیال نبیوں کی کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً یسعیاہ اورمیکاہ میں اس بات کی خبر ہے کہ خدا ایک راستباز بادشاہ کوبرپا کرے گا جواپنے لوگوں کونجات دے گا اقبال مندی سے بہرور فرمائے گا(صحیفہ حضرت یسعیاہ ۱باب ۳۹آیت ،۹باب ۶تا ۷آیت ،۱۱باب ۱تا ۱۰آیت ،صحفیہ حضرت میکاہ ۴باب ۱تا ۸آیت) اس امید کو حضرت یرمیاہ اوران کے ہمعصروں نے کسی قدرتبدیلی سے بیان کیا ہے۔(حضرت یرمیاہ ۲۳باب ۵تا ۶آیت ،حضرت حزقی ایل ۳۷باب ۲۴)یعنی انہوں نے حضرت داؤد کے خاندان کی طرف (مقابلہ کرو ۲تواریخ ۱۳باب ۸آیت)اس طرح اشارہ کیا ہے کہ وہ چنی ہوئی قوم کے کام کی رہنمائی کرے گا۔ لیکن دانی ایل کے زمانہ میں جب کہ اسرائیل ردی حالت میں گرفتار تھا۔ یہ یقین دلایا گیا کہ"آسمان کا خدا" ایک عالمگیر بادشاہی قائم کرے گا۔

آیت نمبر ۱۲۔مگر بادشاہت کے بیٹے باہر اندھیرے میں ڈالے جائیں گے وہاں رونا اوردانتوں کا پیسنا ہوگا۔

بادشاہت کے بیٹے۔عبرانی محاورہ کے مطابق فرزند یا بیٹے ایک گہرا تعلق یا رشتہ ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً بنی بلعال سے مراد شرارت کے فرزند ہیں یعنی لوگ جو گویا شرارت سے پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی خاصیت شرارت کے چشمہ سے اخذ کی تھی۔ اسی طرح نافرمانی کے فرزند (خط افسیوں ۲باب۲آیت)غضب کے فرزند (خط افسیوں ۲باب ۳آیت) "بادشاہت کے بیٹے یا فرزند "ایسا محاورہ ہے جس سے مسیح یہودیوں کو فرماتے ہیں کہ وہ جو اجنبی ہیں وہ بادشاہت کی نعتموں سے متمع ہونگے ۔ مگر اس کے اپنے فرزند خارج کئے جائیں گے۔مراد یہودیوں سے ہے ۔

باہر کے اندھیرے میں ڈالے جائیں گے۔ یہ کلام اس نقشہ سے استعارہ کیا گیا ہے ۔ جہاں ایک مکان چراغوں کی روشنی سے بقعہ نور ہورہا ہے۔ لیکن اس کے باہر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اگر کوئی شخص اس محل سے نکالا جائے تو وہ اندرونی روشنی کے مقابلہ میں بیرونی تاریکی کی کثرت کو وبال جان سمجھے گا ۔(دیکھئے حضرت متی ۲۲باب ۱۳آیت ،۱۵باب ۳۰آیت ،خط یہوداہ اور خط دوم حضرت پطرس ۲باب ۱۷آیت) میں تاریکی کی سیاہی "آیا ہے)۔

وہاں رونا اوردانتوں کا پیسنا ہوگا۔ محل کے اندرضیافت کے سامان اورخوش گلو کو گوں کی مداح سرائی کے خوش لحن گیت اپنا لطب دے رہے ہیں۔ لیکن باہر رونا اور دانت پیسنا گلے کا ہاربن رہا ہے۔ یہ محاورہ چھہ مرتبہ حضرت متی میں آیا ہے ۔(حضرت متی ۱۳باب ۴۲آیت ،۲۲باب ۱۳آیت ،۲۴باب ۵۱آیت ۲۵باب ۳۰آیت) اور حضرت لوقا میں بھی پایا جاتا ہے (حضرت لوقا ۱۳باب ۲۸آیت)او رہمیشہ حرف تعریف کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے۔ پس ہمیشہ آنے والی سزا پر دلالت کرتا ہے (امریکن کامنٹری متی پر)

آیت نمبر۱۳۔اورجنابِ مسیح نے صوبہ دار سے کہا جیسا تونے اعتقاد کیا تیرے لئے ویسا ہی ہو۔ اوراسی گھڑی خادم نے شفا پائی۔

کہا جا۔ نہائت محبت اوردلا سے سے کہا جا۔ نہ کہ درشتی اورسختی سے ۔جیسا تیرا ایمان بڑا ہے ویسی ہے بڑی برکت بھی تجھے ملے۔
اسی گھڑی ۔اس پر زورہے۔ فوراًاسی دم۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔صوبہ دار۔اس کی سخاوت خدا کے لوگوں پر (حضرت لوقا ۷باب ۵آیت)اس کی محبت بھری مہربانی ایک نوکر پر (حضرت متی ۸باب ۶آیت ،حضرت لوقا ۷باب ۲آیت)اپنی نسبت اس کی نہائت فروتن رائے۔ (حضرت متی ۸باب ۸آیت)اس کا مسیح پر مضبوط ایمان رکھنا (حضرت متی ۸باب ۸تا ۱۰آیت)اس کی درخواست کا ٹھیک مسیح کی مرضی کے مطابق ہونا اوراس کا علے الفورجواب ملنا۔(حضرت متی ۸باب ۱۳آیت)۔

۲۔خوں ریز لڑائیوں کے پیشواؤں نے بھی بڑی بڑی نذریں مسیح کو چڑھائی ہیں۔ مثلاً یہ صوبہ دار،قرنیلس اوروہ صوبہ دارجو مسیح کی صلیب کا اہتمام رکھتا تھا۔ (حضرت متی ۲۷باب ۵۴آیت) اس کے مطیع تھے۔

۳۔جو اپنے نوکروں کی خدمت کرنا نہیں جانتا وہ اس لائق نہیں کہ اس کی خدمت کی جائے بڑائی کا خیال غروروپیدا نہ کرنے پائے۔ چاہیے کہ ہم نوکروں پر جب نگاہ کریں تو اس وقت۔ یہ یاد رکھیں کہ ہمیں اپنے مالک مسیح پر بھی ایک دن نظر ڈالنا ہے۔ کوئی نوکر شائد اپنے ماسٹر کی بھی اتنی پرواہ نہ کرتا جتنی اس آقا نے اپنے خادم کی کی۔

۴۔جو اپنے تیئں ہیچ سمجھتے ہیں وہی اوروں سے حقیقی عزت پاتے ہیں۔ اورجو اوروں سے عزت پاتے ہیں وہی اپنے تیئں نالائق جانتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ اپنی لیاقتوں اورخوبیوں سے واقف نہیں ہوتے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ زیادہ تر نالائقیوں کو دیکھتے ہیں۔ مذہب میں پہلی شے کیا ہے؟فروتنی ۔دوسری شے کیا ہے ؟فروتنی ،تیسری شئے کیا ہے فروتنی۔

۵اگرچہ یہ شخص بڑا اعلے مرتبے والا اورعالیجاہ تھا۔ مگرجب اس نے مسیح کی عظمت اورخوبی دیکھا اوراپنے ناچیزپن کو پہچانا تو کہا کہ میں "اس لائق نہیں"پہلے مسیح کو دیکھو اورپھر اپنے آپ کو دیکھو اورتو تم بھی یہی کہوگے۔ صوبہ دارکا یہ کہنا گویا سب چیزوں کے لائق ہونے کا ثبوت تھا۔

۶۔حکومت اورتابعداری دست بدست چلتی ہیں۔ کاش کو ہم بھی اپنے آقا ومولا سیدنا مسیح کے ایسے ہی نوکرہوں۔ مگرہماری حالت دگرگوں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دنیا کو چھوڑو۔ ہم دنیا کی طرف بھاگتے ہیں۔ وہ کہتا ہے میری طرف آؤہم اس سے بھاگتے ہیں۔

مسیح کئی لوگوں کے گھروں میں جا کر بیٹھے مثلاایک مغرور فریسی کے گھرمیں گئے۔ مگراس کا اس کا دل اس کی حضوری سے خالی رہا لیکن

اس صوبہ دار کے دل میں اس نے سکونت اختیار کی حالانکہ اس نے اسے اپنے گھر آنے سے روکا۔

۷۔آسمانی برکت ابراہیم ،اضحاق اور یعقوب کا فرزند ہونے پر منحصر نہیں کیونکہ میراث موروثی نہیں۔ بلکہ ایمان پر مبنی ہے۔

کفرناحوم کے عبادت خانہ میں ایک بدروح کے گرفتار کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۱باب ۲۳تا ۲۶آیت

،حضرت لوقا ۴باب ۳۲تا ۳۶آیت)

آیت نمبر۲۱۔پھر وہ کفرناحوم میں داخل ہوئے۔

حضرت لوقا مسیح کےکفرناحوم میں داخل ہونے کو اس کے ناصرت میں روکے جانے سے مربوط کرتا ہے۔ اور حضرت متی ۴باب ۱۳آیت جہاں لکھا ہے کہ وہ ناصرت چھوڑکر کفرناحوم میں جا بسا حضرت لوقا کے بیان کی تائید کرتا ہے ۔ واضح ہو کہ حضرت مرقس ۱باب۲۱آیت حضرت لوق کے بیان کی تردید نہیں کرتا۔ یہاں کوئی پوچھ سکتا ہے کہ یوحنا مسیح کے کفرناحوم میں رہنے کا حال کس لئے بیان نہیں کرتا؟اس کا سبب یہ ہے کہ وہ مسیح کے گلیلی کام اور رہائش کا بہت تھوڑا بیان کرتا ہے تاہم وہ اس کے کفرناحوم میں رہنے سے بالکل ناواقف نہیں۔ بلکہ وہ بھی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے (دیکھو حضرت یوحنا ۲باب ۱۲آیت ، ۶باب ۵۹آیت)کئی وجوہات سے جنابِ مسیح کا کفرناحوم میں رہنا مفید تھا۔ یہ شہر اس سڑک پر

واقعہ تھا جو بحیرہ اعظم کی جاتی تھی۔ اوروہ صوراورصیدااورعرب اوردمشق کی باہمی تجارت کا مرکز تھا۔ بہت سے لوگ یہاں جمع رہتے تھے۔ اوراس جگہ سے وہ بآسانی یہودیہ اتوریہ اورگلیل فراز کی طرف انجیل کی منادی کے لئے جاسکتا تھا۔ علاوہ بریں یہاں کاہنوں اور فریسیوں اورفقہیوں کا اتنا زورنہ تھا جتنا یروشلم میں تھا۔ اورپھراس کے شاگرد پطرس کا گھربھی غالباً اسی جگہ تھا۔ اوروہ اس کے گھرمیں پناہ گزین ہوسکتا تھا۔ آرام کے لئے اس جھیل کے ساحل سے بڑھ کراور کوئی جگہ عمدہ نہ تھی۔ اورخطرہ کے وقت وہ بآسانی یہاں سے تیتراک فلپ کے علاقہ میں جاسکتے تھے۔ ماسوائے ان تمام وجوہات کے کفرناحوم کی اخلاقی حالت بگڑی ہوئی تھی اس سبب سے بھی اخلاقی امراض کے حکیم نے اسی جگہ کواپنا مسکن اختیارکیا ہوگا۔ یہ شہرپرانے عہدنامے میں مذکورنہیں ہوا۔ جھیل کے مغربی ساحل پر گنیسرت کی سرزمین واقع تھا۔(حضرت متی ۱۴باب ۳۴آیت ،حضرت یوحنا ۶باب ۱۷تا ۲۴آیت)اوراتنا بڑا تھاکہ اسے شہر کہہ سکتے تھے(حضرت متی ۹باب ۱آیت)وہ محصول لینے کی جگہ تھی (حضرت متی ۹باب ۹آیت ،حضرت لوقا ۵باب ۲۷آیت)اوررومی

سپاہیوں کا ایک دستہ بھی اس میں رہا کرتا تھا۔ (حضرت متی ۸ باب ۹ آیت ،حضرت لوقا ۷ باب ۸ آیت)۔

اوروہ فوراً سبت کے دن عبادت خانہ میں جاکر تعلیم دینے لگا۔ اوراس تعلیم میں (حضرت مرقس ۱باب ۱۵آیت)وہ یوحنا بپتسمہ دینے والی کی "توبہ کی منادی " کے علاوہ وقت کے پورا ہونے کی خبر بھی دیتا تھا۔اس کی منادی میں توبہ کروکیونکہ "وقت نزدیک ہے "نہیں آتا بلکہ اس کے عوض "وقت پورا ہوگیا ہے " آتا ہے۔ ماسوائے اس کے وہ انجیل پر ایمان لانے اوراسے قبول کرنے کی تعلیم بھی دیا کرتا تھا۔

آیت نمبر۲۲۔اورلوگ اس کی تعلیم سے حیران ہوئے کیونکہ وہ ان کو فقہیوں کی طرح نہیں۔ بلکہ اختیار والے کی طرح تعلیم دیتا تھا۔

لوگ اس کی تعلیم سے حیران ہوئے ۔ناصرت کی نسبت ان لوگوں پر زیادہ اثر ہوا۔ فقہیوں کی طرح نہیں۔فقہیوں کا فرقہ پہلے پہل عزرا کے زمانہ میں سر بلند ہوا۔ فقہیہ شریعت کو نقل کیا اور پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اوربزرگوں کی روائتوں کے وسیلہ اس کی محافظت کیا کرتے تھے (حضرت متی ۱۵باب ۲۰آیت)اصل فقہیہ "شمعون راستباز" کے زمانہ تک موجود رہے ۔ یعنی قبل از مسیح ۳۰۰سال تک ۔انجیل شریف میں "ان کو عالم شرع " یا" شریعت کے سکھلانے والے "بھی

کہا ہے (حضرت متی ۲۲باب ۳۵آیت اور حضر ت لوقا ۵باب ۱۷آیت)ان کی تعلیم خارجی وسائل پر مبنی تھی۔ وہ فقط ربیوں کے فیصلوں کو پیش کیا کرتے تھے۔ لیکن ہمارے آقا ومولا کی تعلیم آزادانہ اورباختیارصورت میں پیش کی جاتی تھی۔وہ نئی اورتازی باتیں بتایا کرتے تھے۔ ان کا بیان ان الفاظ سے شروع ہوا کرتا تھا۔ "پچھلوں نے ایسا کہا ہے" مگرمسیح کے یہ الفاظ تھے۔ میں تم سے کہتا ہوں"۔

آیت نمبر۲۳۔اورفی الفورعبادت خانہ میں ایک شخص ملا جس میں ایک ناپاک روح تھی۔ وہ یوں کہہ چلا یا۔

(حضرت مرقس آیت ۲۳)اس معجزے کی شرع دیکھو جس میں ان دوشخصوں کا ذکر ہے جن پر دیو چڑھے ہوئے تھے۔

آیت نمبر۲۴۔کہ اے مسیح ناصری ہمیں تجھ سے کیا کام۔کیا تو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے ۔ میں تجھے جانتا ہوں کہ تو کون ہے ۔ خدا کا قدوس۔(حضرت مرقس ۲۴باب)

کیا تو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے۔ غورطلب بات یہ ہے کہ وہ جو پہلے صیغہ واحد کی صورت میں متکلم ہوتا ہے یہاں وہی جمع کے صیغہ میں سوال کرتا ہے۔ کیا۔تو ہمیں ہلاک کرنے آیا ہے ۔ ممکن ہے کہ وہ یہاں بدروحوں کی جماعت کا قائم مقام ہوکرکلام کررہا ہے۔ گویا تمام

بدروحیں اس کے وسیلے مسیح سے ڈر رہی ہیں ۔ یہ الفاظ پکی شہادت ہیں۔اس مخالفت کی جو بدروحوں کی بادشاہت اور مسیح کی بادشاہت میں پائی جاتی ہے یہ الفاظ مسیح کے کلی اختیارات اور فضیلت پر گواہی دیتے ہیں۔ شیطانی سلطنت کے ضعف اورتنزل پر دلالت کرتے ہیں۔

میں تجھے جانتا ہوں کہ تو کون ہے ۔خدا کا قدوس ۔جس طرح فرشتوں نے اپنے گیت میں اس اپنے بادشاہ کو پہچانا (حضرت لوقا ۲باب ۱۳تا ۱۴آیت)اسی طرح یہ بدروحیں بھی اس کو فوراً پہچان لیتی ہیں مگر نا امیدی کے نعروں کے ساتھ ۔ ان کی پہچان سے کس طرح کی امید اوراطاعت مترشیح نہیں بلکہ سخاوت بغاوت عیاں ہیں۔ دیکھو بدروحیں بھی اس کو مانتی اوراس سے کانپتی ہیں۔ (انجیل شریف خطِ یعقوب ۲باب ۱۹آیت)فقط انسان سے اپنے "بادشاہ کو" اس کے جمال میں نہیں پہچانتا ہے ۔(یسعیاہ ۳۲باب ۱۷آیت) وہ دنیا میں تھا اوردنیا کو اس نے بنایا۔ تو بھی دنیا نے اسے نہ جانا۔(حضرت یوحنا ۱باب ۱۰آیت)۔زمین نے اپنے بادشاہ کو نہ پہچانا ۔ لیکن آسمان اوردوزخ اس پر گواہی دیتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۵۔ جنابِ مسیح نے اسے جھڑک کر کہا چپ رہ اوراس میں سے نکل جا۔

توجہ طلب بات یہ ہے کہ کیوں جنابِ مسیح اس کی گواہی کو ردکرتے ہیں۔ اس قسم کی تردید کی اورمثالیں بھی ہیں۔ (حضرت مرقس ۱باب ۳۴آیت ،حضرت متی ۸باب ۲۹آیت)یہ بیان اس واقعہ سے مشابہت رکھتا ہے جوپولوس کے وقت میں سرزد ہوا ۔ اورجس کا ذکر (اعماالرسل ۱۶باب ۱۶تا ۱۸آیت) میں درج ہے۔ وہاں ہم ایک لڑکی کو دیکھتے ہیں جوایک بدروح کے بس میں تھی ۔وہ پولوس اوراسکے ساتھیوں کے کام پر گواہی دیتی ہے۔لیکن پولوس اس کی گواہی کو قبول نہیں کرتا ۔ اورمسیح کی طرح اس روح کو حکم کرتا ہے کہ اس لڑکی میں سے نکل جائے۔ اس گواہی کو پڑھ کر تعجب آتا ہے کہ ایسی صریح اورصاف گواہی مسیح کی ذات اورشخصیت کی نسبت ایسے مخالف کی جانب سے آتی ہے ۔ توقع تو یہ تھی کہ یہ بدروح اس کی ذات اورشخصیت کو تاریکی اورغلطی میں ڈالنے کی کوشش کرتی۔ مگر برعکس اس کے اس کی گواہی بالکل صاف ہے۔ اس کا کیا سبب ہے ؟ٹرنچ صاحب نے دو خیال اسکے جواب میں پیش کئے ہیں۔ اول ۔ کہ شائد غلاموں کی طرح اس نے ڈر کے مارے خوشامد اورتملق کی راہ

سے ایسا کہا۔ تاکہ اس کا غضب اور غصہ ٹل جائے۔ دوم۔ یا اس لئے کہ وہ ایک اور طرح اس کے کام کو نقصان پہنچائے۔ یعنی جب لوگ اس کے منہ سے صداقت کی بات سنیں تو وہ مسیح کی سچائی پر شک اورشبہ لائیں۔ ہمارے آقا ومولا کو اس قسم کی گواہی کی ضرورت نہ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ان بدروحوں پر فتح پانا اوران کو نکالنا بجائے خود ایک عمدہ اورپختہ گواہی اس کے کام کی ہے ۔ وہ ناپاک لبوں سے اپنی تعریفیں نہیں کرواتا ۔(زبور ۵۰آیت ۱۶)۔

جھڑک کر کہا۔ میکل کی طرح نہیں (انجیل شریف خطِ حضرت یہوداہ ۱باب ۹آیت) نکالتا ۔ بلکہ اسے اپنے نام سے نکالتا ہے۔

آیت نمبر ۲۶۔پس وہ ناپاک روح اسے مروڑکر اوربڑی آواز سے چلا کر اس میں سے نکل گئی ۔

کیا اس بدروح نے مسیح کا کہا نہ مانا؟معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ گویا نہ مانا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ بڑی آواز سے چلا کر اس میں سے نکل گئی۔ حالانکہ اس کا حکم چپ رہنے کے لئے تھا۔ لیکن مسیح نے اسے چلانے سے نہیں روکا تھا بلکہ بولنے سے روکا تھا۔ پس اس نے اس کی عدول حکمی نہیں کی۔

ایک اور نکتہ بھی حل طلب ہے۔ او روہ یہ ہے کہ کیا حضرت مرقس اورحضرت لوقا میں اختلاف پایا جاتا ہے ؟کیونکہ حضرت مرقس تو کہتے ہیں کہ یہ روح اسے مروڑکر چلی گئی۔ مگر لوقا کہتا ہے کہ بے ضرر پہنچائے اس میں سے نکل گئی۔ درحقیقت ان دونوں بیانوں میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے ۔ حضرت مرقس کا "مروڑنا " "لوقا کے "پٹکنے " کے برابر اور بے ضرر سے مراد یہ ہے کہ اس نے اس کو کسی طرح کا دائمی نقصان نہ پہنچایا۔ (حضرت مرقس ۹باب ۲۶آیت) پر غورکرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اس سے بھی شدید آثارنمایاں ہوئے۔ جب شیطان دیکھتا ہے کہ اب فلاں شخص پر اپنا قبضہ نہیں رکھ سکتا اس وقت وہ اسے برباد کرنے کو شش کرتا ہے۔جس طرح فرعون نے بنی اسرائیل کواس وقت بہت دکھ پہنچایا جب اسے یہ یقین ہوگیا کہ اب یہ میرے قبضہ میں نہیں رہیں گے ۔ (ٹرنچ)۔

دیکھو شیطان کسی کو اتنا دکھ نہیں دیتا جتنا ان کو جو اس کے قبضہ سے ہمیشہ کے لئے کل جاتے ہیں۔ حضرت متی کی انجیل میں پہلا معجزہ کوڑھی کو چھوکر شفا بخشنا ہے ۔(حضرت متی ۸باب ۴آیت)حضرت یوحنا میں پہلا معجزہ پانی کو مے بنانے کا ہے (حضرت یوحنا ۲باب ۱تا ۱۱آیت)حضرت مرقس اورحضرت لوقا

کا پہلا معجزہ (حضرت لوقا ۴باب ۳۳تا ۳۷آیت ،حضرت مرقس ۱باب ۲۳تا۲۶آیت)کفرناحوم کے عبادت خانہ میں ایک بدروح کونکالنے کا ہے۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔دیکھو کس طرح آسمانی اورشیطانی طاقتیں گرجا میں دوچارہوتی ہیں۔ مگرہم دیکھتے ہیں کہ عبادت خانہ میں مسیح کا اس بدروح کے گرفتارکو شفا بخشنا ناذیل کی باتوں پر دلالت کرتا ہے ۔ اس بات پر کہ مسیح شیطان کی بادشاہت پرغالب آئے گا۔ اوروہ مصیبت زدوں کو اپنی رحمت سے بچائے گا۔ اوروہ اس معجزہ کے وسیلہ اپنی انجیل کی کامیابی پرمہرکرتا ہے کہ وہ دنیا پرغالب آئے گا۔

۲۔بدوں کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں علم ہوتا ہے مگرمحبت نہیں ہوتی۔ سچائی سے نفرت کرتے مگرساتھ ہی خوشامد کرنے کی علت میں بھی گرفتارہوتے ہیں۔ مسیح سے شریرنفرت کرتا ہے ۔مگرجب اس کے زورآوربازوکو دیکھتا ہے تو خوشامد اورتملق اختیارکرتا ہے ۔وہ غرورسے پرہوتے مگراس کے ساتھ ہی بزدل بھی ہوتے ہیں۔ ایسے آدمی اول درجہ کے مغرورہوتے ہیں۔ پر ذرا سی بات سے ڈر

جاتے ہیں۔ گناہ انسان کو بزدل بناتا ہے حتیٰ کہ وہ ذرا سی بات سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔

۳۔مسیح اور بدروح کا مقابلہ ۔ مسیح خاموش اورمطمئن ہے۔ بدروح جذبہ میں آئی ہوتی ہے۔اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کے خیالات ایک جامنجمد اور دوسرے کے منتشر ہیں۔ایک محبت کی روح سے بھرپور اور دوسرا دکھ دینے پر آمادہ ہے۔ایک سرفراز ہوتا ہے اور دوسرا پست ۔ ایک فتح پاتا ہے اور دوسرا مغلوب ہوتا ہے۔۵۔مسیح شیطان کے کاموں کو نیست کرنے آیا ۔اسی بیخ کنی میں اس کا جلال ہے (حضرت یوحنا ۳باب ۸آیت)۔

۴۔مسیح شریر لبوں کی گواہی قبول نہیں کرتا(زبور شریف ۵۰آیت ۱۶)۔

۵۔دیکھو شیطان مسیح کو قدوس جانتا ہے۔ مگر نجات دہندہ نہیں مانتا۔

۶۔علم اور ایمان میں کیسا فرق ہے ۔ یہ بدروح مسیح کی ذات اور شخصیت کا خاصہ علم رکھتی ہے مگر ایمان سے بے بہرہ ہے۔ کیا یہ

کہنا بیجا ہے کہ اس طرح کا علم نجات بخش نہیں ہوتا ۔ نجات ایمان سے ہے۔

حضرت پطرس کی ساس اور،اور بیماروں کا شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۸ باب ۱۴تا ۱۷آیت ،حضرت مرقس ۱ باب ۲۹تا ۳۴آیت، حضرت لوقا ۴ باب ۳۸ تا ۴۹آیت)

حضرت مرقس اورحضرت لوقا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ پہاڑی وعظ سے پہلے سبت کے دن کفرناحوم کے عبادت خانہ کو چھوڑنے کے بعد واقع ہوا۔ لیکن حضرت متی جب ان معجزوں کا ذکرکرتے ہیں تو وقت اورجگہ کا لحاظ نہیں کرتے۔

حضرت متی ۸ باب ۱۴آیت ۔اور جنابِ مسیح نے پطرس کے گھر میں آکراس کی ساس کوتپ میں پڑے دیکھا۔

حضرت مرقس اورحضرت لوقا کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ اس معجزہ کے بعد سرزد ہوا جس کا تذکرہ ہم نے ابھی ختم کیاہے۔ یعنی عبادت خانہ میں بدورح کونکلنے کے بعد وہ حضرت پطرس کے گھر میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کی سا س کو شفا بخشی۔

پطرس کے گھر میں آکر۔ اندریاس غالباً اپنے بھائی کے گھر میں رہتا تھا۔ اور یعقوب اور یوحنا اور اس وقت مسیح کے ساتھ ان کی ملاقات کو آئے ہوں گے۔ پطرس اور اندریاس بیت صیدا (حضرت یوحنا ۱باب ۲۴آیت) کے رہنے والے تھے۔ لیکن اغلب ہے کہ یہاں آبسے ہوں گے۔ یا شائد بیت صیدا کفرنا حوم کے قریب واقعہ ہوگا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ بیت صیدا کفرناحوم کا بندرگاہ تھا۔

دیکھو اندریاس بڑا تھا۔ وہی پطرس کو مسیح کے پاس لایا تھا۔ اور وہی پہلے بلایا گیا تھا۔ تاہم اس کا نہ اس جگہ اور نہ کسی اورجگہ اتنا ذکر آتا ہے جتنا پطرس کا۔

اس کی ساس کو تپ میں پڑے دیکھا۔ حضرت لوقا بتاتا ہے کہ "بڑی تپ چڑھی تھی" اس زمانہ میں تپ دو قسموں میں تقسیم کی جاتی تھی ۔ اور حضرت لوقا جوطبیب تھے اصطلاحی لفظ"بڑی تپ" استعمال کرتے ہیں۔ اوربعض کی رائے ہے کہ یہ تپ اپنی علامتوں سے ٹائفیڈ معلوم ہوتی ہے۔ ملیریا فیوریردن کے دہانہ کے نزدیک بسبب دلدل کے عام ہے۔

آیت نمبر۱۵۔جناب ِمسیح نے اس کا ہاتھ چھوا اورتپ اس پر سے اتر گئی اوروہ اٹھ کرآپ کی خدمت کرنے لگی۔

حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ اس کی طرف جھکا اور تپ کو جھڑکا ۔ حضرت مرقس اور حضرت لوقا سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس کی منت کی کہ وہ اسے بخار سے آزاد کرے۔ ہمارا مالک صرف حکم کے وسیلے بڑے فاصلہ سے مریضوں کو اچھا کردیتے ہیں۔ پر عموماً وہ مریض کو چھوا کرتے تھے۔ یا ہاتھ سے ان کو پکڑا کرتے تھے۔ اوراس کی یہ غرض تھی کہ یہ بات روشن ہوجائے کہ معجزے کی قدرت کا اصل چشمہ وہ خود ہے۔

اور اٹھ کر آپ کی خدمت کرنے لگی۔ حضرت مرقس اور حضرت لوقا میں ہے "ان کی خدمت کرنے لگی" ۔ یعنی مسیح کی اور آپ کے رفیقوں کی جو آپ کے ساتھ تھے خدمت کرنے لگی ۔ اوراس خدمت سے غالباً مہمان نوازی کے لوازمات کوپورا کرنا مراد ہے ۔ یعنی وہ عام طریقہ جس سے عورت اپنے گھر میں اپنی شکرگزاری ادا کرسکتی ہے۔ مقدس جیروم فرماتے ہیں کہ جس ہاتھ کو چھوا اور شفا بخشی۔وہی اب خدمت کرنے لگ گیا۔ اوریہ نمونہ انکے لئے ہے جو روحانی طورپر شفا پاتے ہیں۔ چاہئیے وہ اپنی نئی طاقت کو مسیح اوراس کے لوگوں کی خدمت میں صرف کریں۔ دوسرا خیال غورطلب یہ ہے کہ اس نے دیر نہیں کی بلکہ فوراً خدمت کرنے لگی۔ واضح ہو کہ سخت بخار کے

بعد لوگ کمزور ہوجاتے ہیں۔ اور فوراً اپنے کاموں میں مصروف ہونے کے قابل نہیں ہوتے۔ لیکن یہ شفا ایسی کامل تھی کہ وہ فوراً کام کرنے لگ گئی۔ طاقت بتدریج نہیں آئی بلکہ اسی وقت آگئی۔ پھر یہ بھی غور کے لائق ہے کہ اس نے خدمت میں تاخیر نہیں کی۔

یہ معجزہ اوراس سے پہلے معجزے ایسے مشہور ہوئے کہ شام کے وقت بہت مریض اوربدروحوں کے گرفتاراس سے شفا پانے کے لئے آئے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

آیت نمبر۱۶۔جب شام ہوئی تولوگ آپ کے پاس بہت سے شخصوں کو لائے جن میں بدروحیں تھیں۔ اس نے روحوں کوکلام ہی ذریعہ نکالا اورسب بیماروں کواچھا کیا۔

حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ" جن کے ہاں طرح طرح کی بیماریوں کے مریض تھے لوگ ان کو سورج کے ڈوبنے پرآپ کے پاس لائے۔

شام کو لائے کیونکہ اس وقت گرمی کم ہوگئی ۔یاشائد اس لئے کہ اس دن سبت تھا اوریہودیوں کے دستورکے بموجب شام کے وقت سبت ختم ہوجاتا تھا۔اس نے روحوں کوبھی نکالا۔ مگرکلام ہی کے وسیلے دیکھو جس طرح مسیح نے کوڑھ اورتپ والوں کوچھوا اس طرح ان اشخاص کوجن بدروحیں تھیں کبھی نہیں چھوا۔

یاد رہے کہ جنابِ مسیح خود سبت کے روز شفا بخشنے سے پس وپیش نہیں کرتے۔اس نے اس سبت کے روز بھی معجزہ کیا۔ اوراس کے بعد باربارسبت کے دن معجزات دکھائے۔

ایک مسیحی عالم کا یہ ریمارک بہت خوب ہے "سورج جو کہ آج ان مصیبت زدہ بیماروں کی گروہ کودکھ میں مبتلا دیکھ کر غروب ہوا تھا۔ کل انہیں اپنے طلوع کے وقت تندرست پاتا ہے۔

ہمارے آقا ومولا کےمعجزے بے شمار تھے۔ جوانجیل شریف میں رقم ہیں وہ مشتے نمونہ ازخروارے کا کام دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ اس نے بے شمار معجزے کئے۔ مثلاً صرف متی کی انجیل میں دیکھو (۴باب ۲۴آیت ،۹باب ۳۵آیت ،۱۱باب ۴آیت ،۱۲باب ۱۵آیت ،۱۴باب ۳۵آیت ،۱۵باب ۳۰آیت ،۱۹باب ۲آیت)ان بے شمارمعجزوں پر غورکرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ مسیح کس قدراوروں کی بھلائی کے لئے ایسے کام کیا کرتے تھے۔

حضرت متی اس موقع پر ایک نبوت حضرت یسعیاہ کی کتاب سے اقتباس کرتے ہیں۔ جس میں چند مشکلات ہیں جن کا حل کرنا بہترمعلوم ہوتا ہے۔ وہ نبوت یہ ہے "اس نے آپ ہماری کمزوریاں لے لیں اور بیماریاں اٹھالیں"(بائبل مقدس صحیفہ حضرت یسعیاہ

۵۳باب ۴آیت)ان واقعات کی جو الفاظ مذکورہ بالا میں مندرج ہیں نبوت کی گئی تھی۔اوروقت معینہ پرپوری ہوئی۔ یہ چھٹی نبوت ہے جو متی اقتباس کرتے ہیں۔ (دیکھو ۱باب ۲۳آیت ،۲باب ۵آیت ،۱۵باب ۲۳آیت ،۴باب ۱۴آیت)یسعیاہ ۵۲باب ۱۳سے ۵۳باب ۱۲آیت تک مسیح کی ان تکالیف اوردکھوں سے علاقہ رکھتے ہیں۔جو اس نے ہمارا عوضی ہوکر ہمارے لئے اٹھائیں۔(مقابلہ کریں انجیل شریف خط اول حضرت پطرس ۲باب ۲۴آیت)اب مشکل یہ ہے کہ حضرت پطرس کے مذکورہ بالا مقام کے مطابق تو مسیح گناہوں کا اٹھانے والا ثابت ہوتا ہے لیکن حضرت متی اس جگہ اسے بیماریوں اورکمزوریوں کا اٹھانے والا بتاتا ہے ۔ اورحضرت متی اصل کے زیادہ قرین معلوم ہوتا ہے ۔ اب اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا مسیح نے ہماری کمزوریاں اوربیماریاں جو ہمارے گناہوں کی سزا یا نتیجہ ہیں اٹھالیں ۔ حضرت متی اورحضرت پطرس میں جو بظاہر جو فرق معلوم ہوتا ہے وہ حل ہوجائے گا ۔ اگر ہم اس بات پر غورکریں کہ نوشتوں میں اخلاقی اورجسمانی دکھ میں بڑا گہرا رشتہ پایا جاتا ہے۔ او رہم دیکھتے ہیں کہ قریباً ہر زبان میں ایسے الفاظ پائے جاتے ہیں جن کا اطلاق اخلاقی اورجسمانی بدی دونوں پر ہوتا ہے ۔ پر مشکل

اس بات میں ہے کہ مسیح نے یہ بیماریاں اپنے اوپر کس طرح لے لیں یا اٹھالیں ؟البتہ اس نے بیماروں کی بیماریاں دور تو کیں مگر اپنے اوپر نہیں لیں۔

ایک حل اس مشکل کا یہ ہے کہ اس کی محنتیں جو وہ بیماروں کو شفا بخشتے وقت اٹھاتا تھا اس روز دن کے خاتمے پر بھی ختم نہ ہوئیں۔بلکہ اس نے غروب آفتاب کے بعد بھی اپناکام جاری رکھا ۔ جس کے سبب سے وہ تھک گیا اور تھکنے سے اس کو جو کامل انسان تھا دکھ پہنچا ۔ لہذا اس معنی میں اس نے اوروں کی بیماریاں اپنے اوپر اٹھالیں کہ ان کی بیماریوں کو شفا بخشنے کے سبب خود تکان اور ماندگی میں گرفتار رہوا۔

ایک شرح یہ پیش کی گئی ہے کہ یہ طاقت اس کی باطنی بھرپوری سے نکلتی تھی۔ اور جس طرح وہ جسمانی طاقت کو صرف کرنے سے تھک جاتا تھا اسی طرح روحانی طاقت کے صرف کرنے سے روحانی طور پر تھک جاتا تھا۔ لہذا اس معنی میں اس کا تھک جانا گویا بیماروں کی بیماریوں کو اپنے اوپر اٹھالینا تھا۔ ٹرنچ صاحب اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اول یہ تعلیم صحیح نہیں اور پھر یہ ثابت نہیں کہ حضرت متی دیگر معجزوں اور کاموں کو نظر انداز کردیتا ہے۔اور

فقط اسی دن کی محنتوں پر یسعیاہ کی نبوت کو چسپاں کرتا ہے۔ پس جس طرح اس دن کے معجزوں پر یہ نبوت عائد ہوتی ہے اسی طرح اور دنوں کے معجزوں پر بھی عائد ہوسکتی ہے ۔ مانکہ یہ دن بڑی تکان اور ماندگی کا دن تھا۔ تو بھی جس طرح اس دن ہوا سی طرح ہر روزان دکھوں اور بیماریوں کا بوجھ اس پر گرتا تھا۔ جو اپنے شفا بخش ہاتھ سے دور کرتا تھا ۔ ٹرنچ صاحب اس قانون کا ذکر کرتے ہیں جو مدد پہنچانے میں کام آتا ہے ۔ اور وہ اصول یہ ہے کہ "تم ایک دوسرے کا بار اٹھاؤ" (انجیل شریف خط گلتیوں ۶باب ۲آیت)اگر تم کسی کا بوجھ اٹھانا چاہتے ہو تو ضرور ہے کہ تم خود اس کے نیچے آؤ۔اور جس غم کو تسلی سے مالا مال کرنا چاہتے ہو۔ ضرور ہے کہ خود اس کو محسوس کرو۔ یہ قانون جو ہمدردی اوررحم کے کاموں میں ظاہر ہوتا ہے جنابِ مسیح میں کامل درجہ کو پہنچ جاتا ہے ۔ نہ صرف بیماروں کو شفا بخشنے میں بلکہ اس کی تمام زندگی میں اس قانون کا کمال جلوہ گر ہے۔ پس جب اس نے فانی زندگی کو اپنے اوپر لے لیا تو اس نے سب بیماریوں کو بھی اپنے اوپر اٹھالیا۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔جس نے ہمارے لئے سب کچھ کیا ہم اس کے لئے کیا کریں؟ وہ تو اب شخصی طور پر موجود نہیں ہے کہ ہم حضرت پطرس کی ساس کی طرح اس کی خدمت (یعنی بدنی خدمت)کریں۔ تو بھی ہم اس کے لئے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ اوروں کو اس کے پاس لا سکتے ہیں۔(حضرت یوحنا ۱باب ۴۱آیت) ہم اس کے بیمار اور مصیبت زدہ بندوں کی مدد کرسکتے ہیں۔(حضرت متی ۲۵باب ۴۰آیت)ہم عام طور پر اس کے احکام کی پیروی کرکے اپنی محبت کو ظاہر کرسکتے ہیں(حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۵آیت)

۲۔حضرت پطرس کا نمونہ ۔ وہ صاحب خانہ شخص تھا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خانگی تکلیفیں اس کو اس کے مذہبی کام سے نہیں روکتی ہیں۔ چنانچہ وہ مسیح کے ساتھ عبادت خانہ کوجاتا ہے ۔وہ اپنی خانگی تکلیف کو اپنے مذہب میں جگہ دیتا ہے ۔چنانچہ جناب مسیح سے اپنی مریض ساس کے لئے دعا کرتا ہے وہ اسے شفابخشے۔

۳۔جنابِ مسیح کا دن کس طرح صرف ہوا کرتا تھا۔ دعا کی تازگی سے شروع ہوتا تھا محنت کی برکتوں کے ساتھ ختم ہوتا تھا۔

۴۔جناب مسیح مچھوئے کا گھر بادشاہوں کے محل کی نسبت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

۵۔مسیحی مذہب اور خانگی زندگی میں اتحاد ہے اتفاقی نہیں۔

۶۔دیکھو مسیح کیسا کام کرنے والا تھا۔ رات ہوتی جاتی ہے ۔ وہ تھک جاتا ہے مگر پھر بھی لوگوں کو اپنی شفا بخش خدمت سے فائدہ پہنچارہا ہے۔

یروشلم میں بیت حسدا پر ایک پژمردہ شخص کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۵ باب ۱ تا ۱۷ آیت)

اس کے بعد یہودیوں کی ایک عید ہوئی اورجنابِ مسیح یروشلم تشریف لے گئے۔یروشلم میں بھیڑدروازہ کے پاس ایک حوض ہے جو عبرانی زبان میں بیت حسدا کہلاتا اورپانچ برآمدوں سے گھرا ہوا ہے ۔ان برآمدوں میں بہت سے اپاہج جو اندھے ،لنگڑے اورمفلوج تھے پڑے پڑے پانی کے ہلنے کا انتظار کرتے تھے کیونکہ پروردگار کا فرشتہ کسی وقت نیچے اترکر پانی ہلاتا تھا اورپانی کے ہلتے ہی جو کوئی پہلے حوض میں اترجاتا تھا وہ تندرست ہوجاتا تھا خواہ وہ کسی بھی مرض کا شکارہو۔

آیت نمبر ۵۔ وہاں ایک ایسا آدمی پڑا ہوا تھا جو اڑتیس برس سے اپاہج تھا۔

اس آیت میں اڑتیس سال کاذکر ہے ۔ اس عرصہ سے یہ مراد ہے کہ اسکی عمرکل اڑتیس سال کی تھی اورنہ یہ کہ وہ اڑتیس سال سے اس حوض کے کنارے پر بیٹھا حرکتِ آب کی انتظاری کرتا تھا گو اس کے

الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مدت سے وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اصل مطلب یہ ہے کہ وہ عرصہ اڑتیس سال سے بیماری کے پنجہ میں گرفتار تھا۔ لفظی ترجمہ ہے جس نے "اڑتیس سال بیماری میں گزارے تھے۔" بعض اشخاص جوہر بات سے کوئی نہ کوئی علامتی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اڑتیس سال سے بنی اسرائیل کی آوارگی مراد لیتے تھے۔ اور بیماری سے مسیح کے آنے تک یہودی کلیسیا کی بے امید حالت اور بیت حسدا سے پرانا عہد نامہ مراد لیتے ہیں۔ جس سے محدود برکت ملتی تھی۔ یعنی صرف کوئی کوئی اچھا ہوتا تھا۔ مسیح کے شفا بخشنے سے انجیلی برکتوں کا زمانہ مرا د لیتے ہیں۔ یہ خیال دین دارانہ تو ہیں مگر کوئی بنیاد ان کے لئے اس بیان سے نہیں ملتی۔

آیت نمبر۶۔اس کو جنابِ مسیح نے پڑا ہوا دیکھا۔۔۔۔۔۔اس سے کہا کیا تو تندرست ہونا چاہتا ہے ؟

کیا تو تندرست ہونا چاہتا ہے۔ ؟؟بادی النظر میں یہ سوال بالکل فضول سا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص ایسا نہیں جو اپنی بیماری سے تندرست ہونا نہ چاہتا ہو۔ علاوہ بریں اس مریض کا اس حوض پر حاضر ہونا ہی ثابت کرتا ہے کہ وہ تندرست ہونا چاہتا تھا۔ تاہم مسیح کا یہ سوال کوئی معنی رکھتا ہے۔ یہ شخص اتنی مدت سے

یہاں موجود تھا پر کوئی اس کی مدد نہیں کرتا تھا۔ لہذا وہ بالکل مایوس بیٹھا تھا۔ اس کے دکھ اور لوگوں کی بے پروائی نے اس کے نخل امید کو پژمردہ کردیا تھا پس مسیح کا یہ سوال یہ مطلب رکھتا تھا کہ اس کے دل میں امید کا خیال تازہ ہو۔ اور وہ جانے کہ وہ شخص جو مجھ سے ہم کلام ہورہا ہے میرے لئے فکر مند ہے۔ مجھ کو پیار کرتا ہے۔ اور یوں اس کی محبت کو محسوس کرکے ایک قدم اور آگے بڑھنے اور اس کی قدرت کا بھی معتقد ہوجائے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ مسیح پہلے اس شخص کو ایمان کی برکت عطا فرماتے ہیں جو دوسری برکتوں کے حصول کے لئے اشد ضروری ہے۔

اس سوال کا یہ مطلب نہیں جیسا بعض نے خیال کیا ہے کہ مسیح یہ کہتے ہیں کہ آج سبت ہے پر کیا تم سبت کے روز اچھا ہونا چاہتے ہو؟

یہ بات قابل غور ہے کہ انجیل شریف بہ مطابق یوحنا میں جتنے معجزے درج ہیں وہ بادشاہ کے ملازم کو چھوڑ کر سب ایسے ہیں کہ مسیح بے پوچھے اور بے کہے خود بخود ان کو وجود میں لاتا ہے۔ یعنی کوئی اس سے درخواست نہیں کرتا بلکہ وہ آپ ہی آپ ان کو وجود میں لاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۔اس بیمار نے جنابِ مسیح کو جواب دیا۔۔۔۔کوئی ایسا آدمی نہیں کہ جب پانی ہلے ۔۔۔۔دوسرا مجھ سے پہلے اتر پڑتا ہے۔

اس شخص کے جواب سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ مسیح کے سوال کا جواب نہیں دیتا۔ بلکہ اسے بتاتا ہے کہ میں کیوں اب تک اس بیماری میں مبتلا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ پانی کی تاثیر تھوڑی دیر تک رہتی ہے۔ اورمیں ایسا کمزورہوں کہ خود اس میں اتر نہیں سکتا اور غیر میری مدد نہیں کرتے لہذا اس بیماری میں اب تک مبتلا ہوں گو ہر چند چاہتا ہوں کہ کسی طرح کے پنجہ سے مخلصی پاؤں۔

میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں۔ وہ نہ صرف تندرستی کی نعمت سے محروم ہے بلکہ دوستوں کی دوستی سے بھی محروم ہے۔ یہ جملہ انسان کی بےمہری اورسخت دلی پر دلالت کرتا ہے ۔

جب پانی ہلے تو مجھے حوض میں اتار دے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کسی وقت معینہ پر جنبش نہیں کرتا تھا۔ ورنہ یہاں اتنی دیر تک ٹھیر کر انتظار کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

میرے پہنچتے پہنچتے دوسرا مجھ سے پہلے اتر پڑتا ہے ۔ اس سے ظاہر ہے کہ جگہ بہت تنگ ہوگی کیونکہ وہ یہ نہیں کہتا کہ دوسرے مجھ

سے پہلے اتر پڑتے ہیں بلکہ یہ کہتا ہے کہ دوسرا مجھ سے پہلے اتر پڑتا ہے ۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جگہ بہت تنگ تھی۔ اور صرف ایک ہی اتر سکتا تھا۔

آیت نمبر ۸۔مسیح نے اس سے کہا اٹھ اور اپنا کھٹولا اٹھا کر چل۔

آخر کار اس کی انتظاری اور بے قراری کا وقت تمام ہوجاتا ہے۔ اور مسیح اسے شفا بخشتے ہیں۔ مسیح اس جگہ اس مریض کے ایمان کے متعلق کچھ تحقیق نہیں کرتے ۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس میں ایمان ہے ۔ اور وہ بھی اس کے حکم کی تابعداری سے اپنے ایمان کا ثبوت دیتا ہے ۔ اس نے اس کا حکم مانا اور محسوس کیا کہ اس حکم کے ساتھ اس کی قدرت کا دریا بھی بہ نکلا ہے ۔

کھٹولا ۔ اس سے مراد چٹائی یا کوئی کپڑا مثل دری کے ہوگا۔

دیکھو شفا کی کاملیت ۔ اس میں تین درجہ ہیں۔ اٹھ ۔ کھٹولا اٹھا۔ اس کو کامل شفا ملی۔ واضح ہو کہ یہ شخص وہی شخص نہیں جو چھت کے نیچے اتارا گیا تھا ۔ (حضرت متی ۹ حضرت مرقس ۲ اور حضرت لوقا ۵) وقت اور جگہ اور تفصیل سب ظاہر کرتے ہیں کہ وہ یہ شخص نہ

تھا۔ خصوصاً یہ بات کہ معجزا ہذا سبت کے روز وقوع میں آیا اس تفریق کے لئے فیصلہ کن ہے۔

آیت نمبر۹۔وہ شخص فوراً تندرست ہوگیا اور اپنا کھٹولا اٹھا کرچلنے لگا۔

اس مریض کا کھٹولا اٹھا کرچلنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ معجزہ ایک حقیقی معجزہ تھا۔ کیونکہ سوائے الہٰی قدرت کے اورکوئی چیز اتنے برس کے مریض کو اس قابل نہیں بناسکتی تھی کہ وہ نہ صرف آپ ہی چلے بلکہ بوجھ بھی اٹھائے ۔اعماالرسل ۳باب ۲آیت میں ایک لنگڑے کےشفا یاب ہونے کا ذکر پایا جاتا ہے ۔جو شفا پاکر کودنے اورخدا کی تعریف کرنے لگ گیا۔ وہ شخص ماں کے پیٹ سے لنگڑا پیدا ہوا تھا۔ لہذا اس کا لنگڑا پن اس کے کسی شخصی گناہ کا نتیجہ نہ تھا۔ مگر اس شخص کو کھٹولا اٹھانے کا حکم دیا گیا تاکہ یہ فعل اس کے پرانے گناہ کو اسے یاددلائے۔

آیت نمبر۱۰۔وہ دن سبت کا تھا۔ پس یہودی اس سے جس نے شفا پائی تھی کہنے لگے کہ آج سبت کا دن ہے ۔ تجھے کھٹولا اٹھانا روا نہیں۔

اس حصہ میں یعنی ۱۰تا ۱۸آیت تک اس بحث کا ذکر ہے جو اس معجزہ کے سبب سے برپا ہوئی۔ اوراس بحث سے تین باتیں ظاہر ہوتی ہیں اول یہ کہ اس مریض کی شفا یا بی الہٰی رحمت اورانصاف کو ظاہر کرتی ہے جیسا کہ مسیح کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے (آیت ۱۴)دوم یہودیوں کا الزام لگانا (آیت ۱۸،۱۶،۱۰)سوم مسیح کا اپنے تیئں ان کے الزام سے بری کرنا (آیت ۱۷)۔

یہودی۔ یہ لفظ مسیح کے مخالفوں کے لئے آیا ہے۔ اوربعض دفعہ عام قوم کے لئے بھی آتا ہے ۔ مگریہاں دینی پیشواؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ شائد سہنڈرم کے شرکاء سے مراد ہے (دیکھو۱باب ۱۹آیت ،نیز دیکھو ۷باب ۱آیت ،۹باب ۲۲آیت ،۱۵باب ۱۲آیت)اب یہ لوگ نکتہ چینی شروع کرتے ہیں اورخصوصاً اس لئے کہ اس وقت ان کے پاس مخالفت کے لئے ایک بہانہ موجود ہے اوروہ یہ کہ اس نے اس مریض کو سبت کے دن کھٹولا اٹھانے کا حکم دیا۔اورہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرح ان کے اعتراض کی تائید پرانہ عہد نامہ اورنبیوں کاکلام بھی کرتا تھا۔(توریت شریف کتاب خروج ۲۳باب ۱۲آیت ،۳۱باب ۱۴آیت ،۳۵باب ۳،۲آیت ،کتاب گنتی ۱۵باب ۳۲آیت ،بائبل شریف صحیفہ حضرت نحمیاہ ۱۳باب ۱۵آیت ،اور خصوصاً صحیفہ

حضت یرمیاہ ۱۷باب ۲آیت)سو وہ سمجھتے تھے کہ اب وہ ہمارے چنگل سے کسی طرح نہیں چھوٹ سکتا۔ لیکن یہ ان کی غلطی تھی۔ کیونکہ مسیح کا یہ دعوےٰ تھا ۔ اوروہ واجب دعوئ تھا ۔کہ سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے (حضرت لوقا ۶باب ۹آیت)اوراگریہ دعوےٰ صحیح ہے توپھراس شفا یافتہ مریض کا کھٹولا اٹھانا جائزکام نہ تھا کیونکہ اس کا یہ فعل کوئی جداگانہ فعل نہ تھا بلکہ اس کےشفا پانے کا ایک جزو تھا۔ یعنی وہ اس فعل سے ثابت کرتا ہے کہ میں درحقیقت شفا پاگیا ہوں۔ پس اگر شفا پانا واجب نہ تھا تو کھٹولا اٹھا کر چلنا بھی جو اس کا لازمی نتیجہ اورثبوت تھا نہ واجب نہ تھا۔پس بجائے اس کے سبت ٹوٹے اس معجزے سے سبت کی توقیرہوئی ۔کیونکہ سبت کے روز نیک کام کرنا شریعت کے خلاف نہ تھا بلکہ اس کا نہ کرنا خلاف تھا۔

آیت نمبر ۱۱۔اس نے انہیں جواب دیا۔ جس نے مجھے تندرست کیا اسی نے مجھے فرمایا کہ اپنا کھٹولا اٹھا کر چل۔

یہ جواب بالکل سادہ ہے مگر نہائت پر مطلب ہے ۔ ان لوگوں نے مذکورہ بالا مقامات کے زورپراس قدر بے شمار باتیں سبت پرستی کے متعلق پیدا کردی تھیں۔(جن کا ذکر حضرت لوقا ۱۳باب

۱۵،۱۶میں آئے گا) کہ ایک عام اوران پڑھ آدمی یہ فیصلہ نہیں کرسکتا تھا کہ سبت کے روزکیا روا ہے اورکیا ناروا ہے۔ مگر یہ شخص ایسا جواب دیتا ہے جو حکمت اوردانائی سے پر ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ جس نے مجھے صحت یاب کیا اسی نے کھٹولا اٹھانے کا حکم کیا۔ اورمیں اس کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا ۔ کیونکہ اگر وہ اس قابل ہے کہ ایسے پرانے اوردیرپا مرض کو اپنے کلام کے زور سے دورکردے تو وہ اس لائق بھی ہے کہ اس کی فرماں برادری کلی طورپر کی جائے ۔ اورپھر وہ قادراورہم درحکیم کب مجھے کوئی ایسا کام کرنے کو کہتا جو شریعت کے بر خلاف ہوتا ؟اگر ہمارے مسیحی کاموں سے دنیا ہمارے بر خلاف ہوجائے اورانہیں اپنے دستوروں اوراصولوں کے بر خلاف سمجھے تو ہمیں یہ جواب دینا چاہیے۔(مقابلہ کروحضرت یوحنا ۹باب کے جنم کے اندھے کے جواب کے ساتھ)۔

آیت نمبر۱۲۔انہوں نے اس سے کہا وہ شخص کون ہے جس نے تجھ سے کہا اپنا کھٹولا اٹھا کر چل ؟

ان لوگوں کے حسد اوردشمنی کو دیکھ کر کیسا تعجب آتا ہے۔ وہ یہ نہیں پوچھتے کہ وہ شخص کون ہے جس نے تجھے اچھا کیا ؟بلکہ یہ پوچھتے ہیں "وہ شخص کون ہے جس نے تجھ سے کہا اپنا کھٹولا اٹھا

کرچل "؟لازم تھا کہ وہ شخص کی ملاقات کی آرزوظاہر کرتے ہیں جس نے یہ پر فضل کام کیا تھا۔ پر برعکس اس کے وہ بحث اور فساد کی وجہ ڈھونڈتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ انہوں نے معجزہ کو نظر انداز کیا۔اور مسیح کے حکم کو لے لیا۔شائد وہ جانتے تھے کہ وہ شخص جس نے اسے شفا بخشی ہے کون ہے یا انہوں نے تاڑلیا ہوگا کہ وہ مسیح ہے ۔ اوراب سوال کے وسیلے اس شفا یافتہ مریض کو اس کے برخلاف کھڑا کرنا چاہتے ہیں۔ لہذا اپنے سوال کے وسیلے اس پر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ شخص جس نے تجھ سے سبت تڑوایا خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا ۔ کتنے لوگ ان کی مانند اس دنیا میں موجود ہیں جو ہمیشہ نکتہ چینی اورعیب جوئی کے درپے رہتے ہیں۔ اورمسیحی مذہب کے پھلوں کی طرف توجہ نہیں کرتے ۔ اغلب ہے کہ مسیح نے یہ حکم سبت کے متعلق جو غلطیاں پھیل رہی تھیں ان پر حملہ کرنے کے لئے دیا ہو۔

آیت نمبر ۱۳۔لیکن جو شفا پا گیا تھا نہیں جانتا تھا کہ کون ہے کیونکہ بھیڑ کے سبب مسیح وہاں سے ٹل گیا تھا۔

نہیں جانتا تھا۔ غالب یہی ہے کہ وہ مسیح سے ناواقف تھا اورکہ اس نے اسے اسی موقعہ پر دیکھا تھا اورصرف اتنا جانتا تھا کہ وہ ایک پر

محبت اور صاحب قدر شخص ہے جس نے میرے پاس آکر مجھ سے پوچھا کہ کیا تو شفا یاب ہونا چاہتا ہے ؟اورپھر اپنی لاثانی قدرت سے مجھے شفا یاب کردیا۔

بھیڑ کے سبب سے مسیح وہاں سے چلے گئے ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ وہاں سے اس سبب سے چلا گیا کہ نہیں چاہتا تھا کہ اس معجزہ کے سبب اس کی تعریف کی جائے یا شائد غالباً یہ وجہ ہو کہ ابھی اس کا وقت نہ آیا تھا۔لہذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگوں کو کسی برانگیختہ کرے فل "ٹل گیا تھا "اصل میں مساوی سر جھکا کر نکل گیا "یا "تیر کر باہر نکل گیا " کے ہے۔اورزیادہ بہتر خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ناصرت میں (حضرت لوقا ۴باب ۳۰آیت)اورایک موقعہ پر ہیکل میں (حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۹آیت)ہوا ویسا ہی اس وقت بھی ہوا۔ یعنی وہ معجزانہ طورپریا کثرت اژدحام کے سبب اس جگہ سے ایسا صاف نکل گیا کہ کسی نے اسے نہ دیکھا۔

آیت نمبر ۱۴۔ان باتوں کے بعد وہ مسیح کو ہیکل میں ملا۔ اس نے اس سے کہا دیکھ تو تندرست ہوگیا ہے پھر گناہ نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ تجھ پر اس سے بھی زیادہ آفت آئے۔

یہ معلوم نہیں کہ کتنے عرصہ کے بعد وہ شخص مسیح کو ہیکل میں ملا۔ غالباً اسی دن ملا ہو کیونکہ امید ہے کہ شفا پانے کے بعد اس نے پہلا کام یہی کیا ہوگا ہیکل میں جاکر شکریہ ادا کیا ہوگا۔

ہیکل میں ملا۔ ان لفظوں پر بزرگ آگسٹین کا خیال قابل غور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم مسیح کو بھیڑ میں نہیں پہچان سکتے ۔ ہم تنہائی کے عالم میں اسے پہچانتے ہیں۔ یا یوں کہیں کہ ہیکل میں اسے پہچانتے ہیں۔ اس آدمی نے بھیڑ کے درمیان اس کو پہچاننے کی خوشی حاصل نہ کی پر جب ہیکل میں آیا تو جانا کہ وہ کون ہے ۔ تنہائی میں جاکر جب ہم دعا ومناجات میں مشغول ہوتے ہیں تب مسیح اور مسیح میں خدا ہم پر ظاہر ہوتا ہے ۔

دیکھ تو تندرست ہوگیا ہے پھر گناہ نہ کرنا۔ایسا نہ ہو کہ تجھ پر اس سے بھی زیادہ آفت آئے۔ ہم تو یہ نہیں جانتے کہ اس کا کیا گناہ تھا۔ مگر مسیح اس کے گناہ کو جانتا تھا اور وہ آدمی آپ اپنی ضمیر کی روشنی میں جانتا تھا کہ وہ کیا گناہ ہے۔

مسیح اس جگہ اس مریض کی دیرپا اور ضعف افزا بیماری کو اس کے کسی خاص گناہ سے مربوط کرتا ہے ۔ ہم جانتے ہیں کہ اس دنیا میں کئی گناہ ہیں جو اپنی سزا جسم کے امراض میں جو ان کے سبب سے

ناحق ہوتے ہیں پاتے ہیں۔ شائد اس آدمی کے بارے میں بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ پر ہم خبردار ہیں اور لوگوں کے دکھ اور مصیبت کو ہمیشہ ان کی بدی یا کسی گناہ کا نتیجہ نہ سمجھیں۔ کیونکہ دکھ سے اور مطلب بھی پورے ہوتے ہیں۔(دیکھو حضرت یوحنا ۹ باب ۳آیت)اورپھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ خدا ان کو جنہیں پیارکرتا ہے تنبیہ کرتا ہے ۔ تاہم یہ بات بھی نظر اندازنہیں کرنی چاہیئے کہ گو بہت درجہ تک انسان کو اس کے اعمال ناکردنی کی سزا آخرت کے روز ملے گی تاہم اس دنیا میں بھی بعض حالتوں میں ہمارے گناہ اپنی سزا اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جو قصور آدمی اوروں کا کرتا ہے ۔وہی قصور لوگ اس کا کرتے ہیں۔ یعقوب کی طرح فریب دینے والا خود فریب کھاتا ہے ۔ اورجو زندگی کے پاک رشتوں کو ناپاک کرتا خود اپنے رشتہ داروں کی عصمت کی تباہی کا زخم داؤد کی طرح کھاتا ہے ۔ اخیاب کا پوتا نبات یزرعیلی کھیت میں فریب سے اتارا جاتا ہے (بائبل مقدس ۱سلاطین ۹باب ۲۳آیت)۔

پھر گناہ نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ تجھ پر اس سے بھی زیادہ آفت آئے۔ اس سے سزائے الہٰی کی سختی اورشدت ظاہر ہوتی ہے ۔ ایک خاص گناہ نے اس کی زندگی کے مزہ کو بالکل بے لطف کردیا۔ چنانچہ اسے اڑتیس

سال تک دکھ اٹھانا پڑا۔ اوریہاں اس کو خبر دی جاتی ہے کہ اگر پھر ارتکاب گناہ کرے گا تو اس سے بھی زیادہ ہولناک مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ اگر ہم اس جگہ خدا کی سزاؤں کی شدت محسوس کرتے ہیں تو لازم ہے کہ اس کے ساتھ اپنی ذمہ واری کو محسوس کریں۔ اورجانیں کہ وہ بھی بہت بڑی ہے۔

آیت نمبر ۱۵۔اس آدمی نے جاکر یہودیوں کو خبر دی کہ جس نے مجھے تندرست کیا وہ مسیح ہے۔

یاد رہے کہ اس کا اطلاع دینا اس غرض سے نہ تھا کہ ان کے نائیر غضب اورآتش حسد کو زیادہ مشتعل کرے بلکہ اس لئے کہ شکرگزار دل کے ساتھ انکو اس کی جس نے اسے شفا بخشی خبر دے۔وہ اگرچہ اس سے بخوبی واقف نہ تھا تاہم اتنا غالباً کئی ذرائع سے جان گیا ہوگا کہ وہ ایک نبی ہے گو اسے یہ خبر نہ تھی کہ یہی نبی مسیح ہے۔پس اس نے خیال کیا ہوگا کہ جس کی نسبت اس قدر بحث ہورہی ہے میں اس کی خبران کو جاکر دیدوں اور جب وہ ان کو ملے گا تو خود ان کے منہ بند کردے گا۔ یایوں کہیں کہااس پر سبت توڑنے کا الزام لگایا گیا تھا اورہم نے دیکھا کہ اس نے اس کی مدافعت میں یہ کہا تھا کہ " جس نے مجھے شفا بخشی ہے اسی نے مجھے کھٹولا اٹھانے کو کہا ہے

"اوراب جب کہ وہ اسکے نام سے واقف ہوجاتا ہے وہ اپنے بیان کی تصدیق کے لئے یہ خبران کو پنچادیتا ہے کہ جس کے حکم کی تعمیل میں میں نے کھٹولا اٹھایا تھا وہ مسیح ہے۔

آیت نمبر ۱۶۔اس لئے یہودی جنابِ مسیح کو ستانے لگے کیونکہ وہ ایسے کام سبت کے دن کرتا تھا۔

لیکن اس مریض کے بیان یا اطلاع سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ وہ اور بھی ناراض ہوئے۔ نہ اس لئے کہ اس نے صرف اسی شخص کو سبت توڑنے کی تعلیم دی بلکہ خود بھی سبت کو توڑڈالا ۔ کیونکہ اس مریض کو سبت کے روزشفا بخشی ۔ لیکن مسیح اپنے جواب کے وسیلے ان کو سکھاتے ہیں کہ سبت کوکس نظر سے دیکھنا چاہئیے اورنیز چاہتا ہے کہ وہ اس بات کو سمجھیں کہ وہ باپ (پرودردگار)کا ازلی بیٹا (نعوذ بالالل ہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی بیٹا) ہے اس سے کیا تعلق رکھتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۷۔میرا باپ (پروردگار)اب تک کام کرتا ہے اور میں بھی کام کرتا ہوں۔

اس آیت میں جناب ِمسیح اس الزام کوآپ پر لگایا گیا رفع کرتے ہیں۔ وہ گویاہ یہ کہتے ہیں کہ اگر خدا سبت کو توڑتا ہے تو میں بھی توڑتا

ہوں۔ کیونکہ وہ اپنی قدت کاملہ سے ہر دم اورہر لمحہ خلقت کے کام کو سنبھالے رہتا ہے ۔ یہ مختصر سا جواب ہے ۔ مگر اس سے زیادہ پر زوراورمدلل جواب اورنہیں ہوسکتا ۔

اب تک ۔خلقت کی ابتدا سے لے کراب تک کام کرتا ہے۔

اگرہم مسیح کے جواب کو مفصل طورپر بیان کرنا چاہیں تو شائد اس کا مطلب اس طرح بیان کرسکتے ہیں ۔"میرا باپ (پروردگار)اب تک انتظام پروردگاری کے وسیلہ کام کرتا ہے ۔ وہ اپنی رحمت اور فضل سے تمام کائنات کو بر قرار رکھتا ہے۔ اپنی تمام مخلوقات کی ضروریات کورفع فرماتا ہے ۔ ہرطرح کی زندگی کو محفوظ رکھتا ہے ۔ آسمان سے مینہ برساتا اورطرح طرح کی موسمیں وجود میں لاتا ہے ۔ اوریہ سارے کام وہ جس طرح اوردنوں میں کرتا ہے اسی طرح سبت کے روز بھی کیا کرتا ہے ۔اوراگر وہ ایک دن ان کاموں کو بند کردے توتمام سلسلہ درہم برہم ہوجائے پس جب اس نے پیدائش کے کام سے آرام کیا تو پروردگاری کے کام سے آرام نہیں کیا ۔ اسی طرح میں جواس کا بیٹا ہوں میں بھی یہ اختیاررکھتا ہوں کہ سبت کے دن رحمت اورفضل کے کام کیا کروں۔اورجس طرح ان کاموں کے کرنے سے خدا سبت کو نہیں توڑتا اسی طرح میں بھی نہیں توڑتا ہوں۔

میرے پروردگار نے یہ حکم دیا کہ سبت کی تعظیم کی جائے لیکن اس نے سورج کو طلوع ہونے منع نہیں کیا اورنہ سبزے کو اگنے سے روکا۔ اسی طرح میں جو پروردگار کے ساتھ ایک ہونے کا دعوےٰ کرتا ہوں سبت کی تعظیم کرتا ہوں مگر محبت اور رحم کے کاموں کو کرنا نہیں چھوڑتا ۔"اس جواب سے دو باتیں صاف ظاہر ہیں۔ اول یہ کہ سبت کے دن کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی بالکل اس روز سست بن جائے اور کسی طرح کا کام نہ کرے ۔ بلکہ روشن ہے کہ سبت انسان کے لئے ہے ۔ اس کے فائدہ اورتسلی اوربہبودی کے لئے ہے۔رحمت کے کام اور وہ کام جو زندگی کی بہبودی اور مضبوطی کے لئے ضروری ہیں اس دن کئے جاسکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ مسیح اس جگہ اپنی الوہیت اورخدا کے برابر ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ البتہ اس جواب کی نسبت یہ بھی کہا جاسکتا ہے وہ یہاں خدا کے نمونہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اوریوں سبت کے دن نیک کاموں کا جواز قائم کرتے ہیں مگر اس سے بھی عمیق مطلب تھا جو خداوند کومد نظر ہے۔ اوروہ یہ کہ میں خدا کا پیارا بیٹا ہوں۔ میں اور پروردگار ماہیت اور عزت اور جلال اوراختیار میں ایک ہیں جوکچھ وہ کرتا ہے سو میں کرتا ہوں اورکرنے کا اختیار رکھتا ہوں۔ جس طرح وہ سبت کا مالک ہے اسی

طرح میں ہوں۔ اور دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی اس کا مطلب تھا کیونکہ وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ اس پر کفر کا الزام لگاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ تقریر آتی ہے جس میں باپ اور بیٹے کے تعلق کا ذکر ہے ۔ مگر ہم چونکہ فقط معجزوں پر لکھ رہے ہیں لہذا اس پر کچھ تحریر نہیں کر سکتے ۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔مسیح عید کو جاتے ہیں تاکہ اپنے اسرائیلی ہونے کے فرائض ادا کریں۔ تاکہ جو موقعہ انجیل سنانے کا ہے ہاتھ سے نہ جانے دیں۔نہ صرف یروشلم کے باشندوں کو بلکہ جو باہر آئے تھے انہیں بھی سنائے۔ ہم بھی ایسے موقعوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور فضل کے وسائل کی بے قدری نہ کریں۔

۲۔گناہ کیسی مصیبتیں دنیامیں لا یا ہے۔ پس ہم کس قدر گناہ سے نفرت کرنی چاہیئے۔ گناہ خوشی سے کیا جاتا ہے مگر در حقیقت وہ زہر ہے۔

۳۔جو سب سے زیادہ مصیبت زدہ وہی مسیح کی توجہ زیادہ کھینچتا ہے ۔ مسیح کا رحم بے نظیر ہے اس کی خوشی رحم میں ہے ۔ (بائبل شریف صحیفہ حضرت میکاہ ۷باب ۱۸آیت)۔

۴۔ہمیں خدا کی مدد کے منتظر رہنا چاہیئے۔ پر یاد رہے کہ ایک انتظار واجب اور دوسرا غیر واجب ہے۔ جو کچھ ہم خود کرسکتے ہیں اس کا انتظار نہ کریں۔

۵۔مسیح دیانت دار خواہش کو بھی بعض وقت ایمان کی جگہ قبول کرتے ہیں۔ پر صرف اسی وقت جب کہ وہ خواہش اس سے برکت پانے کی ہو وہ سب لوگوں کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ کوئی اپنی نالائقی کے سبب سے نہ رکے۔

۶۔جنابِ مسیح صرف ہماری مرضی چاہتے ہیں نارضامندی انسان کی بدبختی کا باعث ہے۔ مسیح کا سوال شائد ہم پر بھی عائد ہے۔کیا تو اپنی بیماری سے آگاہ ہے ۔کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے اچھا کروں ؟کیا تو چاہتا ہے کہ میں جس طرح چاہوں اسی طرح شفا بخشوں۔کیا تو راضی ہے کہ میرا نسخہ استعمال کرے ؟کیا تو چاہتا ہے تو شفا پائے۔ کیا تو ایمان لاتا ہے؟

۷۔وہ کہتا ہے کہ جس نے مجھے شفا بخشی اسی نے مجھے کھٹولا اٹھانے کو کہا۔ اقرار ہو خواہ کیسا ہی خفیف کیوں نہ ہو۔ ہم اپنی روشنی اور لیاقت کے بموجب مسیح پر گواہی دیں۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ فرماں برداری مزید برکتوں کا باعث ہوتی ہے۔

ہماری یہی درخواست ہو۔ اے مولا تو نے مجھے بچایا اب تیرا کیا حکم ہے ؟

۸۔ہر بیماری اورغم گویا خدا کی ایک آواز ہے ۔ ہر دکھ میں ایک پیغام نہاں ہے ۔ مبارک ہیں وہ جو اسے سنتے اوردیکھتے ہیں۔

۹۔دیکھویہ حکیم کیسا ہے ۔بیماری کو بخوبی سمجھتا ہے اور شفا بخشنے پر قادرہے ۔پر محبت ہے ۔بیمار سے سارا حال دریافت کرنا ہے۔ پیار سے سارے خطروں سے آگاہ کرتا ہے۔جو چاہتے ہیں ان کو شفا بخشنے کا ذمہ لیتا ہے۔

۱۰۔ایمان کی مشق زورپیدا کرتی ہے ۔ اس نے یہ نہیں کہا میں میں کس طرح چلوں مجھ میں تو طاقت نہیں ہے ۔ اس نے کھٹولا اٹھایا اور چل دیا۔

۱۱۔ دیکھو کہ دنیا کیسی خود غرضی کی جگہ ہے ۔ مدت سے یہ شخص یہاں تھا پر کوئی اس کی مدد نہیں کرتا ۔ جتنا زیادہ ہم جیتے اتنا ہی زیادہ یہ سیکھتے ہیں کہ دنیا خود غرض ہے۔

۱۲۔اے تو جو شائد اڑتیس ہفتہ بلکہ اڑتیس گھنٹے دکھ کے شکنجہ میں نہیں کھینچا گیا۔ جس کی تکلیف بہت ہی کم ہے۔ اس اڑتیس برس

کے بیمار کے دکھوں کی طرف دیکھ اورخدا کا شکر بجالا اورصبر کرنا سیکھ۔

ہم جس قدر دکھ میں ثابت قدم رہتے ہیں اسی قدر ہماری آزمائش تسلی بخش ثابت ہوتی ہے۔

۱۳۔کیا مسیح کا کلام کن فیکون کی حقیقت ظاہر نہیں کرتا ؟

۱۴۔اے نوجوانوکیا یہاں تمہارے لئے سبق نہیں؟ان جوانی کے گناہوں سے بچو جو انسان کو عمر بھر کے لئے بے کاراوربدنام بنادیتے ہیں۔ اس شخص نے غالباً جوانی میں گناہ کیا جو اڑتیس سال تک اس کا پھل کھایا۔ مسیح کے الفاظ سے جو اس نے ہیکل میں اس کی طرف مخاطب ہوکر بیان فرمائے یہی صادرہوتا ہے۔

۱۵۔ ہمیں اچھے کاموں سے کبھی تعطیل نہیں ملتی ۔ سبت کے روز بھی چھٹی نہیں۔

۱۶۔سبت کی شریعت ایک ایسے شخص کی شریعت ہے جو کبھی نیکی کے کاموں سے دست بردارنہیں ہوتا۔

"میرا باپ اب تک کام کرتا ہے اورمیں بھی کام کرتا ہوں" ان لفظوں کے وسیلے مسیح اپنی الوہیت کی خبر دیتا ہے۔

نائن کی بیوہ کے لڑکے کو زندہ کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق ۷باب ۱۱تا ۱۶آیت)

آیت نمبر ۱۱۔تھوڑے عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ جنابِ مسیح شہر نائن کو گئے۔اوراس کے شاگرد اوربہت سے لوگ اس کے ہمراہ تھے۔

شہر نائن کا ذکر اورکسی جگہ بائبل میں نہیں پایا جاتا ۔ اس کا نام صرف اس بیوہ کے لڑکے کے سبب سے زندہ ہے لہذا مفصل بیان اس شہر کا پیش نہیں کیا جاسکتا تاہم اس کی جائے وقوع پرکسی طرح کا شک نہیں ہے ۔ یہ شہر ہر مون خورد کے شمال مغربی کنارہ پر ناصرت سے چھ میل جنوب مشرق کے رخ واقع تھا۔ لفظ نائن کے معنی "صاف یا" خوب صورت " کے ہیں اورشائد یہ نام اس واسطے اس کو دیا گیا تھا کہ وہ کوہ ہرمون کے ڈھلوان پر جہاں پہاڑمیدان اسدر لان سے مل جاتا ہے آباد تھا۔ اس زمانہ میں یہ شہر غالباً ایک قصبہ کی مانند تھا۔ لیکن اب بہت ہی گھٹ گیا ہے۔

اوراس کے شاگرد اوربہت سے لوگ اس کے ہمراہ تھے۔ لفظ شاگرد اس جگہ وسیع معنوں میں منتعل ہوا ہے۔ البتہ بارہ رسول بھی ان

میں شامل تھے۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ وہ عمدہ رسالت پر مامور ہوئے تھے اورآج اس عجیب معجزے کا وقوع میں آنا ان کے ایمان کی تقویت کا باعث ہوا ہوگا۔

آیت نمبر۱۲۔جب وہ شہر کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک مردے کو باہر لئے جاتے ہیں۔وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا اوربیوہ تھی۔ اورشہر کے بہتیرے لوگ اس کے ساتھ تھے۔

مردے کو باہر لئے جاتے تھے۔ کیونکہ قبرستان شہر کے باہر تھا۔ یہودی بھی اپنے مردوں کو اہل مشرق کی طرح شہر کے اندر نہیں گاڑا کرتے تھے۔

اس بیوہ کے اکلوتے بیٹے کا مرجانا ایک افسوس ناک اوردل گدازواقع تھا۔ اوراسی سبب سے بہت لوگ جنازہ کے ہمراہ جارہے تھے۔ حضرت لوقا رقت انگیز سادگی اوراختصار کے ساتھ اس اندو ناک نظارے کی تصویر کھینچی ہے ۔"ایک مردے کو باہر لئے جاتے تھے وہ اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔اوروہ بیوہ تھی "اکلوتے بیٹے کے لئے جو غم اورماتم کیا جاتا تھا۔ وہ ضرب المثل تھا۔ مثلاً حضرت یرمیاہ کہتا ہے "اے میری قوم کی بیٹی کمر پر ٹاٹ باندھ اورراکھ میں لوٹ آپ

کو اس میں اس طرح آیا ہے "اور دے اس پر جسے انہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور دے اس کے لئے ماتم کریں گے جیسا کوئی اپنے اکلوتے کے لئے کرتا ہے ۔"(بائبل شریف صحیفہ حضرت ذکریا ۱۲باب ۱۰آیت)۔پھر حضرت عاموس کہتے ہیں "اور میں تمہاری عیدوں کو ماتم سے اور تمہاری گیتوں کو نوحہ سے مبدل کروں گا ۔۔۔۔اور میں ایسا ماتم کرواؤں گا جیسا اکلوتے پر ہوتا ہے ۔"(بائبل شریف صحیفہ حضرت عاموس ۸باب ۱۰آیت)۔

آیت نمبر ۱۳۔اسے دیکھ کر خداوند (یعنی جنابِ مسیح) کو ترس آیا اور اس سے کہا رو نہیں ۔

خداوند۔ یہ لفظ حضرت لوقا کی انجیل میں بہت دفعہ نجات دہندہ کے لئے آیا ہے۔(۱۰باب ۱۰آیت ،۱۱باب ۳۹آیت ،۱۲باب ۴۲آیت ،۱۳باب ۱۵آیت ،۲۲باب ۶۱آیت)۔اور اس سے مسیح کی وہ الہٰی اور شاہانہ بزرگی اور جلال ظاہر ہوتا ہے جو اس کے کلام اور کام میں نظر آتا ہے ۔

رو نہیں۔ جس طرح جنابِ مسیح نے یائیرس کے خوف کو پہلے دور کیا اسی طرح اس عورت کے غم کو معجزہ دکھانے سے پہلے دور کرتا ہے۔ یہ ترس ہمدرد سردار کاہن (امام اعظم)کا ترس ہے جس کا ذکر

مفصل طور پر عبرانیوں کے خط میں آتا ہے (انجیل شریف خطِ عبرانیوں ۳ باب ۱۶ آیت ،۴ باب ۱۴ آیت)۔

رو نہیں۔ یہ الفاظ جب آپ کی زبان مبارک سے نکلتے ہیں تو کیسا مطلب رکھتے ہیں۔ لوگ اکثر اپنے دوستوں کو رونے دیکھ کر کہا کرتے ہیں۔ رو نہیں مگر وہ ان کے لئے کچھ نہیں کرسکتے اور نہ یہ بتاسکتے ہیں کہ ہم کس اختیار سے رونے سے بند کرتے ہیں۔ لیکن وہ جو خدا کے اس کلام کو کہ " خدا ان کی آنکھوں سے ہر ایک آنسو پونچھیگا اور پھر موت نہ ہوگی اور غم اور نہ نالہ اور نہ پھر دکھ ہوگا کیونکہ اگلی چیزیں گذر گئیں" پورا کرنے کو آیا ۔ اس وقت اس مجروح بیوہ کے آنسو پونچھ کر اس بات کا ثبوت دیتا ہے کہ میں ہی اکیلا دکھوں اور غموں کو دور کرسکتا ہوں ۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ مسیح کا سب سے بڑا مقصد یہ نہ تھا کہ فقط اس بیوہ کا غم دور ہوجائے۔ البتہ اس کے معجزہ کا ایک قرینی نتیجہ یہ بھی تھا۔ مگر اس کا اعلیٰ مقصد یہ تھا کہ اس مردہ شخص کے اندر ایک اعلیٰ زندگی پیدا ہو اور وہ اس کی ماں کی حقیقی اور سچی خوشی کا باعث ٹھیرے۔ مگر یہ نتیجہ ابھی بخوبی واضح نہ ہوا تھا۔

آیت نمبر ۱۴۔پھر جنابِ مسیح نے پاس آکر جنازے کو چھوا اوراٹھانے والے کھڑے ہوگئے اورآپ نے فرمایا اے جوان میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ۔

پاس آکر۔ جنازے کو چھوا۔ غالباً اس سے جناب ِمسیح کا یہ مطلب تھاکہ وہ ان لوگوں کو جو جنازہ لے جارہے تھے ٹھیرائے ۔ اوروہ فوراً ٹھیرگئے۔ ناممکن نہیں کہ یہ لوگ مسیح سے واقف تھے۔ اس کے بعد وہ اس مردہ جوان کو اٹھنے کا حکم دیتے ہیں۔ "میں تجھ سے کہتا ہوں "میں جو قیامت اورزندگی ہوں۔ جو نیستی سے ہست کرنے والا ہوں تجھ کو اٹھنے کا حکم دیتا ہوں ۔ یہ زندگی کے شہزادہ کا باقدرت کلام ہے۔ مقابلہ کرو حضرت لوقا ۸ باب ۵۶آیت ،حضرت یوحنا ۱۱ باب ۴۴آیت)۔

آیت نمبر ۱۵۔وہ مردہ اٹھ بیٹھا اوربولنے لگا اورآپ نے اسے اس کی ماں کو سونپا۔

مردوں کے اٹھ بیٹھنے اورکلام کرنے سے صاف روشن ہے کہ نہ صرف ان میں زندگی واپس آتی تھی بلکہ زندگی کے ساتھ طاقت اورصحت بھی بخشی جاتی تھی۔ زندہ کرنے کے بعد ہی ہمارے مولا وآقا اس

جوان کو اس کی ماں کے سپرد کردیتے ہیں اور اس محبت کے فعل سے اپنی قدرت کے معجزے کو کامل کرتے ہیں۔

یہ بات غور طلب ہے کہ مسیح مردوں کو زندہ کرنے کے بعد ان کی طرف خاص طور پر توجہ کرتے ہیں۔ یائیرس کی بیٹی کے زندہ ہونے کے بعد اس کے رشتہ داروں کو حکم دیتے ہیں کہ اسے کھانے کو کچھ دیں۔ لعزر کے کفن کو کھولنے کا حکم کرتے ہیں یہاں وہ اسے زندہ کرکے ا سکی ماں کے سپرد کرتے ہیں۔

اسی طرح وہ ایک دن "اٹھ" کہہ کر زندہ کرے گا جو اب اس میں سورہے ہیں۔ اور انہیں ان کے عزیزوں اور رشتہ داروں کے سپرد کردے گا۔ تاکہ وہ انہیں پہچانیں اور سدا خوشی کے ساتھ باہم اکھٹے رہیں۔ اس کا وعدہ اور ثبوت ہم کو تین مردوں کے زندہ ہونے میں ملتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر خود مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۶۔اس سے سب پر دہشت چھاگئی اور وہ خدا کی بڑائی کرکے کہنے لگے کہ ایک بڑانبی ہم میں آیا ہے اور یہ کہ خدا نے اپنی امت پر توجہ کی ہے۔

دیکھنے والوں پر اس معجزہ کا اچھا اثر پیدا ہوا۔ چنانچہ ان پر اس خیال اوراحساس سے کہ ہم ایک پاک شخص کے حضورمیں کھڑے ہیں دہشت پیدا ہوئی۔ البتہ سب پر یکسا نہیں ہوئی ہوگی۔ اوراغلب ہے کہ ان کے خیال میں کچھ نہ کچھ غلطی بھی شامل ہوگی۔ تاہم سب نے شکرگزاری کے ساتھ خدا اورمسیح کے نام کی تعریف کی ۔ اوریہ نتیجہ نکالا کہ یہ نبی کوئی عام قسم کا نبی نہیں بلکہ ایک بڑا نبی ہے ۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔مسیح اس جگہ دو صورتوں میں نظر آتے ہیں۔ اول نبی جو اپنے کلام کو معجزوں سے ثابت کرتا ہے۔ دوم سردارکاہن جو آنسو پونچھتا ہے۔ سوم زندگی کا شاہزادہ جو موت پر غالب آتا ہے ۔

۲۔اس معجزہ میں موت کس کس صورت میں نظر آتی ہے ۔ اول جوان کو بھی گرادیتی ہے۔ دوم ۔بڑے گھرے اورقریبی رشتہ داروں کو توڑ ڈالتی ہے۔سوم۔ آٹھ آٹھ آنسو رلا تی ہے ۔چہارم پرآخرکا رمسیح سے مغلوب ہوجاتی ہے ۔

۳۔نائن کا دروازہ وہ اسکول ہے جہاں ہم دکھ اورتسلی کا سبق سیکھتے ہیں۔

۴۔سچے مسیحی اپنے آقا ومولا سیدنا عیسیٰ مسیح کی پیروی ہر جگہ کرتے ہیں خواہ وہ قانا (شادی) کے مکان میں جائے خواہ نائن کو جائے جہاں ماتم اورآنسو ہیں۔

پانچ ہزار کو آسودہ کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۴باب ۱۵تا ۲۱آیت ،حضرت مرقس ۶باب ۳۵تا ۴۴آیت ،حضرت لوقا ۹باب ۱۲تا ۱۷آیت ،حضرت یوحنا ۶باب ۵تا ۱۴آیت)

شروع میں دو تین باتوں کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اوروہ یہ ہیں۔ کہ کب اور کہاں یہ معجزہ واقع ہوا؟

حضرت متی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ معجزہ حضرت یحییٰ یعنی یوحنا بپتسمہ والے کی موت سے مربوط ہے ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یوحنا بپتسمہ دینے والے شہید کئے گئے تو مسیح نے اس جگہ سے جہاں وہ اس وقت تھے کوچ کیا۔ پس وہ بیابان کی طرف روانہ ہوئے۔اسی طرح حضرت مرقس اورحضرت لوقا کے بیان سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کا معجزہ حضرت یوحنا کی شہادت کے بعد وقع میں آیا مگران کے بیان سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مسیح اس بیابان میں حضرت یوحنا کی شہادت کے سبب سے آئے۔ بلکہ حضرت مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیابان میں آنے کا سبب یہ تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ رسولوں کو کہ جو ابھی اپنے مشن سے واپس آئے تھے تنہائی میں روح کی تازگی اور تقویت حاصل کرنے کا موقعہ ملے۔ (حضرت مرقس ۶باب ۳۱آیت)۔

مسیح کشتی میں سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ لیکن خشکی کے راستے اوران میں سے بہت پیدل روانہ ہوئے ۔اورایسی تیزی اورسرعت سے انہوں نے راہ طے کی کہ آپ کے پہاڑ سے لوٹنے سے پہلے وہاں جا پہنچے ۔ اب اگرچہ اس وقت ان لوگوں کو یہاں آنا اس کی تجویز اورمنشا کے خلاف تھا کیونکہ وہ اس وقت تنہائی چاہتا تھا تاہم وہ سر تاپا محبت خوشی کے ساتھ ان سے ملتے اوران سے خدا کی بادشاہت کی باتیں کرتے ہیں اورجو شفا پانے کے محتاج ہیں انہیں شفا ء بخشتے ہیں (حضرت لوقا ۹باب ۱۱آیت)۔

حضرت یوحنا بتاتے ہیں کہ یہودیوں کی عید فسح نزدیک تھی"اس نے یہ بات شائد اس واسطے ہمیں بتائی کہ معلوم ہوجائے کہ یہ بھیڑکس طرح یہاں جمع ہوئی۔جو لوگ یروشلم کو جایا کرتے تھے ان میں سے بہت جھیل کے مشرق کی طرف سے گزرا کرتے تھے۔ لیکن (حضرت یوحنا ۶باب ۲۴آیت)اس قیاس کے برخلاف ہے کیونکہ اس مقام کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر بعد یہی لوگ مسیح کی تلاش میں کفرناحوم کو چلے جاتے ہیں اوراس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا ارادہ یروشلم کو جانے کا نہ تھا ۔

لیکن کیا یہ خیال زیادہ زیبا نہیں کہ حضرت یوحنا عید فسح کا ذکر اس لئے کرتے ہیں کہ جو کلمات مسیح کی زبان سے اس معجزہ کے بعد نکلے ان کا تعلق اس عید سے ہے۔ مسیح کے وہ الفاظ حضرت یوحنا کی انجیل میں قلمبند ہیں۔ مسیح جانتے ہیں کہ یہ موقع عید فسح کا ہے اورلوگ فسح کے برے کی نسبت اپنے دلوں میں غوروفکر کررہے ہیں۔ پس وہ پہلے ان کو سیر کرتا اورپھر یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ زندگی کی روٹی میں ہوں اورزان بعد اپنے گوشت اورخون کا ذکر کرتااوراس سے پتہ دیتاہے کہ میں ہی وہ حقیقی برہ ہوں جس کی علامت فسح کا برہ ہے۔

پہلی تین اناجیل اورچوتھی انجیل میں جو بیان معجزہ زیر نظر متعلق پایا جاتاہے اس میں کچھ کچھ فرق ہے ۔ پس اس کی تطبیق ضروری معلوم ہوتی ہے وہ فرق یہ ہے ۔ کہ پہلی تین اناجیل سے تو معلوم ہوتاہے کہ گویا پہلے شاگردوں نے مسیح سے کہا کہ اس جماعت کو رخصت کرتاکہ وہ جاکر اپنے کھانے کا بندوبست کرے۔ لیکن حضرت یوحنا کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جناب مسیح نے فیلبوس کی معرفت اپنے شاگردوں سے کہا " ہم ان کے کھانے کے لئے کہاں سے روٹیاں مول لے لیں" (حضرت یوحنا ۶باب ۵آیت)لیکن یہ اختلاف

بہت جلد رفع ہوسکتا ہے ۔ ممکن ہے کہ لوگوں کے جمع ہونے کے تھوڑی دیر بعد پہلے مسیح نے یہ بات فیلبوس سے کہی اور پھر خاموش ہورہا تاکہ وہ آپس میں گفتگو کرکے معجزے کے لئے تیار ہوجائیں۔وہ چاہتا تھاکہ اپنا معجزہ اس وقت دکھائے جب کہ سب کہ سب اس بات کو جان لیں کہ نیچرل امداد کی اس وقت کوئی صورت نہیں رہی اورسوائے الہٰی قدرت کے اورکوئی قدرت کام نہیں کرسکتی ۔

مسیح نے یہ سوال فیلبوس سے اس لئے نہیں کیا تھا کہ وہ اسے کوئی صلاح دے یا کوئی ایسی تجویزبتائے جس سے یہ دقت رفع ہوجائے کیونکہ وہ جانتا کہ میں کیا کروں گا ۔ پس اس نے یہ سوال جیسا حضرت یوحنا خود بتاتے ہیں فیلبوس کو آزمانے کے لئے کیا تاکہ دیکھے کہ فیلبوس نے مجھے مسیح سمجھ کو قبول کیا ہے مجھ پر کتنا بھروسہ رکھتا ہے ۔آپ کو یاد ہوگاکہ فیلبوس نے نتھنیل سے یہ کہا تھا (حضرت یوحنا ۱باب ۴۵آیت)"جس کا ذکر موسیٰ نے توریت میں اورنبیوں نے کیا ہے وہ مجھ کو مل گیا ہے" اب مسیح فیلبوس کو آزماتا ہے مگر گویا وہ اس سوال کے وسیلے یہ کہتا ہے اے فیلبوس تو یہ مانتا ہے کہ موسیٰ اورنبیوں نے میرا ذکرکیا ہے۔پر تو یہ بھی جانتا

ہے کہ موسیٰ نے بھوکے بنی اسرائیل کو من کھلایا اورنبیوں میں سے جو میری خبر دیتے ہیں الیشع نے بھی اسی قسم کا ایک معجزہ دکھایا(بائبل شریف ۲سلاطین ۴باب ۴۲،۴۴آیت)اب کیا تو مجھے مسیح موعود جانتا ہے اورموسیٰ اورانبیاء سے بزرگ ترسمجھتا ہے۔ یہ بھی مانتا ہے کہ مجھے ان لوگوں کو سیرکرنے کے لئے کھانا مول لینے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی قدرت سے ان پانچ ہزارکوآسودہ کرسکتا ہوں۔ ٹرنچ صاحب اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ بزرگ سرل صاحب بتاتے ہیں کہ فیلبوس کیوں اس سوال کے لئے انتخاب کیا گیا۔وہ حضرت یوحنا ۱۴باب ۸آیت کی طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں کہ فیلبوس روحانی باتوں کے سمجھنے میں کم زور تھا لہذا ضرورت تھی کہ اسے اس معاملے میں سبق دیا جائے۔یہ خیال درست ہویا نہ ہویہ بات بالکل صحیح ہے کہ فیلبوس اس وقت امتحان میں پورا نہ نکلا۔ گو وہ بڑی مدت سے مسیح کے ساتھ رہتا تھا۔ پر ابھی تک اس نے باپ کو بیٹے میں نہیں دیکھا تھا (حضرت یوحنا ۱۴باب۹آیت)اس نے ابھی اس بات کو محسوس نہیں کیا تھا کہ اس کا خداوند وہی خداوند ہے جو اپنی مٹھی کھولتا ہے اور سب جانداروں کوان کا قوت پہنچاتا ہے اوروہی سب مخلوقات کو ابتدا

ئے عالم سے سنبھالتا آیا ہے۔پس وہ اس قابل ہے کہ ان چند ہزار اشخاص کو اپنی پروردگاری سے سیر وآسودہ کرے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ نیچرل وسائل کے سوائے اورکسی طاقت کا قائل نہیں چنانچہ وہ کہتا ہے کہ وہ دو سو دینار کی روٹیاں بھی ان کے لئے کافی نہ ہوں گی اورشائد اس کا یہ بھی مطلب ہو کہ اتنا روپیہ ہمارے پاس نہیں ہے۔اب خداوند اس کے منہ سے اس قدراقرار کروا کے بات کو چھوڑدیتا ہے تاکہ وہ اور دیگر شاگرد اس پر غورکریں۔ لیکن کچھ مدت کے بعد اس کے شاگرد اس کے پاس آتے ہیں اوریہ صلاح دیتے ہیں۔

حضرت متی ۱۴باب ۱۵آیت ۔جب شام ہوئی تو شاگرد آپ کے پاس آکربولے کہ جگہ ویران ہے اوراب وقت گزرگیا ہے۔ لوگوں کو رخصت کردے تاکہ گاؤں میں جاکراپنے واسطے کھانا مول لیں۔

لفظ شام توجہ طلب ہے ۔ یہودی ایک دن میں دو شام مانا کرتے تھے۔ پہلی شام ۳بجے سے شروع ہوتی تھی اورغروب آفتاب کے وقت ختم ہوتی تھی اوردوسری شام سورج کے غروب ہونے پر شروع ہوتی تھی اوررات تک جاتی تھی۔ آیت زیر نظر میں پہلی شام کی طرف

اشارہ ہے۔ اور ۲۳آیت میں دوسری شام کی طرف۔ الفاظ "وقت گز رگیا ہے " سے یہ مراد نہیں کہ کھانے کا وقت ٹل گیا ہے۔شائد یہ مراد ہے کہ دیر بہت ہوتی جاتی ہے۔ لوگوں کو رخصت کردے تاکہ گاؤں میں اپنے واسطے کھانا مول لیں۔ حضرت مرقس اور حضرت لوقا بستیوں کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ اورحضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد نہ صرف ان کے کھانے کی نسبت مسیح سے گفتگو کرتے ہیں بلکہ ان کے رہنے کی نسبت بھی ۔ تاکہ وہ جاکر جگہ تلاش کریں۔

لیکن جناب ِمسیح فرماتے ہیں۔

آیت نمبر۱۶۔اِن کا جانا ضرورنہیں تم انہیں کھانے کو دو۔

لفظ تم پر زورہے کیونکہ انہوں نے ان کے بھیج دینے کی رائے دی تھی۔ اب وہ یہ جواب دیتے ہیں"کیا ہم جاکر اوردوسو دینار کی روٹیاں مول لے کر انہیں کھلائیں؟(حضرت مرقس ۶باب ۳۷آیت)معلوم ہوتا ہے کہ فیلبوس نے ان کے پاس اس گفتگو کا جو اس کے اورجنابِ مسیح کے درمیان ہوئی ذکرکیا اوربتایاکہ میں نے ان سے کہا ہے کہ وہ دوسودینار سے کم انکے کھانے کے لئے کافی نہ ہوں۔ گے۔ دیگر شاگرد اس خیال میں اس کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں اورآکرخداوند سے کہتے ہیں کہ بے شک دوسودینار سے کم کی ضرورت نہیں اورہمارے پاس اتنا

روپیہ موجود نہیں ۔ اس جواب سے انکے ایمان کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے ۔حالانکہ مسیح کے الفاظ سے دلالت کے طورپر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان کی مدد کے لئے تیار ہے بلکہ جنابِ مسیح نے یہ حکم بھی دیا کہ جوکچھ تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ۔اب اسی عرصہ میں وہ یا تو پانچ روٹیاں اوردو مچھلیاں خرید لائے اوریا خریدنے کا انتظام کرآئے ۔ پہلے تین انجیل نویسوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گو یا روٹیاں اور مچھلیاں شاگردوں کی تھیں پر حضرت یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک لڑکے کی تھیں۔ اس فرق کا حل یہ ہے کہ حضرت یوحنا اپنے بیان میں روٹیوں اورمچھلیوں کے پہلے مالک کا ذکر کرتا ہے اور پہلے تین انجیل نویس اس وقت کومد نظر رکھتے ہیں۔ جب یہ روٹیاں اور مچھلیاں خریدی جا چکی تھیں۔

اب ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح ان روٹیوں اورمچھلیوں کو لے کر بے شمارلوگوں کوآسودہ کرنے کا بیڑا اٹھاتے ہیں اوران کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ان کواس کے پاس لائیں اورترتیب واربٹھائیں۔ اس کے حکم کے مطابق وہ لوگ پچا س پچاس اورسو سو قطارمیں ہر گھاس پر بیٹھ گئے۔اس انتظام سے ترتیب کا خیال مترشح ہے۔ہرقسم کی ابتری اورگڑبڑی کا انتظام قرارداد واقعی شروع ہی میں کیا جاتا ہے۔ یتیم

لڑکے اورکمزوراوربیوہ عورتیں اس خطرہ سے آزاد ہیں کہ زورآور مرد ان کو پیچھے ہٹا دیں اورخود آگے بڑھ کر روٹی چھین لیں۔ ہر قسم کی بد انتظامی اوربد ترتیبی کا انسداد شروع ہی سے کیا جاتا ہے۔

دوسری بات غورطلب یہ ہے کہ جنابِ مسیح لذیزاورنفیس کھانوں کا دسترخوان ان کے لئے آراستہ نہیں کرتے بلکہ معمولی کھانے سے ان کو سیر کرتے ہیں۔ جو بات ان کو مد نظر ہے وہ سیری اورآسودگی ہے نہ یہ کہ لذیز کھانے ان کو کھلائے جائیں۔ اسی واسطے حضرت یوحنا ۶باب ۹تا ۱۳آیت)میں بتاتا ہے کہ روٹیاں جوکی تھیں۔

پہاڑکے سر سبز ڈھلوان پر پانچ ہزارمرد قطار بیٹھے تھے اورشام کے وقت ان کے رنگین کپڑوں پر جب سورج کی کرنیں گرتی تھیں تواایک عجیب سماں پیدا ہوتا ہوگا۔ ایک کنارہ پرمسیح اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھائے کھڑا ہے کیونکہ وہ ان روٹیوں اورمچھلیوں سے جو اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اس جم غفیر کوآسودہ کرنے پر ہے۔ منجملہ اور فوائد کے اس ترتیب کا ایک یہ فائدہ بھی تھا کہ اس سے یہ معجزہ سب پرظاہر ہوگیا کیونکہ سب مسیح کی طرف دیکھتے تھے اورجانتے تھے کہ وہی ہمارا کھلانے والا ہے اورنیز اس سے لوگوں کا شمار کرنا بھی

آسان ہوگیا اور شاگرد بآسانی قطاروں کے درمیان پھر کر کھانا تقسیم کرسکتے تھے۔

آیت نمبر ۱۹۔آسمان کی طرف دیکھ کر برکت چاہی۔

سب اناجیل اس بات کا ذکر کرتی ہیں۔ یہودیوں میں یہ ایک نہائت عمدہ دستور تھا کہ کھانے کے پہلے شکر کرنا لازمی سمجھتے تھے۔ تالمود (یہودیوں کی احادیث کی کتاب)میں ایک جگہ اس کے متعلق یوں کہا ہے ۔ جو شخص بغیر شکریہ ادا کرنے کے کسی چیز کو استعمال میں لاتا ہے وہ گویا خدا کو لوٹتا ہے ۔" جو الفاظ مسیح کی زبان سے اس وقت نکلے وہ قلمبند نہیں کئے گئے ۔لیکن اغلب ہے کہ وہ وہی ہوں گے جو بنی اسرائیل کے درمیان مروج تھے۔ یا شائد اس نے جیسا حضرت لوقا سے ظاہر ہوتا ہے (حضرت لوقا ۹باب۱۶آیت)روٹیوں اور مچھلیوں کو برکت دی (حضرت یوحنا ۱۱آیت)شکر گزاری کا ذکر کرتا ہے ۔غالباً اس دعا میں دونوں باتیں شامل تھیں۔ اس کے بعد اس نے "انہیں (روٹیوں کو)توڑکر شاگردوں کو دیا اورشاگردوں نے لوگوں کو" بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تین جگہ ان روٹیوں کی مقدار بڑھی اول مسیح کے ہاتھ میں۔ دوم شاگردوں کے ہاتھ میں سوم کھانے والوں کے ہاتھ میں۔ ممکن ہے ایسا ہوا ہو اور

ممکن ہے کہ جنابِ مسیح ہی کے ہاتھ میں یہ عجیب ترقی پیدا ہوئی ہو۔بہرکیف سب کھانے والے سیر ہوگئے چنانچہ لکھا ہے "سب کھانے والے سیر ہوگئے۔"(حضرت یوحنا ۶باب ۱۱آیت)ظاہر ہوتا ہے کہ جو جس قدر چاہتا تھا اتنا روٹیوں اورمچھلیوں سے اس کو ملتی تھی۔

اب اس بات کی کھوج کرنا روٹیاں اور مچھلیاں کس طرح بڑھیں بے فائدہ کوشش ہے کیونکہ یہ معاملہ بالکل فوق العادت ہے جوکچھ خیالات لوگوں نے اس امر پر ظاہر کئے ہیں وہ آگے چل کر بیان کئے جائیں گے ۔ فی الحال یہ بات غور کے لائق معلوم ہوتی ہے کہ جنابِ مسیح کیسی سرعت سے فوق العادت کو چھوڑکر پھر نیچرل عالم میں داخل ہوتا ہے چنانچہ وہ ان کو حکم دیتا ہے کہ بچے ہوئے ٹکڑوں کو جمع کرو تاکہ کچھ ضائع نہ ہوں (حضرت یوحنا ۶باب ۱۲آیت)اور حضرت متی اوردیگر انجیل نویس بتاتے ہیں کہ "بچے ہوئے ٹکڑوں سے بھری ہوئی بارہ ٹوکریاں اٹھائیں (حضرت متی ۱۴باب ۱۹آیت)میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ اس نے روٹیوں کو توڑاوراپنے شاگردوں کو دیا۔ اب حضرت متی آیت ۲۰میں جو اسم "ٹکڑوں "استعمال کیاگیا ہے وہ اسی فعل سے مشتق ہے جس کا ترجمہ "توڑکر"آیت ۱۹میں کیا گیا ہے۔

پس ان ٹکڑوں سے جو انہوں نے اٹھائے وہ ٹکڑے مراد نہیں جو کھاتے وقت ہاتھوں سے گرگئے تھے بلکہ وہ جو مسیح نے توڑتوڑ کردئے تھے۔ ایک شخص بیان کرتا ہے کہ اس زمانہ میں جو یہودی اٹلی میں رہا کرتے تھے ان کا دستور تھا کہ سفر میں اپنے ہاتھ ایسا کھانا ٹوکریوں میں رکھ کر لے جاتے تھے جو چھونے سے ناپاک نہیں ہوتا تھا ۔ تعجب نہیں کہ فلسطین میں بھی کچھ اسی قسم کا رواج جاری ہوا اورگواں موقعہ پرلوگوں کے پاس کھانا موجود نہ تھا مگرٹوکریاں موجود تھیں۔ شائد بارہ شاگردوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک ٹوکری اپنے لئے لی ہو۔ اوریہی بارہ ٹوکریاں بھری ہوئی اٹھائی گئی ہوں۔

الہٰی فیاضی کے ساتھ عجیب قسم کی کفایت شعاری لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح نےپانچ روٹیوں اوردو مچھلیوں کو اس قدرترقی دی کہ پانچ ہزاراشخاص آسودہ ہوئے اب اس بات کے لئے فکرمند ہے کہ جوٹکڑے بچ رہے ہیں ان میں سے کچھ ضائع نہ ہو۔ اورجب وہ جو خالق اورپروردگار ہے جو کی روٹیوں کے لئے اس قدرفکر مند ہے تو ہم کو لازم ہے کہ کوئی چیزخواہ ہم کیسے ہی متمول اور صاحب مال ومنال کیوں نہ ہوں ضائع نہ کریں اوردوسرا خیال جو غورکے لائق ہے یہ ہے کہ ان ٹوکریوں کا بھرا ہوا اٹھانا علامت ہے

اس الٰہی محبت کی جو محبت کرنے سے ختم نہیں ہوتی بلکہ محبت کے کاموں کے سبب آگے کی نسبت اورزیادہ وسیع اوربھرپورنظرآتی ہے۔ دینے اورخرچ کرنے میں ہمیشہ بڑھتی اورترقی ہوتی ہے۔ امثال کے مصنف کی یہ قول درست ہے کہ کوئی تو ایسا ہے جو کھنڈاتا ہے تو بھی مال بڑھتا ہے۔ پھرکوئی ہے جو نیکی سے ہاتھ زیادہ کھینچتا ہے پر فقط کنگال پن کی طرف ہوتا "(بائبل شریف کتابِ امثال ۱۱باب ۲۴آیت)۔

آیت نمبر۲۱۔ اورکھانے والے سوا عورتوں اوربچوں کے پانچ ہزارمرد کے قریب تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور بچوں کا شمار بہت کم ہوگا ورنہ حضرت مرقس اورحضرت لوقا اورحضرت یوحنا اس کونظر انداز نہ کرتے۔

اب اس معجزے کا اثر جوکچھ لوگوں پرہوا اس کا ذکر صرف حضرت یوحنا کرتے ہیں۔ اور وہ بڑا گہرا اثر تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ "جو نبی دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے (حضرت یوحنا ۶باب ۱۴آیت)شائد اس نبی سے مراد وہ نبی ہے جس کی نبوت موسیٰ نے کی ہے (توریت شریف کتابِ استشنا ۱۸باب ۱۵تا ۱۸آیت ،انجیل

شریف بہ مطابق ۷باب ۲۱تا ۲۵آیت ،اعماالرسل ۳باب ۲۲آیت ،۷باب ۳۷آیت)پر سب یہودی اس نبی کو جس کا ذکر موسیٰ نے کیا مسیح نہیں مانا کرتے تھے ۔مگر جن لوگوں کا ذکر یہاں پایا جاتا ہے وہ "اس نبی سے "مسیح مراد لیتے ہیں کیونکہ وہ اسے پکڑ کر بادشاہ بنانا چاہتے ہیں "(حضرت یوحنا ۶باب ۱۵آیت)شائد ان کا یہ مطلب تھا کہ وہ مسیح کو جبراً یروشلم لے جائیں اور وہاں وہ خواہ رضا مند ہو یا نہ ہو عید فسح کے موقعہ پر بادشاہ بنائیں۔

پرانے زمانے کے مسیحیوں نے اس معجزہ کی جزویات کو علامتی معنی دیئے ہیں۔ مثلاً مقدس جیروم بیان کرتے ہیں کہ لڑکے سے مراد حضرت موسیٰ اورپانچ روٹیوں سے اس کی پانچ کتابیں مراد ہیں اورکہ سو سو کی قطار سے یگانگت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ سو کامل نمبر ہے اورپچاس سے گناہوں کی معافی کیونکہ پچاس سے اشارہ شال یوبال اور پینتکوست کی طرف ہے ۔ یہ باتیں محض واہمہ کا کھیل ہیں اور حقیقت سے بالکل خالی ہیں۔

قبل ازیں کہ ہم اس معجزے کو چھوڑکر آگے بڑھیں دو تین باتوں کا ذکرکرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔

اول۔انجیلوں میں دو مرتبہ اس قسم کے معجزے کا ذکر پایا جاتا ہے اور وہ دونوں موقعے مختلف تھے لیکن معترضوں نے یہ حملہ کیا ہے کہ یہ دونوں بیان ایک ہی واقعہ کے ہیں اور لکھنے والوں نے غلطی سے ان کو علیحدہ علیحدہ کردیا ہے۔ لیکن وقت اور دیگر حالات کے اختلاف پرغور کرنے سے فوراً معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے ۔ مثلاًکھانا اورکھانے والوں کا شمار اوربچے ہوئے ٹکڑوں کی مقدار وغیرہ سب باتیں دونوں موقعوں پر جدا جدا تھیں ۔ علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک میں یہ بتایا گیا ہے کہ پہلے ہی دن مسیح نے بھیڑ کو آسودہ کیا اور دوسرے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگ تین دن تک مسیح کے ساتھ رہ چکے تب اس نے ان کو کھلایا ۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جو واقعات ان معجزوں میں سے ہر ایک کے پہلے اور پیچھے وقوع میں آئے ان میں بھی بڑا فرق ہے۔ مثلاً ایک سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے معجزے سے پہلے مغربی ساحل سے عبورکرتا ہے اوراس کے بعد دریا پر چلنے کا معجزہ سرزد ہوتا ہے پر دوسرے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معجزہ دکھانے سے پہلے صوبہ فینکی اوریردن کے منبع کےارد گرد کے علاقوں کا دورہ کرکے مشرقی ساحل پر آتا ہے اورمعجزے کے بعد گلیل کے فریسیوں اورصدوقیوں کی آخری جنگ

اس کے ساتھ ہوتی ہے بلکہ معجزے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جولوگ جمع ہوئے وہ ان شہروں سے آئے جوجھیل کے مغربی کنارے پرآباد تھے۔ لیکن دوسرے معجزے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان پہاڑوں سے جمع ہوئے جو مشرقی اطراف میں واقع تھے۔ اوراسی طرح وقت بھی فرق تھا۔ ایک معجزہ موسم بہار کے شروع میں واقع ہوا اوردوسرا بہت مدت بعد یعنی ایسٹر کے بعد اورسخت گرمیوں کے دنوں میں۔

دوم۔دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ لوگوں نے طرح طرح کی تشریحیں اس بات کو حل کرنے کے لئے ہیں کہ یہ معجزہ کس طرح وقوع میں آیا۔وہ رکیک اورناقص تاویل جو ریشنلسٹ پیش کرتے ہیں کئی صورتیں اختیارکرتی ہے۔ مثلاً پالس جوجرمنی کا رہنے والا تھا یہ کہتا ہے کہ جس طرح مسیح نے اپنی روٹیاں اورمچھلیاں نکالیں اسی طرح اس کے نمونہ پر باقی لوگوں نے بھی کیا اوراپنی اپنی روٹیاں اورمچھلیاں نکالیں اورپھر سب کے سب بیٹھ گئے اوراپنا اپنا کھانا نکال کرکھانے لگ گئے۔ مسیح کے شاگردوں نے اس کو معجزہ بنالیا۔ دوسری اسی قسم کی تاویل یہ ہے کہ چونکہ پرانے عہد نامہ میں (توریت شریف کتابِ خروج ۱۶باب ،بائبل شریف ۱سلاطین ۱۷باب

۸تا ۱۶آیت ،۲سلاطین ۴باب ۱و۴۲آیت) کچھ کچھ اس قسم کے معجزات کا ذکر پایا جاتا ہے لہذا اسی کی نقل پر یہ معجزہ تجویز کیا گیا تاکہ مسیح کی نسبت جو خیالات عام طور پر مروج تھے وہ پورے ہوں۔ مگران باتوں کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ تاویلیں اس تواریخی سادگی کا جواس بیان سے صادر ہے خون کرتی ہیں۔سوائے اس کے وہ باتیں جو اس معجزے کے بعد وجود میں آئیں ایسی ہیں کہ اگر یہ معجزہ وقوع میں نہ آتا تووہ بھی واقع نہ ہوتیں ۔ مثلاً اگر مسیح نے یہ معجزہ حقیقت میں نہ دکھایا ہوتاتو کب یہ لوگ اس کو بادشاہ بنانے کی کوشش کرتے اورپھر ہم دیکھتے کہ کئی اس کے شاگردوں میں سے بھی اس کو چھوڑکرچلے جاتے ہیں۔ اس عجیب تبدیلی کی کوئی اور وجہ نہیں ہوسکتی سوائے اس معجزہ کے جس کے سبب سے مسیح کو یہ دعویٰ کرنے کا موقع ملا کہ میں زندگی کی روٹی ہوں اور میرا خون اورگوشت حقیقی حیات اورطاقت کا چشمہ ہے ۔ اگریہ معجزہ ایک متھ (بناوٹی قصہ) ہے توپھر کوئی بات تواریخی اورحقیقی واقعہ نہیں ہو سکتی ۔ جیسا ہم اوپر عرض کرچکے ہیں کہ ہم کویہی خیال صحیح معلوم ہوتا ہے کہ فوق العادت اورسوپر نیچرل معاملات کی کہنہ دریافت کرنے میں انسان کی عقل ناقص ہے ۔ پس ہم یہ مانتے

ہیں کہ وہ جس نے عالموں کو خلق کیا اس قابل تھا کہ روٹیوں کو بڑھائے تاہم جہاں تک نیچرل وسائل کام میں آسکتے ہیں وہاں تک وہ ان کو کام میں لاتا ہے ۔ جو روٹی موجود ہے اسے ترک نہیں کرتا اور جو نیچرل وسائل سے نہیں ہوسکتا اسے اپنی خانقانہ قدرت سے وجود میں لاتا ہے ہم اس بات کے انکاری نہیں کہ اور معجزات کی طرح اس معجزے سے بھی مشکلات وابستہ ہیں۔ مگر ہم اس بیان کی سادگی اور سچائی کے سبب اور نتائج کی وجہ سے جو مسیح کے کام میں اس معجزے سے پیدا ہوئے اور ان اخلاقی اور روحانی فوائد کے باعث جو اس سے برآمد ہوئے وہ اب تک جاری ہیں اور اس کی الہٰی قدرت کے سبب جو اس معجزہ کو دکھانے والا تھا اسے ایک سچا تاریخی واقعہ قبول کرتے ہیں۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔حضرت متی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا و مولا نے اس ضیافت کے بعد جس کے سبب سے حضرت یوحنا شہید کردئیے گئے اس بیابان کی راہ لی۔ پر یہاں وہ خود ایک ضیافت تیار کرتا ہے ۔دیکھو دونوں ضیافتوں میں کیسا فرق ہے ہیرددیس کی ضیافت بڑے جشن کے ساتھ شروع ہوئی۔ جرم بیچ میں آیا اور فکر اور غم اس ضیافت

کے آخر میں دامن گیر ہوئے۔ لیکن مسیح کی ضیافت جسم کی ضرورت رفع کرنے کی نیت سے شروع ہوئی لیکن پھر روح کی سیری بھی عطا کی گئی اورآخر میں آسمانی خوشی کئی ایک کو نصیب ہوئی۔
۲۔جنابِ مسیح کا نمونہ ۔(۱)دانائی کے ساتھ خطرے کی جگہ سے ہٹ جانے میں (۲) اپنے اور اپنے شاگردوں کے لئے دماغی آرام ڈھونڈنے میں (۳)دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنے آرام کو ترک کرنے میں۔
۳۔بھیڑ کوکھلانا ہم کوکئی سبق دیتا ہے (۱)ترس کھانے میں (۲)فرماں برداری کرنے میں (۳)ترتیب رکھنے میں (۴)کفائت شعاری کے ساتھ چلنے میں۔
۴۔تنہا مکانوں میں جاکر دعا مانگنا بڑی برکت کا باعث ہوتا ہے ۔
۵۔جنابِ مسیح کا رحم کیسی نئی نئی صورتیں اختیار کرتا ہے ۔ (۱)شفا دیتا ہے (۲) تعلیم دیتا ہے ۔(۳)آسودگی عطا کرتا ہے اوران برکتوں کے لئے ایک پیسہ بھی نہیں لیتا ہے ۔
۶۔آسمانی بادشاہت کی برکتوں کی کثرت میں ہمیشہ خبرداری اور کفائت شعاری داخل ہوتی ہے ۔ پانچ ہزارسیرکئے جاتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ ایک ٹکڑا تک ضائع نہیں ہونے

پاتا۔ اسی طرح خدا اپنی ساری برکتوں کی نگہبانی کرتا ہے (۱) فطرت میں (۲) روحانی عالم میں (۳) جلالی دنیا میں۔

۷۔ ہمیشہ عقل پر تکیہ کرنا ضروری نہیں ہوتا بلکہ خدا کے فضل اورقدرت بالغہ کو عقل پر ترجیح دینی پڑتی ہے۔ شاگرد عقل کے پابند ہوکردیناروں کا فکر کرتے ہیں اورمسیح کی قدرت اور فضل کو جیسی جگہ دینی چاہئیے نہیں دیتے ۔ پر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم مناسب وسائل کو ترک کردیں کیونکہ خدا ان کی قدرکرتا ہے۔

۸۔ ہم اپنے سرمائہ کی کمی پراتنا زغورنہ کریں جتنا خدا کی برکت پر۔

۹۔ غریبوں کی مدد کرنا ہم کوکبھی غریب نہیں بتاتا۔

۱۰۔ ہر خاندان کے سر گروہ کو مسیح کا نمونہ اختیار کرنا چاہئیے (۱) کھانے سے پہلے خدا کی برکت مانگنی چاہئیے۔ (۲) اس کی برکتوں کو خبرداری سے استعمال کرنا چاہیے۔ (۳) ان کی حفاظت کرنی چاہئیے ۔ (۴) انتظام سے کام لینا چاہئیے۔ (۵) ترتیب کے معاملے میں اسکے نقش قدم پر چلنا چاہئیے۔

۱۱۔ مسیح اس معجزے کے وسیلے ظاہر کرتا ہے کہ میں ساری دنیا کی سیری کے لئے ضروری روٹی ہوں۔ وہ سب کی بھوک مٹاتا وہ لوگوں کے کھانے سے ختم نہیں ہوتا ۔ کیونکہ ساری زندگی کا سرچشمہ اور

سوتا وہی ہے اسی میں اس قدر خوراک موجود ہے کہ ہمارے سیر ہونے کے بعد بھی سب دنیا کے لئے کافی بچ جاتا ہے۔

۱۲۔جب لوگ اندازہ لگاتے ہیں تو اسباب کی کمی وبال جان ہوتی ہے۔ پر جب مسیح اندازہ لگاتے ہیں تو بڑھتی ہوتی ہے۔

۱۳۔سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ مسیح اپنے شاگردوں سے کہتے ہیں کہ تم انہیں کھانے کو دو۔دنیا کے بھوکوں کی ذمہ داری مسیحی ناظر آپ پر ہے ۔ جتنا آپ کے پاس ہے اسے استعمال کرو۔ خداوند اسے بڑھائے گا اوراسی کے وسیلے بہتوں کو سیر کرے گا ۔ تم انہیں کھانے کو دو۔

جنابِ مسیح کا سمندر پر چلنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۴باب ۲۲تا ۳۳آیت ،حضرت مرقس ۶باب ۴۵تا ۵۲آیت،حضرت یوحنا ۶باب ۱۵تا ۲۱آیت)

یہ معجزہ تین انجیلوں میں پایا جاتا ہے۔اورتینوں اناجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ ہزارکوکھانا کھلانے کےمعجزے کے بعد لیکن اسی روزوقوع میں آیا۔

حضرت متی ۱۴باب ۲۲آیت ۔اور جنابِ مسیح نے فوراً شاگردوں کو مجبورکیاکہ کشتی پر سوارہوکر اس سے پہلے پار چلے جائیں جب تک وہ لوگوں کو رخصت کرے۔

سوال برپا ہوتا ہے کہ کہ اس نے کیوں ان کو مجبورکیا کہ "وہ چلے جائیں۔"اس کا جواب ہم کو انجیل یوحنا سے ملتا ہے۔ وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ اس کا پہلا معجزہ دیکھ کراس بات کے جوڑتوڑمیں لگ گئے تھے کہا سے اپنا بادشاہ بنائیں اورشاگرد جواس بات کو دل وجان سے چاہتے تھے اگر وہاں رہ جاتے توضروران کےساتھ اتفاق کرتے کہ ان کا استاد سرفرازی کے زینہ پرقدم رکھے۔ مگروہ نہیں چاہتا تھا کہ انہیں اس خطرے میں پڑنے دے لہذا اس نے اس بات پر زور

دیا کہ وہ کشتی پر سوار ہوکر روانہ ہوجائیں۔ جیروم صاحب عام طور پر "مجبور کرنے" کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ شاگرد اس سے ایک دم کے لئے جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے ۔ مسیح اوراس کے شاگرد اس جگہ تنہائی کے لئے آئے تھے اورچونکہ یہ مقصد ان کا پورا نہ ہوا اورچونکہ خطرہ تھا کہ یہاں زیادہ دیر تک ٹھیرنے سے مسیح کے مخالفوں کی دشمنی کا شعلہ زیادہ بڑھ جائے اورچونکہ وہ اس وقت اکیلا تنہائی میں رہنا پسند کرتا تھا لہذا اس نے مناسب سمجھا کہ مجمع کو برخاست کرے پس سب سے پہلے اپنے شاگردوں کو روانہ کیا۔ مرقس بتاتا ہے کہ وہ لوگ بیت سیدا کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ حضرت مرقس ۶باب ۴۵آیت میں آیا ہے "اور فوراً اس نے اپنے شاگردوں کو مجبور کیاکہ کشتی پرچڑھ کراس سے پہلے اس پار بیت صیدا کو چلے جائیں جب تک وہ لوگوں کو رخصت نہ کرے "مگر حضرت یوحنا کہتے ہیں کہ "کشتی پر چڑھ کر جھیل کے پا رکفر ناحوم کوچلے "(حضرت یوحنا ۶باب ۱۷آیت)اس اختلاف کا حل یہ ہے کہ اس نام کے دو شہر موجود تھے ایک وہ بیت صیدا جو جولیاس کہلاتا تھا اور دوسرا فیلبوس اور اندریاس اور پطرس کا شہر تھا۔ یہ دوسرا بیت صیدا کفر ناحوم کی راہ پر واقع تھا اوراس سے بہت نزدیک آباد تھا۔

معجزہ ماقبل کے ضمن میں بتادیاگیا ہے کہ یہودیوں کے درمیان یہ دستورتھاکہ وہ قریباً تین بجے سے لے کرغروب آفتاب تک ایک شام اور پھراس کے بعد رات تک دوسری شام مانا کرتے تھے پس جب وہ کشتی پر سوارہوئے اس وقت ان کے شماروقت کے مطابق دوسری شام تھی ۔ (مقابلہ کرو حضرت لوقا ۹باب ۱۲آیت)جہاں دن ڈھلنے سےپہلی شام مراد ہے۔ ایسی مقدس جگہ اورایسے اژدحام کے وقت اپنے خداوند کو چھوڑنا ان کے نزدیک دل پسند کا م نہ تھا۔ مگرجب خداوند ہم کو کسی کام کے لئے جو مشکل اور ہماری مرضی کے خلاف ہوبلائے تو اسے بجالانا ہمارا فرض ہے۔

آیت نمبر ۲۳۔اور لوگوں کو رخصت کرکے علیحدہ دعا مانگنے کے لئے پہاڑپر چڑھ گیا اورجب شام ہوئی تو وہاں اکیلا تھا۔

ا ن کو رخصت کرنے کے بعد خود پہاڑپر چلا گیا تاکہ وہاں دعا مانگے۔ غالباً یہ پہاڑجہاں دعا مانگنے کے لئے گیا ایک اونچا پہاڑہوگا اوروہاں رات کو دیرتک دعا مانگتا رہا۔ (دیکھو حضرت متی ۲۵آیت ۔رات کے چوتھے پہرتک)مسیح نہ صرف باقاعدہ طورپراوربار بار دعا مانگا کرتا تھا۔ ۔(حضرت مرقس ۱باب ۳۵آیت ،حضرت لوقا ۵باب ۱۶آیت

۱۱باب ۱آیت)۔بلکہ جب کوئی خاص موقع اس کی زندگی میں آتا تھا تو اس وقت خاص طور پر دعا کیا کرتا تھا۔ مثلاً جب اس نے بارہ شاگردوں کو رسالت کے عہدے پر مامور فرمایا (حضرت لوقا ۲باب ۱۲آیت)تو اس نے خاص طور پر دعا کی او رپھر اسی طرح گتسمنی میں جان کنی کے موقعہ پر دعامیں لگا رہا اوراس وقت اسکے خاص طوردعا مانگنے کا یہ سبب تھا کہ ایک طرف تو لوگ اس کو بادشاہ بنانے کے درپے تھے۔ اوردوسری طرف ہیرودیس اورفریسی حسد کے مارے جل رہے تھے۔ پس ان وجوہات کے سبب سے وہ اس وقت ایک نہائت نازک حالت میں تھا۔لہذا اسے باپ کی ہدائت اورمحافظت کی اشد ضرورت تھی ۔اس مجذوب گروہ کے وسیلے شیطان پھر دنیا وی بادشاہت اس کو دینے کا وعدہ کرتا ہے اوراس شرط پر کہ وہ دینوی حکمت عملی اختیارکرے (دیکھو حضرت متی ۴باب ۸آیت)اوروہ باتیں جو وہ دن بھر اپنی بادشاہت کے متعلق سکھاتا رہا تاکہ لوگوں کے دل سے غلط فہمیاں دور ہوجائیں ۔(حضرت لوقا ۹باب ۱۱آیت)اپنے مطلب کوپورا کرنے میں قاصر نکلیں اوراس نے دیکھا کہ نہ لوگ میرے خیالات سے اتفاق رکھتے ہیں اورنہ یہی ممکن ہے کہ میں اپنے خیالات کو ترک کرکے انکے خیالات کو اختیارکروں گا اوراگر

انکار کرتا ہوں تو یہ خطرے کی یہی لوگ جو مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد میرے برخلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور حکام کی مدد کریں گے وہ مجھے جان سے مارڈالیں پس ان باتوں کے سبب وہ اس وقت خاص قسم کی دعا کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

آیت نمبر ۲۴۔ مگر کشتی اس وقت جھیل کے بیچ میں تھی او رلہروں سے ڈگمگارہی تھی کیونکہ ہوا مخالف تھی۔

کشتی اس وقت جھیل کے بیچوں بیچ جا پہنچی تھی اور باد مخالف کے تھپیڑے کے کھارہی تھی۔ حضرت یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسیح ان کے پاس آیا اس وقت وہ کل تین یا چار میل کے قریب نکلی تھی ڈگمگارہی تھی۔ یہ وہی فعل ہے جو حضرت متی ۸ باب ۶ آیت میں "تکلیف میں ہے اور متی ۸ باب ۲۹ آیت میں" عذاب میں ڈالے "اورحضرت مرقس ۶ باب ۴۸ آیت میں "بہت تنگ ہیں"ترجمہ کیا گیا ہے حضرت یوحنا "ہوا مخالف تھی "کے عوض "بڑآندھی " کا ذکر کرتا ہے جس کے سبب سے موجیں اٹھنے لگیں او رملاح کھیتے کھیتے عاجز ہوگئے جب مسیح ان کے پاس آئے تو اس وقت صبح ہونے پر تھی تاہم انہوں نے بہت راستہ طے نہ کیا۔

حضرت مرقس ہمیں بتاتا ہے کہ (حضرت مرقس ۶باب ۴۸آیت)اس نے ان کو اس مصیبت کی حالت میں دیکھا۔ انکو اس جھیل میں اکیلا بھیجنے کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ وہ ان کے ایمان کی تربیت کرے۔ ایک مرتبہ پہلے وہ لوگ طوفان کے خطرات میں مبتلا ہوئے۔ مگر اس وقت مسیح ان کے ساتھ تھا۔ اور وہ خیال کرتے تھے کہ اگر خطرہ بہت بڑھ جائے گا تو ہم اس کو جگالیں گے ۔ لیکن اس وقت وہ ان کے ساتھ نہ تھا اور چاہتا تھا کہ وہ اس بات کو سیکھیں کہ وہ ان کی مدد نہ فقط اس وقت کرسکتا ہے جب کہ ان کے ساتھ ہو بلکہ اس وقت بھی ان کی مدد کرنے پر قادر ہے جب کہ بظاہر ان سے غیر حاضر ہوکیونکہ جس وقت جسمانی طور پر ان کے ساتھ نہیں اس وقت بھی ان کی حالت سے بخوبی آگاہ ہے۔جب وہ دور ہوتا ہے تب بھی اپنے بندوں کے نزدیک ہوتا ہے۔ جب وہ ان کو آخرتک آزما چکو" رات کے چوتھے پہر جھیل پر چلتا ہوا ان کے پاس آیا "اور اس سے ان کو سکھایا کہ آنے والی آزمائشوں کے چوتھے پہر جھیل پر چلتا ہوا ا ن کے پاس آیا "اور اس سے ان کو سکھایا کہ آنے والی آزمائشوں کے طوفان اورآندھیوں میں مجھے ہمیشہ اپنے پاس سمجھو۔ اگر تمہاری آنکھیں مجھے نہ دیکھیں اگرمدد کی تمام صورتیں مفقود ہوجائیں تو

کچھ مضائقہ نہیں تم یہ مانتے رہو کہ میں دکھ اور مصیبت کے وقت تمہاری مدد کرنے کے لئے ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔

آیت نمبر ۲۵۔ جنابِ مسیح چوتھے پہر جھیل پر چلتے ہوئے ان کے پاس آئے۔

یہودی رات کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا کرتے تھے اور ہر حصہ میں چار گھنٹے شامل تھے۔ یہی طریقہ یونانیوں میں مروج تھا مگر پمپے کی فتح کے بعد جو ۶۳ قبل از مسیح وقوع میں آئی رومی طریقہ مروج ہوگیا۔ اور وہ یہ تھا کہ رومی لوگ رات کو چار حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور ہر حصہ میں چار گھنٹے شامل تھے۔ پس رات کا چوتھا پہر صبح کے تین بجے سے چھ بجے تک ہوتا تھا۔ اس چوتھے حصہ میں کسی وقت مسیح کا ان کو جھیل پر چلتا ہوا دکھائی دیا۔

آیت نمبر ۲۶۔ شاگرد اسے جھیل پر چلتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے اور کہنے لگے کہ یہ کوئی بھوت ہے۔ اور ڈر کے مارے چلا اٹھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بھوت پریت کو مانا کرتے تھے۔ مگر جو بات قابل غور ہے وہ اس بیان کی سچائی اور سادگی ہے۔ وہ مسیح کو آتے دیکھ کر اسے بھوت خیال کرتے ہیں اور ڈر جاتے ہیں کیونکہ ان

کو اندیشہ تھا کہ اب ہماری مصیبت اوربھی زیادہ ہوجائے گی ۔ لیکن اناجیل کے مصنف اس بات کو چھپاتے نہیں بلکہ بڑی وفاداری سے بیان کردیتے ہیں۔ ٹرنچ صاحب اس جگہ بڑے معنی خیز ریمارک پیش کرتے ہیں۔ ان کے ریمارکوں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح لوگ عموماً مسیح کی حضوری کی شناخت کے متعلق غلطی میں گرفتار ہوجاتے ہیں ۔اسی طرح اس وقت ہوا۔ وہ اکثر اپنے لوگوں کے پاس کسی غیر معمولی صورت یاکسی غیر مانوس طریقے سے آتا ہے وہ کسی تکلیف یا کسی صلیب کے ذریعہ ان کے پاس آتا اوربرکت اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مگروہ اسے نہیں پہچانتے بلکہ اسے ایک دہشت ناک بھوت تصورکرتے ہیں۔ اورجب تک اس کی زبان سے "خاطر جمع رکھو میں ہوں ڈرونہیں" نہیں سن لیتے تب تک نہیں آرام نہیں پاتے۔

لیکن حضرت مرقس اس جگہ یہ بھی بتاتا ہے کہ" وہ ان کے پاس آیا اور ان سے آگے نکل جانا چاہا۔" سوال برپا ہوتا ہے کہ اگروہ ان کی مصیبت کودیکھ کران کی مدد کے لئے آیا تھا توپھر ان سے آگے نکلنا کیوں چاہتا تھا ؟(دیکھو حضرت مرقس ۶باب ۴۸آیت)بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک وہ چلاتے نہیں تب تک وہ ان کی کشتی میں قدم نہیں رکھتا۔اس کا کیا سبب ہے ؟اس بات کو سوائے ان کے جو کہ ایمان کی

حقیقت سے واقف ہیں اور کوئی نہیں سمجھ سکتا ۔ واضح ہو کہ اس آگے نکل جانے اور ایک طرح کی بے پرواہی دکھانے کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کو سکھائے کہ وہ مدد کے لئے مدد مانگیں اور کہیں کہ اے مالک آپ ہمیں نہ چھوڑیں۔ یہی طریقہ وہ ہمیشہ کام میں لاتا ہے ۔جب وہ ان دو شاگردوں کو ملا جو عماؤس کو جا رہے تھے تب بھی وہ آگے نکلنا چاہتا تھا۔(حضرت لوقا ۲۴باب ۱۳آیت)اور جب ان شاگردوں نے اس سے منت کی کہ تو ہمارے ساتھ رہ تب ان کے ساتھ اندر گیا۔ ---------------بے انصاف قاضی اور سوے ہوئے دوست کی تمثیلوں (حضرت لوقا ۱۸باب ۲آیت ،۱۱باب ۵آیت)کو دیکھو کہ وہاں بھی اسی قسم کی دیر اور تاخیر خدا سے منسوب کی جاتی ہے جب تک بار بار دعا کے نالے اس کی درگاہ میں نہیں پہنچتے تب تک وہ مدد کا ہاتھ دراز نہیں کرتا۔ اور پھر ایک اور موقعہ کو دیکھو بیت عینا لعزر کی نہیں اس کی حضوری کی ضرورت بشدت محسوس کرتی ہیں مگر وہ نہیں آتا ۔ بہت دیر لگاتا ہے اور کیا خدا پرست لوگوں کے ایسے نالے۔ "اے خداوند تو کیوں اپنا چہرہ چھپاتا ہے "اسی بات کا ثبوت نہیں کہ خدا چاہتا ہے کہ دیر کے وسیلے اپنے لوگوں کے ایمان کو حرکت میں لائے اور نہیں آمادہ

کرے کہ دست دعا درازکریں اوراس سے باربار التجا کریں کہ اے خداوند توآ اورہمیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑ۔

پراب وہ ان کے نالے اورچلانے کی آوازسن کران کو تسلی دیتا ہے چنانچہ لکھا ہے ۔

آیت نمبر ۲۷۔مسیح نے فوراً ان سے کہا کہ خاطر جمع رکھوں میں ہوں ڈرونہیں۔

رائل صاحب اپنی تفسیر حضرت یوحنا میں لکھتے ہیں۔"کہ بہت سی باتیں جواب مسیحیوں کو ڈراتی اورانہیں فکروتشویش سے بھردیتی ہیں ایسا کرنا چھوڑدیں۔ اگروہ ہر ایک بات میں مسیح کو دیکھا کریں۔ کہ وہی ہر واقعہ کو وجود میں لاتا اوروہی ہر بات پر قابورکھتا ہے اورکہ اس کے حکم کے بغیر ایک پتامک نہیں گرتا۔ مبارک وہ جواس کے ان الفاظ کو"میں ہوں ڈرونہیں۔" گھرے بادلوں اورکثیر تاریکی اورپرشور آندھی اورسخت طوفان میں گونجتے سنتے ہیں" صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس سے یہودی بخوبی واقف تھے لیکن رائل صاحب کے خیال میں عبارت کے تعلق اورقرینے سے اس خیال کی تصدیق نہیں ہوتی کیونکہ شاگرد کسی شخص کو پانی پر چلتے ہوئے دیکھ کر ڈرگئے تھے اورانہیں جانتے تھے کہ وہ کون ہے اب مسیح یہ بتانا

چاہتا ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں اوراس کے لئے وہ وہی یونانی الفاظ استعمال کرتا ہے جن کا ترجمہ "میں ہوں "کیا گیا ہے۔ اورجو اس کے مطلب کو بخوبی ادا کرسکتے تھے۔

آیت نمبر ۲۸۔حضرت پطرس نے اس سے جواب میں کہا اے خداوند اگرتو ہے تومجھے حکم دے کہ پانی پر چل کر تیرے پاس آؤں۔

یہ بیان صرف حضرت متی کی انجیل میں پایا جاتا ہے۔ پر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جوکچھ پطرس اس وقت کہتا ہے وہ کی جلد بازی اورتیزی طبع سے پورے پورے طورپر موافقت رکھتا ہے۔ اورجو انکار وہ بعد میں کرتا ہے اس کی صورت کچھ کچھ اس واردات میں بھی نظر آتی ہے۔ ماسوائے اس کے اس میں ایمان کی خاصیت اورکیفیت کا بھی پتہ ملتا ہے اوروہ یہ کہ ایمان کیا کچھ کرسکتا ہے نیز ہمیں اس میں انسان کی اعلیٰ روحانی حالت کی وہ فضیلت نظر آتی ہے جو وہ نیچر کے ادنےٰ قوانین پر رکھتا ہے اورجسے ہمارا خداوند باربارظاہر فرماتا ہے ۔(دیکھو حضرت متی ۱۷باب ۲۰آیت ،۲۱باب ۲۱آیت)۔

اگر تو ہے۔ ٹرنچ صاحب فرماتے ہیں کہ لفظ اگر سے یہ مطلب نہیں لینا چاہئیے کہ پطرس مسیح کی موجودگی پر شک لاتا تھا۔ اگر توما ہوتا

توہم کہتے کہ وہ ضروریہ چاہتا تھا کہ پہلے یہ بات ثابت ہوجائے کہ بولنے والا حقیقت میں مسیح ہے اورپھر اسے کشتی میں جگہ دی جائے ۔لیکن حضرت پطرس اس کمزوری میں مبتلا نہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جو بول رہا ہے وہ خداوند مسیح ہی ہے ۔لہذا اس "اگر"کو "چونکہ"کا مترادف سمجھنا چاہیے۔"اے خداوند چونکہ تو ہے اس لئے مجھے حکم دے کہ پانی پر چل کر تیرے پاس آؤں۔"

پطرس کس لئے مسیح کے پاس جانا چاہتا تھا؟شائد اس کے دل میں یہ آرزوہوگی کہ میں اپنے خداوند کے ساتھ رہوں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت دلیربن کراس کم اعتقادی کی تلافی کرنا چاہتے تھا جو شاگردوں کے اظہارخوف سے ظاہر ہوئی اورجس میں وہ خود بھی شامل تھا۔ پران تمام باتوں کے ساتھ کچھ ایسی باتیں بھی ملی ہوئی تھیں جن سے اس کی خودی کی بوآتی تھی۔ وہ اورشاگردوں پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ پس اس کا قصور اس درخواست میں نہاں تھا۔"مجھے حکم دے "وہ اپنے ایمان کی ایک زورآورگواہی پیش کرکے اوروں سے ممتازہونا چاہتا تھا۔ گویا وہ ایک طرح سے اس وقت بھی وہی دعوے کرتا ہے جواس نے مسیح کا انکارکرنے سے پہلےکیا۔"اور اٹھوکرکھائیں پرمیں نہ کھاؤں گا۔

آیت نمبر ۲۹۔جنابِ مسیح نے فرمایاآ۔حضرت پطرس کشتی سے اتر کر جناب مسیح کے پاس جانے کے لئے پانی پر چلنے لگے۔

اس نے کہا ۔یہ حکم ان شاہانہ احکام میں سے ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے آقا ومولا اپنی الٰہی قدرت کو جانتا تھا کہ وہ کیا ہے اورکیسی ہے۔پریہاں اس "آ" سے بیشتر اجازت دینا مراد ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ اگر آنا چاہتے ہو تو آؤ۔لیکن جانتے ہیں کہ پطرس کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا۔پس اس "آ" سے ہم یہ نہ سمجھیں کہ گویا مسیح یہ وعدہ کرتے ہیں کہ توکامیاب نکلے گا اورکبھی نہیں گرے گا بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت پطرس کہتے ہیں "آپ مجھے حکم دیں" پر اس کے جواب میں مسیح نہیں کہتے کہ "میں حکم دیتا ہوں" پطرس کہتا ہے کہ "پانی پر چل کر تیرے پاس آؤں" مسیح یہ نہیں کہتا کہ "ہاں پانی پر چل کر میرے پاس آ۔"پطرس آنا چاہتا ہے اورمسیح اسے روکتا نہیں کیونکہ وہ اس کی دلیری اورہمت کو جو زمینی آلائشوں سے پاک ہوکر اس کی خدمت میں کام آسکتی تھی انکار سے دبانا یا چورچور کرنا نہیں چاہتا لہذا اس کے سوال کے جواب میں صرف "آ" کہتا ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ اگر تم آنا چاہتے ہو تو آؤاور آزماؤ تاہم اس "آ" میں یہ

وعدہ شامل ہے کہ پطرس پانی میں ڈوبنے نہیں پائے گا۔ گویہ وعدہ داخل نہیں کہ وہ اس تک پہنچنے میں کامیاب نکلے گا۔ یہ بات اس کے اعتقاد کی مضبوطی پر منحصر تھی۔ اگر اس کا اعتقاد آخر تک مضبوط رہتا تو وہ کامیاب نکلتا۔لیکن مسیح جانتے تھے کہ اس کی دلیری ایمان کی دلیری نہیں اور کہ وہ آزمائش کی شدت میں پھنس کر خوف اورکم اعتقادی میں تبدیل ہوجائے گی۔ اور ایسا ہی ہوا چنانچہ اس نے

آیت نمبر۳۰۔جب ہوا دیکھی تو ڈرگیا اور جب ڈوبنے لگا تو چلا کر کہا اے مالک مجھے بچائیے۔

بعض نسخوں میں لفظ تیز ہوا کی صفت میں واقع ہوا ہے۔ جب تک پطرس اپنے مولا کی طرف دیکھتا رہا یعنی جب تک اس کا اعتقاد قائم رہا وہ چلتا رہا لیکن جب اس نے تیز ہوا کی طرف دیکھنا شروع کیا تو وہ ڈرگیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہی جو اپنی دلیری کو دیگر شاگردوں پر ظاہر کرنا چاہتا تھا اب ان کے سامنے اپنی دہشت زدگی کا اقرارکرتا ہے۔ وہ اپنی گھبراہٹ کے عالم میں تیرنے کا فن بھی بھول گیا۔(حضرت یوحنا ۲۱باب ۷آیت)۔ایمان کے معاملے میں نیچر اورفضل کو مرکب نہیں کرسکتے ۔ ہاں ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص جو فضل کے عالم

میں قدم رکھتا ہے جس وقت چاہے ان میں داخل ہو اور جس وقت چاہے اس میں سے نکل جائے اورپھر نیچر کے وسائل کا پیروہو۔نہیں جو فضل کی دنیا میں داخل ہوتا ہے اس نے ان کو چھوڑدیا ہے اس نے اب نئی زندگی اور نئے وسائل اختیار کئے ہیں۔ اور چاہیئے کہ جوزندگی اس نے شروع کی ہے اس میں لگا رہے ورنہ ناکامی سے دوچار ہوگا۔

لیکن جنابِ مسیح نے پطرس کو ہلاک نہیں ہونے دیا۔ اس کا تجربہ زبور نویس کے تجربہ کے موافق نکلا جو ان الفاظ سے مترشح ہے۔"جس وقت میں نے کہا میرا پاؤں پھسل چلا سوائے خداوند تیری رحمت نے مجھ کو تھام لیا ۔"(زبور شریف ۹۴آیت ۱۸)چنانچہ جس وقت اس نے کہا "اے خداوند مجھے بچا" اسی وقت جنابِ مسیح نے اپنا ہاتھ بڑھایا اوراسے بچالیا ۔ لکھا ہے۔۔۔

آیت نمبر۳۱۔جنابِ مسیح نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے پکڑلیا اوراس سے کہا اے کم اعتقاد تو نے کیوں شک کیا؟

دیکھو پہلے اس کو بچایا اورپھر محبت سے اس کی کم اعتقادی کے سبب اس کوملامت کی۔ غور کرو مسیح اس کو "کم اعتقاد " کہتا ہے۔ بے اعتقاد نہیں کہتا ۔پھر یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ وہ اسے یہ نہیں کہتا کہ "توکیوں آیا" پریہ کہتا ہے کہ "تو نے کیوں شک کیا" وہ اس پر یہ

نہیں ظاہر کرتا کہ تیرا قصور اس میں ہے کہ تو نے اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا بلکہ اسے دکھاتا ہے کہ اس کا قصور اس بات میں ہے کہ وہ اس قدرت پر جو اسے کامیابی تک پہنچاسکتی تھی شک لایا۔اور جب تک وہ اس خائف شاگرد میں بھروسہ کی روح پھر تازہ نہیں کردیتا تب تک اس کو ملامت نہیں کرتا"تو کیوں شک لایا"یہ صیغہ فعل ماضی کا ہے اورظاہر کرتا ہے کہ اب وہ شک کا فورہوگیا تھا۔ گویا مسیح یہ کہہ رہا ہے شک کرنے سے پہلے تو سمندر کی موجوں پر چل رہا تھا"اب جبکہ تیرا سینہ شک سے صاف ہے تو تو پھر اس پر چل رہا ہے۔ پس اب تو نے دیکھ لیا کہ ایمان دار کے لئے سب کچھ ممکن ہے۔ لفظ"شک لانا "جس یونانی فعل کا ترجمہ ہے اس کے معنے "بے ارادہ دوراہوں کی طرف جانے "کے ہیں۔ پس پطرس کی حالت دودلی کی حالت تھی۔یہی لفظ حضرت متی ۲۸باب ۱۷آیت میں مستعمل ہے۔

یاد رہے کہ پطرس کا یہ قصہ علامت کا کام بھی دیتا ہے ۔ یعنی جو حالت اس کی اس موقعہ پر تھی وہی عموماً ہر ایما ن دار کی کمزوری اورخوف کے وقت ہوا کرتی ہے۔ جب تک ایمان دار ایمان میں قائم ہے تب تک وہ دنیا کی آندھیوں اورطوفانوں کو اپنے تلے روندتے ہیں۔ یعنی جب تک وہ مسیح کو دیکھتے رہتے ہیں تب تک وہ مضبوط رہتے

ہیں لیکن جب اس کی طرف سے نگاہ ہٹا کر تیز ہواؤں کو دیکھنے لگ جاتے ہیں تب ڈوبنے لگتے ہیں اوراگر مسیح ہاتھ بڑھا کر ایسے موقعوں پر ان کو نہ بچائے تو وہ بالکل ڈوب جائیں۔

آیت نمبر ۲۱۔اور جب وہ کشتی پر چڑھ آئے تو ہوا تھم گئی۔

حضرت یوحنا کہتے ہیں"پس وہ اسے کشتی پر چڑھالینے کو خوش ہوئے۔"بعض لوگ ان بیانوں میں بھی اختلاف دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت متی اورمرقس تو کہتےہیں کہ وہ کشتی پر چڑھ گیا۔ لیکن حضرت یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چڑھا نہیں بلکہ اسکے شاگرد اسے کشتی میں چڑھانے کو خوش تھے۔لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو ان بیانوں میں کچھ فرق نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ ایک بیان سے یہ پتہ لگتا ہے کہ انہوں نے اسے کشتی میں لے لیا۔ اوردوسرے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس فعل کے وقوع سے پہلے ان کی یہ آرزو تھی کہ وہ ان کے پاس کشتی میں آجائے۔پس وہ جو کچھ چاہتے تھے سو انہوں نے کرلیا یعنی اس کو کشتی پر لے لیا۔ ایک شخص ان کی خواہش کا اوردوسرا ان کی خواہش کی تکمیل کا ذکر کرتا ہے ۔ حضرت متی اور

مرقس صرف ہوا کے تھم جانے کا ذکر کرتے ہیں مگر حضرت یوحنا یہ بھی بتاتے ہیں کہ فوراً وہ کشتی وہاں پہنچی جہاں وہ جاتے تھے۔"

آیت نمبر ۳۳۔اور جو کشتی پر تھے انہوں نے اسے سجدہ کرکے کہا آپ بے شک خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔

حضرت مرقس یہ بتاتے ہیں کہ اس ساری واردات کو دیکھ کر شاگرد اپنے دل میں نہائت حیران ہوئے ۔اور حضرت متی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حیرت نہ صرف آپ کے شاگردوں پر طاری ہوئی بلکہ ان پر بھی جو آپ کے ساتھ کشتی پر سوار تھے۔ یہ لوگ غالباً ملاح اور دیگر مسافر تھے جو کشتی پر سوار تھے انہوں نے بھی آپ کے جلال کی ایک جھلک دیکھ لی۔ اور آکر سجدہ کیا اور کہا "آپ بے شک خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔"انہوں نے محسوس کیا کہ جسے ہم اس وقت دیکھ رہے ہیں وہ ایک عجیب شخص ہے۔ حضرت متی کی انجیل میں یہ پہلا موقع ہے جہاں انسان مسیح کو خدا کا بیٹا مانتا ہے۔ اس کے ۳ باب ۱۷آیت میں خدا اس کو اپنا بیٹا بتاتا ہے ۔۴ باب ۳آیت ،میں شیطان اس کی آزمائش کے وقت اسے خدا کا بیٹا کہہ کر اسے مخاطب ہوتا ہے اور ۸ باب ۲۹آیت میں بدروحیں اسے خدا کا بیٹا کہتی ہیں۔ اوریہاں انسان سے یہ لقب دیتا ہے۔ اس لفظ سے عام

معنی کے مطابق مسیح مراد نہیں بلکہ اس سے اس کی الہٰی سیرت اور خاصیت جیسی کے انجیل شریف میں ظاہر ہوئی ہے مراد ہے اس میں شک نہیں کہ لفظ بیٹا کے سامنے حرف تعریف اس جگہ نہیں آیا لہذا معنی عام اورکشادہ ہیں۔ مگر ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ مسیح جس طرح خاص معنوں میں ابن آدم ہے اسی طرح خاص معنوں میں خدا کا بیٹا بھی ہے۔اوریہ لوگ جو انہیں خدا کا بیٹا کہتے ہیں یہودی ہیں لہذا وہ ایسے سنجیدہ موقعہ پر اس لفظ کو بت پرستوں کے دستوراورمعنوں کے مطابق خدا کا بیٹا نہیں کہتے بلکہ ان کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص اس معجزہ کا موجد ہے وہ واقعی الہٰی قدرت سے ملبس ہے۔ مقدس جیروم کہتےہیں کہ یہ ملاح اس کا صرف ایک معجزہ نہیں طوفان کو تھمانے کو معجزہ دیکھ کر پکار اٹھتے ہیں کہ "تو خدا کا بیٹا ہے ۔"مگر ایریس یہ منادی کرتا ہے کہ وہ محض ایک مخلوق ہے (لینگی)۔

اب ہم دو تین باتیں اس معجزے کی حقیقت پر تحریر کرکے دوسرے معجزے کی طرف رجوع کریں گے۔

معجزات کے مخالف یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ مسیح نے حقیقت میں یہ معجزہ نہیں دکھایا۔ وہ صرف کنارے پرٹہل رہے تھے مگر اس

وقت اس کے شاگردوں پر ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ اپنی زوراعتقادی سے انہوں نے یہ خیال کیاکہ وہ پانی پر چل رہا ہے ۔ ایسی ایسی تاویلیں انہی لوگوں کو سجتی ہیں جو معجزات کے امکان کے منکرہیں۔ لیکن ہمارے رائے میں یہ تاویل اس تاریخی بیان سے کچھ موافقت اور مطابقت نہیں رکھتی جو دوچشم دید گواہوں (حضرت متی اوریوحنا)کی شہادت پر مبنی ہے اورنیزایک اورشخص کی گواہی سے تقویت پاتا ہے ۔(حضرت مرقس)جو اسی پطرس کا رفیق ہے جو اس معجزے میں پانی پر چلا۔

ہم پوچھتے ہیں (۱)کہ اگر شاگرد جھیل کے وسط میں کنارے سے دو تین میل کے فاصلے پر تھے توکب اسے جھیل کے کنارے پر چلتا ہوا دیکھ سکتے تھے ؟

۲۔اوراگر "اندھیرا "ہوگیا تھا تو بالکل نا ممکن تھاکہ کسی شخص کو کنارے پر دیکھتے خواہ فاصلہ دومیل سے بھی کم ہوتا ہے۔

۳۔اوراگر آندھی زور سے چل رہی تھی اورموجیں اٹھ رہی تھیں تو کنارے پر کے لوگوں کے ساتھ بات چیت کرنا سراسر ناممکن بلکہ محال تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قسم کی تاویلوں کو ماننے کے لئے زیادہ زوداعتقادی کی ضرورت ہے ۔کیونکہ جوبیان یہاں پایا جاتا ہے اس کا

ماننا ان بناوٹی تاویلوں کے ماننے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ اب اگرہم یہ مانیں کہ متی اور مرقس اوریوحنا یہاں بالکل نادرست واقعات قلمبند کرتے ہیں تو یہ تاویل بھی نادرست معلوم نہ ہوگی۔ مگر اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ انجیل نویسوں کی کوئی بات بھی ماننے کو لائق نہ رہے گی۔ اورمعجزات کے مخالف شائد اسی طرف ہماری رہنمائی کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ معجزات کے انکار کے بعد رفتہ رفتہ جس منزل پر انسان پہنچتا ہے وہ یہی ہے کہ اس کے نزدیک نہ بائبل کچھ چیز رہتی ہے اورمسیحی مذہب۔

اورتشریحیں بھی اس معجزات کی کی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مسیح کا بدن قوانین نیچر کی قیود سے آزاد تھا لہذا اس کا پانی پر چلنا نا ممکن نہ تھا۔ یہ ڈوسیٹک (   )خیال ہے ۔ اورپھر یہ پانی اس کے پاؤں کے نیچے سخت ہوگیا ۔ یہ سب خیال بے بنیاد ہیں۔ اصل حل یہ ہے کہ جس نے پانی کو خلق کیا وہ اس قابل تھا کہ ان کی سطح پر اپنی قدرت کاملہ سے چلے۔ اس کی مرضی کے وسیلے ایک اعلیٰ قانون اورادنےٰ قوانین پر حاوی ہوا اوربڑے بڑے نتائج کو پیدا کرنے کے لئے اپنا کر شمہ دکھاگیا۔

نصیتحیں اور مفید اشارے

۱۔اگر جنابِ مسیح ہمیں کسی جگہ بھیجیں جہاں خطرہ دکھائی دیتا ہے تو ہم ایمان سےاس پر بھروسہ کرکے وہاں جائیں وہ ہمیں وہاں اکیلا نہ چھوڑے گا۔

۲۔مسیح کی حضوری خطروں میں محبت ظاہر کرتی ہے ۔ اس کے لوگوں کو خوشی بخشتی ہے ۔متلا شیوں پر کبھی نہ کبھی اپنے تیئں ظاہرکرتی ہے۔

۳۔اسکی آنکھ اپنے بندوں کو ہروقت دیکھتی ہے۔ اس وقت پہاڑپر سے دیکھتی تھی اب آسمان پر سے دیکھتی ہے "اس نے ان کو اس مصیبت کی حالت میں دیکھا۔"

۴۔میں ہوں ۔اے کاش کہ یہ آواز جناب مسیح کی ہمارے کان میں آتی رہے۔

۵۔اگرہم مسیح میں سے اپنی مصیبتوں کو دیکھیں تو ہماری مصیبتیں کافورہوجائیں پر ہم حضرت پطرس کی مسیح کو دیکھتے دیکھتے تیزہوا کو دیکھنے لگ جاتے ہیں۔

٦۔ ہم مسیح کی حضوری کی قدر کرنا اس وقت سیکھتے ہیں جس وقت ہم اس کی غیر حاضری سے بیدل ہوتے ہیں۔

۷۔ حضرت موسیٰ نے خدا کے حکم سے سمندر کو دو ٹکڑے کیا۔ مگر جنابِ مسیح نے جو سب چیزوں کا مالک ہے آپ ہی سمندر پر چلتا ہے۔

جنم کے اندھے کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۹باب)

جس اندھے کاذکراس باب میں پایا جاتا ہے اس کی تاریخ اسی تفصیل اورتازگی سے پر ہے کہ وہ معجزہ جس پر اب ہم غورکرنے کو ہیں انسان کی بناوٹ نہیں سمجھا جاسکتا ۔ بلکہ برعکس اس کے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کا رقم کرنے والا چشم دیدہ واقعات کو قلمبند کررہا ہے۔اس معجزے کی تاویلیں بھی قسم قسم کی پیش کی گئی ہیں۔ مثلاً کوئی کہتا ہے کہ جو شخص اندھا بتایا گیا ہے اس کی آنکھیں صرف سوجی ہوئی تھیں اورمسیح نے فقط سوج کو دورکیا۔ کوئی کہتا ہے کہ ۳۹آیت کی غلط فہمی سے اس معجزہ کا خیال برپا ہوا۔اوربعض کی یہ رائے ہے کہ یہودیوں میں یہ کہانی مروج تھی کہ نعمان کو کوڑھ یردن میں غسل کرنے سے جاتا رہا ۔انجیل نویس اس کی نقل میں ایک اندھے کو شیلوخ کے حوض میں غسل دلاتے ہیں تاکہ الیشع کی طرح مسیح کی بھی عزت کی جائے۔ پھر بعض یہ کہتے ہیں کہ صرف تعلیمات کی غرض سے یہ معجزہ گھڑا گیا ہے۔لیکن جو

لوگ بے تعصب اورانصاف پسند ہیں وہ بیان کی تفصیل اورسادگی اور تازگی کو دیکھ کران بے اورفضول تاویلوں کو رد کریں گے ۔

آیت نمبر۱۔پھر جناب ِمسیح نے جاتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جو جنم کا اندھا تھا۔

لفظ"پھر"اس تاریخی بیان کو آٹھویں باب سے ربط دیتا ہے (۸باب ۵۹)عید خیام کے خاتمہ کے ایک روزبعد یہ معجزہ وقوع میں آیا۔ کیونکہ یہ معجزہ سبت کے دن واقع ہوا ۔ اورعیدخیام کے آخرمیں جو دن آتا تھا وہ بھی سبت کا دن ہوتا تھا۔(دیکھوآیت ۴)بمقابلہ توریت شریف کتاب ِاحبار۲۳باب ۳۹آیت)اورجس جگہ پر یہ معجزہ وقوع میں آیا وہ کہیں ہیکل کے آس پاس ہوگی جہاں لنگڑے اندھے اوردیگر مریض بیٹھے رہا کرتے تھے (انجیل شریف اعماالرسل ۳باب ۱تا ۲آیت)لیکن اس خیال پر دواعتراض کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ ۸باب سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اکیلا تھا جس وقت وہ ہیکل سے نکلا ۔ مگراس جگہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کے شاگرد بھی ان کے ساتھ تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح مسیح اکیلا خطرہ سے بچ نکلا اسی طرح اس کے شاگرد بھی ایک ایک کرکے نکل آئے ۔لیکن باہر آکرپھراس سے مل گئے ۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ۸ باب سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح سنگسار کئے جانے کے خطرے میں تھے۔ پس ہو نہیں سکتا کہ وہ اسی روز خاطر جمعی اور سکون دلی کے ساتھ اور اسی جگہ کے قریب وجوار میں ایک ایسا معجزہ دکھاتے جیسا کہ یوحنا ۹ باب میں درج ہے۔ لیکن واضح ہو کہ مسیح اسی قسم کے موقعوں پر کمال استقلال اور بے ضطرابی سے محبت اور فضل کے کاموں میں مشغول ہوکر یہ ثابت کیا کرتا تھا کہ میں خداوندوں کا خداوند اور بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ یہاں ہم اس کے اطمینان اور رحم کی ایک نہائت خوب صورت فوٹو پاتے ہیں ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بہ مشکل تمام ابھی ابھی یہودیوں کے پتھروں سے بچا ہے اور اب بھی اس کی جان معرض خطرے میں ہے مگر پھر بھی وہ اس کا رخیر کو انجام دینے کے لئے ٹھہر جاتا ہے (مقابلہ کرو اس کے ساتھ ۱۱ باب ۷ تا ۱۱ آیت)اس مقام میں بھی وہی استقلال وہی دلیری وہی بے اضطرابی عیاں ہے۔ جو اس ۹ باب سے مترشیح ہے۔ لکھا ہے کہ یہ شخص جنم کا اندھا تھا۔ شائد اس آدمی کی تاریخ شاگردوں کو معلوم ہوگئی ہوگی۔کیونکہ یروشلم کے گداؤں میں مشہور تھا۔ بہت لوگ اس کے حالات سے واقف تھے (دیکھو آیت ۸)یا شائد وہ خود لوگوں کو بتادیتا تھاکہ میں جنم کا اندھا ہوں

تاکہ وہ اس پر ترس کھائیں اوراسے خیرات دیں ممکن ہے کہ شاگردوں نے ان صورتوں میں سے کسی صورت میں اس کے حالات سے واقفیت پیدا کی۔ مسیح نے اس اندھے کو دیکھا اورشاگرد جو اس کے اصول سے واقف تھے اس سے ایک سوال کرتے ہیں جو دوسری آیت میں درج ہے۔

آیت نمبر۲۔اورآپ کے شاگردوں نے آپ سے پوچھا کہ اے مولا کس نے گناہ کیا تھا جویہ اندھا پیدا ہوا۔ اس شخص نے یا اس کے ماں باپ نے؟

اب سوال یہ ہے کہ شاگردوں کا یہ سوال کس بنا پر مبنی ہے ؟اس سوال کے دوسرے حصے کا حل سہل ہے کیونکہ وہ ٹکڑا اس شرح کے مطابق ہے جو فریسی (توریت شریف کتابِ خروج ۲۵باب ۵آیت)کیا کرتے تھے ۔وہاں اس بات کا ذکر پایا جاتا ہے کہ خدا باپ دادوں کی بدیوں کی سزا ان کی اولاد کو کئی پشت تک دیتا ہے ۔لیکن ان کے سوال کے پہلے حصہ کی تشریح کرنا ذرا مشکل کام ہے۔ تین چار رائیں اس امر میں مروج ہیں (الف) بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہودی آواگون کو مانتے تھے۔ پس شاگرد خیال کرتے تھے کہ اس شخص کے اندھا پیدا ہونے کا یہ سبب ہوگاکہ اس نے کسی پہلی جون میں

ضرورکوئی گناہ کیا ہوگا ۔ یہ عقیدہ عام یہودیوں کے درمیان مروج نہ تھا مگر بعد میں بعض فلسفانہ طبعیت کے یہودی کیبلسٹس اس عقیدہ کو ماننگے لگ گئے تھے (ب)بعض خیال کرتے ہیں کہ یہودی یہ بھی مانا کرتے تھے کہ روحیں دنیا میں آنے سے بہت پہلے خلق کی جاتی ہیں اورجسم میں داخل ہونے سے پہلے گناہ کرسکتی ہیں۔ یہ خیال بھی پکے اورسچے یہودیوں کے درمیان عام نہ تھا ۔ افلاطونی فلسفہ کے وسیلے اس خیال نے اسکندریہ کے یہودیوں کی تھیالوجی میں راہ پائی مگرعام یہودی اس کے بالکل قائل نہ تھے (ج) یہودیوں کے درمیان یہ خیال بھی مروج تھاکہ بچہ ماں کے رحم میں بھی گناہ کرسکتا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں وہ یعقوب اورعیساؤکا قصہ پیش کیا کرتے تھے ۔(توریت شریف کتابِ پیدائش ۲۵باب ۲۰تا ۲۳آیت)لائٹ صاحب اس خیال کو ترجیح دیتے ہیں اوران کے بعد کئی اورمفسر بھی اسی رائے کو ماننے لگ گئے کہ شاگردوں کا سوال یہودیوں کے اس عقیدے پر مبنی ہے (د)پھر ایک شرح یہ بھی ہے کہ شاگرد یہ مانتے تھے کہ خدا نے پہلے ہی سے جان لیا تھا کہ یہ شخص دنیا میں جاکر فلاں گناہ کا مرتکب ہوگا۔ پس اس نے اس کو اس کے گناہ کی سزا پہلے ہی سے دیدی اوروہ جنم ہی سے اندھا پیدا ہوا۔ مگراس خیال کی کوئی

نظیر کلام الہٰی میں موجود نہیں اور کبھی کسی شخص نے دنیا کی خرابی اوردکھ کی یہ شرح نہیں کی اور نہ کوئی کرسکتا ہے ۔کیونکہ ہم سب مانتے ہیں کہ جیسا کوئی کرتا ہے ویسا بھرتا ہے ۔ مگر یہ بات بالکل انسان کی طبعیت اوراصول کے خلاف ہے کہ کسی شخص کو جرم کے ارتکاب سے پہلے سزا دی جائے ۔

بزرگ کری ساسٹم صاحب فرماتے ہیں کہ جب مسیح نے بیت حسدا کے حوض پر ۳۸ برس کے بیمار کو شفا بخشی ۔ اسوقت اس نے اس کو کہا کہ اگر تو پھر گناہ کرے گا تو اس سے زیادہ مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ اوران لفظوں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گویا اس کی بیماری کسی خاص گناہ کا نتیجہ ہے شاگرد اس وقت مسیح کے ساتھ تھے اور انہوں نے مسیح کے الفاظ کو سنا تھا۔ پس اب انہوں نے اس مریض کو دیکھا تو خیال کیا شائد اس نے بھی کوئی گناہ کیا ہوگا جس کے سبب سے یہ اندھا پیدا ہوا۔ سو وہ اس سے پوچھتے ہیں کہ اے مولا کیا اس نے کوئی گناہ کیا تھا جو یہ اندھا پیدا ہوا۔ ہماری ناقص رائے میں یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے وہ اس بات کو مانا کرتے تھے کہ انسان اپنی ماں کے پیٹ میں نیکی اوربدی کا مرتکب ہوسکتا ہے ۔ پر

یہ خیال ہم کو درست نہیں لگتا کہ شاگرد یہ سوال اس واسطے کرتے ہیں کہ یہودیوں کے درمیان آواگون کا عقیدہ مروج تھا۔

تاہم یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دکھ گناہ کا نتیجہ ہے کہ گو یہ کہنا ٹھیک نہیں کہ ہر تکلیف کسی خاص گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اور نہ یہ فیصلہ درست ہے کہ جس قدر کوئی شخص اس دنیا میں مصیبت زدہ ہوتا ہے اسی قدر اس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں۔ یہ فیصلہ کچھ اسی قسم کا ہے جس قسم کا حضرت ایوب کے دوستوں نے کیا تھا۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ ہر بشر اس گناہ آلودہ دنیا میں گناہ کے خمیر کے ساتھ آتا ہے اور خدا جو ہر شے سے اپنا جلال ظاہر کرواتا ہے موجودہ بدی کو بھی اپنے قبضہ میں رکھ کر (گو اس کا بانی نہیں ہے)اس کے وسیلے سے اپنی بزرگی ظاہر فرماتا ہے ۔

آیت نمبر ۳۔ جنابِ مسیح نے جواب دیا کہ نہ اس نے گناہ کیا تھا اور نہ اس کے ماں باپ نے بلکہ یہ اس لئے ہوا کہ خدا کے کام اس کے ذریعے سے ظاہر ہوں۔

سیدنا مسیح کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندھا پیدا ہونے کی وجہ اس کا کوئی خاص گناہ ہے اور نہ اس کے ماں باپ کا بلکہ کچھ او رہی مطلب ہے۔ٹرنچ صاحب کہتے ہیں۔ کہ سیدنا

مسیح نہ اس کے ماں باپ کے گناہ کا اور نہ اس کے گناہ کا انکار کرتے ہیں بلکہ وہ اس جگہ صرف اپنے شاگردوں کو اس ناقص عادت سے منع کرتے ہیں جس میں ہمدردی نہیں پائی جاتی اور جو دوسرے لوگوں کے پوشیدہ معاملات کی نسبت طرح طرح کے فرضی خیالات قائم کرتی رہتی ہے ۔ جو حضرت ایوب کے دوستوں کی طرح لوگوں کے دکھوں کی شرح کے لئے یہ تصور کرتی ہے کہ ضرور انہوں نے کوئی نہ کوئی گناہ کیا ہے جس کی سزا اب بھگت رہے ہیں۔ پس مسیح کا مطلب یہ تھا کہ اس شخص کا اندھا پن اس کے یا اس کے ماں باپ کے کسی خاص گناہ کا پھل نہیں لہذا اندھا پن کی وجہ نہ اس شخص کے اور نہ اس شخص کے ماں باپ کے گناہ میں ڈھونڈنی چاہیے۔ پر یہ دیکھنا چاہیئے کہ جو دکھ دنیا میں پایا جاتا ہے اسکی وجہ اور خصوصاً اس اندھے کے اندھا پن کی کیا عمدہ شرح کی جاسکتی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ اس نابینا کی کورچشمی ایک اعلیٰ مقصد رکھتی ہے یعنی یہ کہ "خدا کے کام اس کے ذریعہ ظاہر ہوں" یا یوں کہیں کہ اس بیماری اور اس بیماری کی مدافعت کے وسیلے خدا کی رحمت اور جلال آشکارا ہوں تو بھی ہم مسیح کے ان الفاظ سے یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ خدا کا یہ مطلب تھا کہ اس شخص کو صرف ایک وسیلہ بنائے اور اس کے دکھ

کے رفع کرنے سے مسیح کی قدرت دوسروں پر ظاہر کرے۔ کیونکہ مسیح کے کاموں کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے اوراس میں اس شخص کی دائمی بہبودی بھی شامل تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ جو کام اس اندھے پر کیا جائے وہ دنیا پر ظاہر ہومگراسی طرح اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ مسیح کی قدرت کااظہار خود اس شخص پر بھی طالع ہو۔ پس خدا کی تجویز میں یہ بات بھی داخل تھی کہ اس شخص کو ہمیشہ کی زندگی کے نور میں لانے کے لئے تھوڑی دیر تک بظاہر تاریکی میں رکھے تاکہ پھر اس کی آنکھ کی تاریکی اورنیز اس کے دل کی تاریکی پر ایک دم اعلیٰ نور کی شعائیں جلوہ گرہوں اورآفتاب صداقت اپنے پروں میں شفا لئے ہوئے اس پر طالع ہو تاکہ اس کی تمام جسمانی اورروحانی بیماریاں دورہوجائیں مگریہ اس کی کامل تجویز کا صرف ایک حصہ تھا یا یوں کہیں کہ اس کے ازلی ارادے کے موافق یہ حصہ اس بڑی تجویز میں شامل تھاجس کے وسیلے خدا کے اکلوتے کا جلال اورقدرت دنیا پر ظاہر ہونے والا تھا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۱باب ۴آیت اورخط اہل رومیوں ۵باب ۲۰آیت ،۹باب ۱۷آیت ،۱۱باب ۲۵آیت)۔

واضح ہو کہ مسیح یہ نہیں کہتے کہ اس آدمی نے اوراس کے ماں باپ نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا اس کامطلب صرف یہ ہے کہ اس کااندھا پن نہ اس کے اورنہ اس کے ماں باپ کے کسی خاص گناہ کا نتیجہ ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ خدا کے کام وہی کام ہیں جو مسیح کے وسیلے کئے جاتے ہیں۔ جو کام اس سے باہر ہوتے ہیں وہ اس کے نہیں ہیں۔

آیت نمبر۵،۴۔جس نے مجھے بھیجا ہے ہمیں اس کے کام دن ہی دن میں کرنے ضرورہیں۔ وہ رات آنے والی ہے جس میں کوئی شخص کام نہیں کرسکتا ۔ جب تک میں دنیا میں ہوں دنیا کانورہوں۔

چوتھی اورتیسری آیت کو لفظ"کام" باہم ملاتا ہے یعنی جنابِ مسیح کا یہ مطلب ہے کہ اندھوں کی بینائی دینا ان کےبڑے بڑے کاموں میں میں سے ہے جو خدا نے میرے لئے مقررکئے ہیں۔ اورمجھے لازم ہے کہ میں اس کام کو"دن ہی دن " یعنی اپنی زندگی کے زمانہ میں انجام دوں الفاظ"دن ہی دن "اور"رات آنے والی ہے"کا تعلق ہمارے مولا کی زمینی زندگی کےساتھ ہے۔ یعنی جب وہ دنیا میں تھے تو وہ اس کے لئے کام کا وقت تھا ہرکام دن کو کیا جاتا ہے لہذا وہ زمانہ دن

سے مشابہ تھا۔ اورجب وہ یہاں سے چلا گیا تو اس کے ذاتی اورشخصی طورپر کام کرنے کا زمانہ بند ہوگیا۔ یہ خیال ہمارے دن اورہماری رات سے ا ستعارہ کیا گیا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں دن کام کا وقت ہے اور رات بہ سبب اپنے اندھیرے کے کام کے حق میں موزون نہیں ہوتی کیونکہ اس میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ اب کو اس اپنی حضوری سے دنیا کو منور کرنے کا موقعہ حاصل تھا۔ پس وہ خود اپنے ہاتھ سے کام کرسکتا تھا۔ اورجانتا تھا کہ وقت آنے والا تھا جس میں پھر یہ موقعے اس طرح کا کام نہ کرنے کو مجھ نہ ملیں گے۔

اس تشریح میں بعض نے یہ مشکل محسوس کی ہے کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ مسیح یہ کہے کہ میرے بعد کوئی شخص کسی طرح کا کام نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کے بعد اس کے شاگردوں نے بڑے بڑے کام کئے اوران کو بہت سی روشنی حاصل ہوئی اس دقت کا جواب یہ ہے کہ مسیح کے ان الفاظ "رات آنے والی ہے جس میں کوئی شخص کام نہیں کرسکتا "یہ مطلب نہیں کہ اس کے بعد کوئی کام نہیں کرے گا۔ بلکہ یہ جس شخص نے دن کو کام نہیں کیا وہ رات کو بھی اسے کبھی نہیں کرسکے گا۔ اوراس مثل کواپنے ہی اوپر چسپاں کرتا ہے۔

جس نے مجھے بھیجا ہے ہمیں اس کے کام ۔ غور کیجئے کہ مسیح پہلے جملہ میں واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرتا ہے یعنی خدا کی طرف سے بھیجے جانے میں وہ شاگردوں کو اپنے ساتھ شامل نہیں کرتا ۔ کیونکہ شاگردوں کا بھیجنے والا وہ خود ہے پر خدا کے کاموں کی انجام دہی میں شاگرد اس کے ساتھ شامل ہیں۔ وہ اسکے ہم خدمت ہیں۔

جب تک میں دنیامیں ہوں۔یہ الفاظ عام اوروسیع طورپر ہمارے مولا کے اس دنیا میں آنے کے مقصد کو ظاہر کرتے ہیں گویا وہ یہ فرماتے ہیں کہ میں اس دنیا میں آفتاب اور روحانی رہنما بن کر آیا ہوں تاکہ انسان کواس کے ذاتی اندھیرے سے رہائی دوں لہذا لازم ہے کہ جب تک میں اس دنیا میں ہوں تب تک پورے پورے طورپراس کا نوربنوں یعنی اپنے تئیں بنی آدم کی روحوں کا نجات دہندہ اوران کے جسموں کو شفا دینے والا ثابت کروں۔ پس مطابق اس خیال کے وہ اس اندھے کو دیکھ کر کہتا ہے کہ میں دنیا کا نورہوں اوراس سے بڑھ کراورکون ساکام میری خاصیت سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے کہ میں اس اندھے کو جس نے کبھی روشنی کی صورت نہیں دیکھی نوربصارت سے مالا مال کروں اوریہ ظاہر کروں کہ یہ میرے اس اعلیٰ کام کی

علامت ہے جس سے میں روحانی تاریکی کو دورکرکے لوگوں کو روحانی نورسے بہرورکرتا ہوں۔

آیت نمبر ۷،۶۔یہ کہہ کر سیدنا مسیح نے زمین پر تھوکا اور تھوک سے مٹی سانی اوروہ مٹی اندھے کی آنکھوں پر لگا کر اس سے کہا جا شیلوخ کے حوض میں دھولے (جس کا ترجمہ بھیجا ہوا ہے)پس اس نے جاکر دھویا اوربینا ہوکر واپس آیا۔

ہمارے مولا نے جو کچھ یہاں تھوک کے ساتھ کیا وہی ایک بہرے گونگے کو شفا بخشنے میں کیا (انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۷باب ۳۳آیت)اور وہی ایک اور اندھے کو شفا بخشتے وقت کیا۔ (حضرت مرقس ۸باب ۲۳آیت)لیکن مٹی کا ساننا اس معجزے کے ساتھ خاص ہے اب ہم یہ نہیں بتاسکتے کہ اس فعل سے مسیح کی کیا غرض تھی۔ بیشک نہ تھوک میں اورنہ اس مٹی میں جو تھوک سے سانی گئی تھی کوئی ادنیٰ شفا بخش صفت پائی جاتی تھی کہ اس سے آنکھ روشن ہوجاتی ۔ تاہم یہ سوال برپا ہوتا ہے کہ مسیح نے کیوں اس وسیلے کو استعمال کیا؟اورکیوں اس نے فقط اپنے کلام سےاس کو شفا نہ بخشی ؟

واضح ہو کہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ ان وسائل میں کوئی ایسی قدرت نہ تھی جس کے بغیر وہ یہ معجزہ نہ کرسکتا تھا ۔ وہ اس قسم کے وسیلوں کا محتاج نہ تھا چنانچہ ہم دیکھتے کہ ایک اوراندھے کو بصارت عطا کرتے وقت اس نے کوئی اس قسم کا وسیلہ استعمال نہ کیا۔ (دیکھو حضرت متی ۲۰باب ۳۰تا ۳۴آیت)پس ان وسائل کو استعمال کرنے کا مطلب صرف اخلاقی ہوسکتا ہے اوروہ یہ کہ اس اندھے شخص کے دل میں ان ظاہری وسیلوں کے استعمال سے ایمان پیدا کیا جائے اوراس کے ایمان کی آزمائش بھی کی جائے۔علاوہ بریں وہ ہم کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ وہ نیک کام کرنے میں ایک ہی طریقہ کا پابند نہیں بلکہ لوگوں کی روحوں اورجسموں کا بھلا کرنے میں طرح طرح کے طریقے کام میں لاتا ہے۔ اورپھر یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں طاقت ہے کہ مادی اشیاء میں اگرچاہے تو اپنی مرضی سے ایسی طاقت بھردے جو فی ذاتہ ان میں موجود نہیں۔پس مٹی نے اس اندھے کی آنکھوں کو بینا نہیں کیا بلکہ مسیح کے کلام اور قدرت نے ۔ تاہم مٹی استعمال کی گئی ۔ اسی طرح پیتل کے سانپ میں بذاتہ کوئی خاصیت زہر کو دورکرنے کی موجود نہ تھی ۔تاہم خدا نے اس وسیلے کواستعمال کیا اوربنی اسرائیل کو جنہیں سانپوں نے

کاٹ لیا تھا شفا بخشی ۔ بعض اشخاص کا گمان ہے کہ مٹی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابتدا میں خدا نے آدم کو مٹی سے بنایا۔ جس نے مٹی سے اس آدمی کی آنکھوں کو روشن کیا اسی نے شروع میں مٹی ہی سے آدمی کو بنایا اوراس کی ساری طاقتیں اورحواس خمسہ اس کو عطا کئے۔

کہا جا شیلوخ کے حوض میں دھو لے (جس کا ترجمہ بھیجا ہوا ہے)اس حکم کو سن کر الیشع کا حکم یادآتا ہے جو اس نے نعمان کو دیا "جااوریردن میں نہا"(بائبل مقدس ۲سلاطین ۵باب ۱۰آیت)اس حوض کا پانی دیگرحوضوں کی پانی کی مانند تھا۔ لہذا اس میں کوئی شفا بخش خصوصیت نہ تھی۔ لیکن جو حکم دیا گیا تھا وہ ایمان کی آزمائش پر دلالت کرتا تھا۔ اوراس حکم کی اطاعت میں اس اندھے نے وہ برکت پائی جس کا وہ محتاج تھا۔

یہ حوض یروشلم کے پاس ایک وادی میں واقع تھا۔ اوراپنے پانی کے سبب جو ایک برساتی نالہ سے میں گرتا تھا نہائت مشہورتھا۔ اب تک اس حوض کی جگہ بتائی جاتی ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وہی ہے جہاں مسیح کے زمانہ میں یہ حوض موجود تھا۔ اس حوض کاذکر نحمیاہ ۳باب ۱۵آیت اوریسعیاہ ۸باب ۶آیت میں آتا ہے۔

لائٹ فٹ صاحب فرماتے ہیں کہ بیت حسدا اور شیلوخ کے حوضوں میں ایک ہی نالے سے پانی آتا تھا۔

جس کا ترجمہ بھیجا ہوا ہے۔اس جملے کے متعلق ایک سخت مشکل پائی جاتی ہے اوروہ اس سوال کے وسیلے ظاہر ہوتی ہے کہ یہ جملہ معترضہ اس جگہ کیوں داخل کیا گیا ہے ؟کیوں حضرت یوحنا ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ شیلوخ کے معنی "بھیجا ہوا ہے " ضروراس کا ترجمہ دینے میں اس کا کچھ نہ کچھ مطلب ہوگا ورنہ شیلوخ بغیر ترجمہ کے رقم کرنا کافی ہوتا۔ سب جوابوں سے عمدہ حل یا جواب اس سوال یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حوض کے نام کے وسیلے اس اندھے کے دل کی توجہ اس کی طرف راجع کی گئی جو مسیحا یعنی خدا کا بھیجا ہوا تھا۔ سب خدا پرست ان الفاظ سے جو باربارانجیل میں آتے ہیں" وہ جس کو خدا نے بھیجا ہے "مسیح مراد لیتے تھے۔ پس جب اس نے شیلوخ کا نام استعمال کیا تو اس بات کی طرف اشارہ کیاکہ جوشخص شیلوخ میں جانے کا حکم دیتا ہے وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے جو ہر طرح کی بیماریوں کو دورکرنے والا ہے۔ پس حضرت یوحنا کا مطلب اس حوض کے معنی بیان کرنے سے یہ تھا۔ کہ گویا مسیح کے لئے اس حوض کا نام لینا نہائت موزون تھا۔ کیونکہ

یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ" وہ جو خدا کا بھیجا ہوا" تھا ایسے حوض میں اپنا معجزہ دکھائے جو" بھیجا ہوا" کہلاتا تھا ۔

جس طرح مسیح اپنے بندوں اوراپنی کلیسیا کے لئے اس انجیل کے پانچویں باب میں بیت حسدا (رحمت کا گھر) ہے اسی طرح وہ اس باب میں ظاہر کرتا ہے کہ میں ہی شیلوخ وہ بھیجا ہوا ہوں جو تمام برکتوں کا سرچشمہ ہوں۔

پس اس نے جاکر دھویا اوربینا ہوکر واپس آیا۔ اس شخص نے مسیح کا کہنا مانا۔ جیسا اس کو کہا گیا تھا ویسا اس نے کیا ۔ اور اس فرمانبرداری کا یہ پھل اس کو ملاکہ اس کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔

واپس آیا۔ بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح کے پاس واپس نہیں آیا بلکہ اپنے گھر یا اسی جگہ جہاں اکثر رہا کرتا تھا گیا۔ اوراس کے دوست اورہمسایہ اس نئے وقوعہ سے پہلے پہل واقف ہوئے۔

آیت نمبر۸،۹۔ پس پڑوسیوں اورجن جن لوگوں نے اس کو بھیک مانگتے دیکھا تھا۔ کہا کیا یہ وہ نہیں جو بیٹھا بھیک مانگا کرتا تھا۔ بعض نے کہایہ وہی ہے اوروں نے کہا نہیں کوئی اس کے ہمشکل ہے ۔ مگراس نے کہا میں وہی ہوں۔

یہ لوگ جو اس کو دیکھتے ہیں حیران ہوکر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ وہی نہیں جو بیٹھا بھیک مانگ کرتا تھا۔ اس کی آنکھوں کے کھل جانے سے اس کی صورت میں بڑا فرق آگیا تھا۔ اسی واسطے بعض کہتے تھے کہ یہ وہی ہے اور بعض کہتے تھے کہ اس کا ہم شکل ہے جو لوگ یہ کہتے تھے کے یہ وہی ہے وہ غالباً اس کے ہمسایہ تھے جو اس کو بخوبی جانتے تھے مگر جو اس کو اس طرح گہرے طور پر نہیں جانتے تھے وہ کہتے تھے کہ اس کے ہمشکل ہے ۔ مگر یہ شخص خود ان کو یقین دلاتا ہے کہ میں وہی ہوں۔

اس پر وہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ ۔

آیت نمبر ۱۰۔ تیری آنکھیں کس طرح کھل گئیں۔
کس نے تجھے کو شفا بخشی ۔ وہ اس کا یہ جواب دیتا ہے ۔

آیت نمبر ۱۱۔ اسی شخص نے جس کا نام عیسیٰ مسیح ہے مٹی سانی اور میری آنکھوں پر لگا کر مجھ سے کہا کہ شیلوخ کے حوض پر جاکر دھولے ۔ پس میں گیا اور دھوکر بینا ہوگیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص نے مسیح کا نام ان لوگوں میں سے کسی سے سنا ہوگا۔ جو اس وقت پاس کھڑے تھے جبکہ مسیح اس سے گفتگو کررہے تھے۔ یقین ہے کہ ہمارے مولا اس وقت تک یروشلم

میں مشہور ہوگئے تھے اور بہت لوگ کم ازکم اس کے نام سے واقف تھے۔یہ شخص بھی اس کی نسبت صرف اتنا ہی جانتا تھاکہ جس نے میری آنکھیں کھولیں ہیں وہ وہ ہے "جس کا عیسیٰ مسیح ہے "جس نے یروشلم میں ایک قسم کی حرکت پیدا کر رکھی ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ اس کی نسبت کچھ نہیں جانتا لیکن جوکچھ مسیح نے اس کی آنکھیں روشن کرنے میں کیا تھا وہ اس کو خوب اچھی طرح یاد ہے۔ چنانچہ اسے یاد ہے کہ اس نے پہلے "مٹی سانی اورمیری آنکھوں پر لگائی اور کہا شیلوخ کے حوض میں جاکر دھولے"ایک ایک بات اس کو یاد ہے۔

پس میں گیا اوردھوکر بینا ہوگیا۔ یہ اس کی گواہی ہے جو وہ مسیح کے کام اوراپنی اطاعت کے پھل پر دیتا ہے۔

آیت نمبر ۱۲۔انہوں نے اس سے کہا وہ کہاں ہے ۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔

لوگ اس کو دیکھنا چاہتے ہیں اوریہ خواہش انسانی طبعیت کے موافق تھی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان لوگوں کا یہ ارادہ نہ تھا کہ مسیح کوکسی طرح کی تکلیف دیں بلکہ وہ صرف اس کو دیکھنے کی آرزو رکھتے تھے پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ چونکہ فریسیوں کے قبضے میں اوران کے اصولوں کے پابند تھے لہذا سبت کے روزاس معجزے

کے وقع میں آنے کو بہت اچھا نہ سمجھتے تھے۔ وہ غالباً اسے فریسیوں کے پاس لے جانا چاہتے تھے ۔ لیکن وہ ان کو جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے ۔ مسیح کو یہ آرزو نہ تھی کہ وہ اپنے کاموں کے سبب لوگوں کے درمیان مشہور ہو۔ پس وہ اس اندھے کو شیلوخ میں جاکر غسل کرنے کا حکم دے کر چلا گیا تھا اوراس کو معلوم نہ تھا کہ وہ کدھر چلا گیا ہے۔

آیت نمبر ۱۳،۱۴۔لوگ اس شخص کو جوپہلے اندھا تھا فریسیوں کے پاس لے گئے۔ اورجس روزمسیح نے مٹی سان کراس کی آنکھیں کھولی تھیں وہ سبت کا دن تھا۔

جو لوگ اس معاملے کو شروع کرتے ہیں وہ اس شخص کے ہمسائے ہیں۔ ٹرنچ صاحب کا خیال ہے کہ ان لوگوں کی نیت بد نہ تھی مگر چونکہ اتنا بڑا معجزہ سبت کے روزواقع ہوا تھالہذا انہوں نے مناسب سمجھا کہ اس کی خبر دینی پیشواؤں کی دی جائے۔

لفظ" فریسیوں " سے اس جگہ مراد غالباً سہنڈرن سے ہے جس کے سامنے مسیح نے ۵ باب میں اپنی صفائی اوربریت کے لئے تقریر کی۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سنہیڈرن کے شرکاء صرف فریسی ہی نہ تھے بلکہ ان میں صدوقی بھی شامل تھے مثلاً قیافا صدوقی تھا (نیز

دیکھواعماالرسل ۲۳باب ۶آیت)لیکن فریسی تعداد میں زیادہ تھے اور ان کا اختیارعام لوگوں پر بہت چلتا تھا لہذا صرف فریسیوں کا یہاں ذکرکیا گیا ہے اور یہی لوگ ہمارے مالک کے سخت دشمن تھے۔

آیت نمبر ۱۵،۱۶-پھر فریسیوں نے بھی اس سے پوچھا۔۔۔اس نے ۔۔۔ کہا ۔۔۔ مٹی سانی ۔۔۔ پس بعض فریسی کہنے لگے کہ یہ آدمی خدا کی طرف سے نہیں کیونکہ سبت کے دن کونہیں مانتا مگربعض نے کہا کہ گنہگارآدمی کیونکر ایسے معجزے دکھا سکتا ہے ۔ پس ان میں اختلاف ہوا۔

اب معجزہ کا اصل امتحان شروع ہوتا ہے۔ فریسی اس سے پوچھتے ہیں "توکس طرح بینا ہوا؟"یہ شخص ان کو سادگی کے ساتھ بتادیتا ہے کہ کس طرح اس کی آنکھیں روشن ہوئیں۔لیکن وہ بڑی چالاکی کے ساتھ یہ ہتھ کھنڈا کھیلتے ہیں کہ اپنی فتنہ پردازی سے پہلے اس کے ایمان میں رخنہ اندازی کرنا چاہتے ہیں ۔لہذا وہ اس کی رائے لینے سے پہلے اپنی رائے اس کو دیتے ہیں کہ تمہیں اس آدمی کو خدا کی طرف سے نہیں سمجھنا چاہئیے کیونکہ وہ سبت کو نہیں مانتا ۔اگر وہ خدا کی

طرف سے ہوتا تو سبت کے دن کوئی کام نہ کرتا۔ گویا وہ اب اشارتاً اس پر وہی الزام لگاتے ہیں جو انہوں نے ایک اور موقعہ پر صاف طور پر لگایا تھا۔ او رکہا تھا "تو بدروحوں کے سردار کی مدد سے بدروحوں کو نکالتا ہے (حضرت متی ۹باب ۳۴آیت)لیکن ایسے لوگ بھی سنہیڈرن میں موجود تھے جو نقودیمس اوریوسف ارمتیار کی مانند تھے وہ صداقت کی مخالفت کو دیکھ کہ کہتے ہیں کہ "گنہگار آدمی کیونکر ایسے معجزے دکھا سکتا ہے ؟"(مقابلہ کرو حضرت یوحنا ۷باب ۵۱آیت)لیکن اس قسم کے لوگ بہت تھوڑے تھے اوران میں سے بھی بہت سے لوآخر کارمسیح کے دشمنوں کے گرداب مخالفت میں گرفتار ہوگئے۔ مگرا س موقعہ پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ سچائی کی طرف ہوکر اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔ مگران کا سوال ایسے الفاظ اور طرزپر پیش کیا گیا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی قدر بزدل اور ڈرنے والے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سوائے اس سوال کے اورکچھ نہ کیا۔ ان سے یہ نہ بن آیا کہ وہ باقی ممبروں کو سمجھائیں کہ کسی شخص بغیر اس کی سنے فتوے لگانا انصاف سے بعید ہے ۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا اور وہ بالکل صحیح تھا کہ جو شخص اس معجزے کا دکھانے والا ہے وہ ضرور خدا کی طرف سے

ہوگا اس نے خدا ہی کی مدد سے یہ معجزہ دکھایا ہے۔ کیونکہ اگر خدا کے ساتھ نہ ہوتا تو وہ کب ایسا معجزہ وجود میں لا سکتا۔

"ان میں اختلاف ہوا۔"تین فعہ یہی جملہ حضرت یوحنا کی انجیل میں مستعمل ہوا ہے۔(یہاں اور ۷باب ۴۳آیت اور ۱۰باب ۱۹آیت میں)۔

آیت نمبر ۱۷۔انہوں نے پھر اس اندھے سے کہا کہ اس نے جو تیری آنکھیں کھولیں تو اس کے حق میں کیا کہتا ہے اس نے کہا وہ نبی ہے۔

ٹرنچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعض اشخاص اس سوال کو دوسوالوں میں تقسیم کرتے ہیں۔"تو اس کے حق میں کیا کہتا ہے۔کہ " اس نے تیری آنکھیں کھولیں ہیں؟"لیکن وہی ترجمہ صحیح ہے جو ہماری انجیل میں پایا جاتا ہے ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو سوال نہیں بلکہ ایک ہی سوال کیا گیا تھا تاکہ اس شخص کی رائے مسیح کی نسبت معلوم ہو۔ اوراس کے جواب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ۔چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "وہ نبی ہے "واضح ہوکہ یہ سوال اس خالص نیت سے نہیں کیا گیا تھاکہ اس اندھے کی رائے اس معاملے میں لی جائے بلکہ غالباً اس لئے کیا گیا تھاکہ وہ اس کو اس سوال کے

وسیلے اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال لیں۔وہ چاہتے ہیں کہ ان کا اشارہ پاکران کی مرضی کے مطابق جواب دے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ (کرساسٹم) کہ یہ سوال ان لوگوں نے کیا تھا جو زیادہ راست پسند تھے اورمسیح کے نبی ہونے کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھاکہ اس آدمی کی رائے لے کراس کے مخالف کچھ نرم ہوجائیں گے لیکن یہ گمان درست نہیں معلوم ہوتا۔

اس اندھے کا جواب غورطلب ہے وہ اپنے جواب میں یہ نہیں کہتا کہ میں اسے "خدا کا بیٹا" سمجھتا ہوں اورنہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں اسے مسیح موعود جانتا ہوں۔ ابھی ان باتوں کا علم اس کو حاصل نہیں ہوا۔ ابھی وہ صرف اس قدرجانتا ہے کہ جس شخص نے مجھے شفا بخشی وہ عجیب قسم کی قدرت رکھتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کا نبی ہے۔ لہذا وہ کمال دلیری سے اس پر گواہی دیتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ میری رائے اس کی نسبت یہ ہے کہ وہ خدا کا نبی ہے ۔اسی گواہی سے اس کا ایمان شروع ہوتا ہے۔ وہ لوگ اس سے معجزے کی حقیقت دریافت نہیں کرتے ۔ بلکہ معجزہ دکھانے والے کے بارے میں اس کی رائے لینا چاہتے ہیں وہ ان کو یہی جواب دیتا ہے کہ میں اسے ایلیاہ اورالیشع کی مانند بڑا نبی جانتا ہوں۔

آیت ۱۸ سے ۲۳ تک ۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اب اس اندھے کے ماں باپ کو بلاتے ہیں۔ غالباً ان کی یہ غرض تھی کہ ان سے جھوٹ بلواکر یہ شہادت دلوائیں کہ وہ اندھا نہیں پیدا ہوا ۔ لیکن وہ ان سے بھی کچھ مدد نہیں پاتے۔ کیونکہ اس کے والدین کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کے فریب میں آنا نہیں چاہتے مگر اس کے ساتھ یہ بھی روشن ہے کہ وہ سچائی کے سبب کسی تکلیف میں بھی گرفتار نہیں ہونا چاہتے سو وہ خود تو مشکل سے نکل جاتے ہیں مگر اپنے بیٹے کو اس پھنسا رہنے دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے بیٹے کی بلوغت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور اسی آڑ میں اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ وہ اس سوال پر بحث کرنے سے بالکل انکار کرتے ہیں کہ اس کی آنکھیں کس طرح روشن ہوئیں۔ وہ یہ مانتے ہیں کہ وہ اندھا پیدا ہوا تھا مگر اس بات کی نسبت خاموش ہیں کس طرح اس کو نور بصارت نصیب ہوا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر ہم ساری حقیقت بیان کریں تو ہمیں کچھ نہ کچھ مسیح کی توصیف میں کہنا پڑے گا۔ لیکن اس سے ہمیں وہ سزا اٹھانی پڑی گی جو سنہیڈرن نے مقرر کی ہے ۔" واضح ہو کہ سنہیڈرن نے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا کہ مسیح نعوذ باالل ہ جھوٹے یا فریبی ہیں۔ ان کا فیصلہ یہ تھا کہ جب تک اس کے دعاوی کی سچائی یا

جھوٹ معلوم نہ ہوجائے اوراس پر سنہیڈرن کا جو کہ دینی پیشواؤں کی جماعت تھی فتوےٰ نہ لگ جائے تب تک کوئی اس کی رسالت کا اقرار نہ کرے اور اگر کوئی کرے گا تو وہ عبادت خانہ یعنی کلیسیائی رفاقت سے خارج کیا جائے گا۔

۱۸آئت میں یہ لفظ آئے ہیں۔" جب انہوں نے اس کے ماں باپ کو جو بینا ہوگیا تھا بلا کر" وغیرہ عبارت سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس کے ماں باپ سے دریافت کرنے کے بعد انہوں نے معجزے کا یقین کرلیا پر ایسا نہیں ہوا بلکہ برعکس اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ اس کے ماں باپ سے پوچھنے کے بعد بھی اس پر ایمان نہیں لاتے۔اورنہ اندھے کی بات کو سچ مانتے ہیں۔

۱۹آئت۔ کری ساسٹم صاحب خیال کرتے ہیں کہ یہودیوں کے الفاظ "تمہارا بیٹا" جسے تم کہتے ہو کہ اندھا پیدا ہوا" سے ظاہرہوتا ہے کہ گویا یہودی اس کے ماں باپ کو فریبی سمجھتے تھے کیونکہ وہ پوچھتے ہوئے کہتے ہیں "جسے تم کہتے ہو کہ اندھا پیدا ہوا ۔"حالانکہ یہ ٹھیک نہیں۔پس تم مسیح کے ساتھ سازش کرکے ہر جگہ مشہور کرتے پھرتے ہو کہ وہ جنم کا اندھا تھا۔ اورمسیح نے اس کی آنکھیں کھولی ہیں۔

آیت ۲۲۔"یہودیوں سے ڈرسے"یہ الفاظ چار مرتبہ حضرت یوحنا کی انجیل میں آئے ہیں۔ایک مرتبہ اسی جگہ پھر ۷باب ۱۳آیت ۱۲باب ۴۲آیت ،۱۹باب ۳۸آیت میں)۔

"یہودی ایکا کرچکے تھے کہ اگر کوئی اس کے مسیح ہونے کا اقرار کرے تو عبادت خانے سے خارج کیا جائے گا۔ ان الفاظ سے بے ایمانی کا کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے۔یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح کی مخالفت میں لوگ کس درجہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ نیزیہ امربھی توجہ طلب ہے کہ گواہی اور شہادت سے ایمان پیدانہیں ہوتا۔ اگر انسان صداقت کے ترک کرنے پر کمر بستہ ہو تو گواہی اوردلیل کارگرنہیں ہوتی۔

آیت نمبر ۲۳۔اس واسطے اس کے ماں باپ نے کہا وہ بالغ ہے اسی سے پوچھو۔

مذہبی حقوق سے خارج کئے جانے کے ڈر سے وہ کسی طرح کی ذمہ داری اپنے اوپر لینا پسند نہیں کرتے ۔ وہ کوئی ایسی بات اپنی زبان سے نہیں نکالتے جس سے مسیح کی تعریف ہو کیونکہ وہ یہودیوں سے ڈرتے ہیں۔ پس وہ ساری تحقیقات کا بار اپنے بیٹے پر ڈال کر اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں۔

آیت نمبر۲۴،۲۵۔پس انہوں نے اس شخص کو جو اندھا تھا دوبارہ بلا کر کہا کہ خدا کی تمجید کر۔ ہم تو جانتے ہیں کہ یہ آدمی گنہگار ہے ۔ اس نے جواب دیا میں نہیں جانتا کہ وہ گنہگار ہے یا نہیں۔ ایک بات جانتا ہوں کہ میں اندھا تھا اب بینا ہوں۔

دوبارہ بلاکر۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب ماں باپ کے اظہار لئے جاتے وقت اس وقت یہ شخص جو شفایاب ہوا تھا باہر تھا۔ اب وہ اسے پھر اند ربلاتے ہیں اورایسے طورپر اس سے مخاطب ہوتے ہیں کہ گویا انہوں نے کل حل دریافت کرلیا ہے اوراب انہیں اس کی فریب دہی میں کسی طرح شک وشبہ نہیں رہا۔ لہذا اب اس کے لئے اپنے قصورکو چھپانا عقل مندی کا کام نہیں ۔ وہ اس سے اصل حال دریافت کرنے کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ اس پر ایسا ظاہر کرتے ہیں کہ اوروں نے اپنی تقصیر کا اقرارکرلیا ہے۔اب تیرا فرض ہے کہ تو بھی اپنا قصور مان لے۔ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ پس بہترہے کہ تو اقرارکرکے خدا کی تمجید کر۔ اس فقرے سے بعضوں نے یہ مطلب لیا ہے کہ وہ اس بات کوتو مانتے تھے وہ جنم سے اندھا ہے اوراس بات کوبھی کہ اس کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ مگراس بات کو نہیں مانتے تھے کہ مسیح نے اس کی آنکھوں کو معجزانہ طورپر کھولا ہے۔پس وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنی

بصارت ازسرنو پانے کے متعلق خدا کی تعریف کرے اوراسے مسیح کی قدرت سے منسوب نہ کرے۔لیکن بعضوں کی یہ رائے ہے کہ وہ سرے سے اس بات کے انکاری تھے کہ اس کی آنکھیں کھولی گئی ہیں کہ وہ یہ نہیں مانتے تھے کہ وہ ندھا پیدا ہوا ہے اورکہ مسیح نے اس کی آنکھوں کو روشن کیا ہے۔ بلکہ وہ خیال کرتے تھے کہ یہ ان کی سازش تھی۔پس وہ اس کو ایک طورپر حلف دے کر کہتے ہیں کہ توسچ بول اورخدا کی تمجید کراوراس میں شک نہیں کہ یہ الفاظ حلف دے کر اقرارکروانے کے موقع پر استعمال کئے جاتے تھے (بائبل مقدس کتاب یشوع ۷باب ۱۹آیت ۔۱سموئیل ۶باب ۵آیت ،عزرا ۱۰باب ۱۱آیت ،خط دوم اہل کرنتھیوں ۱۱باب ۳۱آیت)۔

ہم تو جانتے ہیں کہ یہ آدمی گناہ گار ہے۔ اب وہ اپنے خیالات کی تصدیق میں یہ فتویٰ مسیح پر لگاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ تو سبت کا توڑنے والا ہے لہذا گناہگارآدمی ہے۔ اورخدا گنہگاروں کو ایسے ایسے عجیب معجزے دکھانے کی طاقت نہیں دیتا۔

لیکن وہ شفا یافتہ شخص جونہائت دقیقہ سنج اورحاضر جواب آدمی تھا جناب مسیح کی سیرت کی نسبت ابھی کچھ نہیں کہتا۔ بلکہ بڑی حکمت سے یہ جواب دیتا ہے کہ اس کے گنہگارہونے یا نہ ہونے کے

بارے میں کوئی رائے نہیں دیتا مگر میں اس وقوعہ کی حقیقت کا جوسرزد ہوچکا ہے انکارنہیں کرسکتا۔میرے حواس مجھ کو یہ بتاتے ہیں کہ میں آگے دیکھ نہیں سکتا تھا پر اب دیکھتا ہوں ۔ میں اپنے حواس کی گواہی کو کس طرح نادرست جانوں ؟پس میں ایک بات جانتا ہوں کہ میں اندھا تھا۔ اب بینا ہوں۔"اب اس سے تم جو نتائج نکالنا چاہو نکال لو۔ یاد رہے کہ اس کے اس کلام سے یہ ظاہرنہیں ہوتا کہ وہ مسیح کی بے گناہی کی نسبت شک میں تھا۔

آیت نمبر۲۶تا ۳۴تک۔ ا ن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب پھر نئی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ پہلی دفعہ کی تحقیقات اس امرکی نسبت کی گئی تھی کہ آیا معجزہ واقع ہوا ہے یا نہیں اب اس بات کی تفتیش کی جاتی ہے کہ کس طرح وہ معجزہ وقوع میں آیا ؟اورجوجواب وہ شخص ان لوگوں کو دیتا ہے وہ بھی ان آیات میں قلممبند ہے۔

آیت نمبر۲۶۔پھرانہوں نے اس سے کہا کہ اس نے تیرے ساتھ کیا کیا؟کس طرح تیری آنکھیں کھولیں؟

ان کا پہلا سوال یہ تھاکہ کس نے معجزہ کیا ؟اب دوسرا سوال یہ ہے کہ کس طرح کیا؟سوال کرنے والوں کواب تک یہی یقین ہے کہ شائد کبھی

کوئی نہ کوئی بات ایسی اس کے منہ سے نکلے گی جس کی بنا پر ہم مسیح کو گرفتار کرسکیں گے۔

آیت نمبر۲۹،۲۸،۲۷۔ اس نے انہیں جواب دیا میں تم سے کہہ چکا اور تم نے نہ سنا دوبارہ کیوں سننا چاہتے ہو۔ کیا تم بھی اس کا شاگرد ہونا چاہتے ہو؟انہوں نے اسے برا بھلا کہہ کر۔۔۔ہم جانتے ہیں۔۔۔وغیرہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص ان کے سوالات کی فضول اور غیر ضروری تکرار سے تنگ آگیا تھا۔ وہ دیکھتا ہے کہ یہ لوگ مجھے مجبور کررہے ہیں کہ میں اپنے حواس کی گواہی کو رد کروں۔پس وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ تم کو اپنی شفایابی کا تمام قصہ سنا دیا پر تم نے کچھ توجہ نہ کی۔ اب سر نو اس بات کو پھر دھرانا کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔ یاکیا اب اس لئے اسی قصے کو سننے کی درخواست کرتے ہو کہ " تم بھی اس کا شاگرد ہونا چاہتے ہو"اس آخری جملہ کی نسبت بعض کی یہ رائے ہے کہ اس شفا یافتہ شخص نے سنجیدہ طورپریہ سوال نہیں کیا یعنی وہ دل سے اس بات کا قائل نہ تھا کہ اس سوال کا حقیقی منشا یہ ہے کہ سوال کرنے والا بھی اس پر ایمان لا نا چاہتے ہیں بلکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کبھی ایمان نہ لائیں گے ۔پس اس نے یہ سوال صرف ظرافت اوتمسخر کی راہ سے کیا تھا تاکہ وہ انہیں چھیڑے لیکن بعض

مفسروں کی یہ رائے ہے کہ یہ سوال سنجیدہ طورپر کیا گیا تھا اوریہ شخص اس سوال کے وسیلے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ بھی اس کا شاگرد ہونا چاہتے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ یہ خیال اس جواب سے سنہیڈرن کے شرکاء نے دیا مناسبت رکھتا ہے۔ مثلاً شرکاءسنہڈرن جواب دیتے ہیں "تو ہی ا س کا شاگرد ہے ۔ ہم تو موسیٰ کے شاگرد ہیں"اس جواب سے ظاہر ہوتا ہے گویا سنہڈرن کے ممبروں نے یہی سمجھا کہ یہ شخص سنجیدگی کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہے۔ لہذا وہ عیش میں آکر اس کو یہ جواب دیتے ہیں تو ہیں ہم کو کیوں اس کے شاگرد بنیں۔ ہم تو موسیٰ کے شاگرد ہیں جس کی نسبت ہم کو پختہ یقین ہے کہ وہ خدا کا فرستادہ تھا۔ پر ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کہاں سے ہے ہم جانتے ہیں کہ خدا موسیٰ سے ہم کلام ہوا اوراسے اپنے احکام پہنچائے۔ وہ صاحب اختیاراورصاحب قدرت نبی تھا۔ پراس مسیح کی نسبت کوئی بات یقینی طورپر ثابت نہیں اورنہ کوئی ثبوت ہے کہ خدا نے اسے بھیجا ہے۔

آیت نمبر ۳۰،۳۳۔اس آدمی نے جواب میں ان سے کہا وغیرہ۔

۳۰آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے ۔"تمہارا انکار مجھے عجیب معلوم ہوتا ہے۔کوئی شخص اس بات کا انکار نہیں کرسکتا کہ ایک عجیب معجزہ وقوع میں آیا ہے مگر باوجود اس کے آپ لوگ یہی رٹے جاتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ کہاں کا ہے اوراسکی قدرت کہاں سے آئی ہے ۔آیت ۳۲ میں "تم" پر زور ہے۔ تم جو عالم اور فاضل ہوا اور دین کے بھیدوں سے واقفیت رکھتے ہو اور جن کو اوروں کی نسبت اس بات کی زیادہ خبر ہونی چاہیئے تھی کہ یہ معجزہ دکھانے والا کہاں سے ہے ۔اس کے اختیار اور دعوے کا قطعی انکار کرتے ہو۔ یہ سخت تعجب کی بات ہے۔

۳۱آیت میں وہ ان کو انہیں کے اصول سے قائل کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم ابھی ابھی یہ فتوےٰ دے چکے ہو کہ یہ شخص گنہگار ہے۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ خدا شریروں کی دعا نہیں سنتا ورنہ انہیں معجزات دکھانے کی طاقت دیتا ہے فقط وہی جو اس سے ڈرتے اور اس کی مرضی بجالاتے ہیں اجابت دعا کا تجربہ حاصل کرتے اور بڑے بڑے کاموں کو بجالانے کی قدرت اس سے پاتے ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ اس نے میری آنکھیں کھولنے کی طاقت کہاں سے پائی ؟تم جانو یا نہ

جانو مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کہاں سے ہے ۔ وہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ اگر نہ ہوتا تو کبھی وہ کام نہ کرسکتا جو اس نے کیا۔

۳۲اور۳۳آیات میں وہ نتیجے قلمبند ہیں جو یہ شخص مسیح کی نسبت نکالتا ہے۔ گویا وہ یہ کہتا ہے کہ" جنم کے اندھے کی آنکھوں کو بینا کرناایک ایسا فعل ہے جو انسان کی طاقت سے بعید ہے اور کبھی کسی نے اپنی قدرت سے ایسا کام دنیا کی ابتدا سے نہیں کیا۔ صرف خدا کی قدرت ایسا کرسکتی ہے ۔لیکن اس آدمی نے یہ عجیب کام کیا ہے۔ پس ثابت ہے کہ وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ اگر وہ اس کا بھیجا ہوا نہ ہوتا تو وہ کوئی معجزہ نہ دکھا سکتا۔ بہر کیف میری آنکھیں کبھی نہ کھول سکتا ۔"اس شفایافتہ شخص کی یہ برہان نقودیمس کی دلیل سے بہت مشابہ ہے کوئی یہ معجزے نہیں دکھا سکتا جب تک اس کے ساتھ نہ ہو (حضرت یوحنا ۳باب ۲آیت)۔

آیت نمبر۳۴۔انہوں نے جواب میں اس سے کہا وغیرہ۔

فریسی اس شفایافتہ شخص کی برہان کے زور کومحسوس کرتے ہیں۔ بلکہ جان جاتے ہیں کہ وہ لا جواب ہے۔ لہذا اب غصے اوروشنام سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "توایک بدبخت اور گنہگار سا

آدمی ہے۔ اورگند میں پیدا ہوا ہے کیا تو یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ تو ہم سے زیادہ جانتا ہے اورہم کوسکھاسکتا ہے۔

توتو بالکل گناہوں میں پیدا ہوا ہے۔ یہ جملہ اس کی پرانی بیماری یعنی اندھا پن کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گویا وہ اس کو یہ طعنہ دیتے ہیں۔ "تیرا اندھا پن ظاہر کررہا ہے کہ توشریرآدمی ہے۔ تیرا نا بینا پن تیری شرارت پر ایک قسم کی مہر ہے۔ تیری روح اورجسم دونوں گناہ کے سبب خرابی میں مبتلا ہیں۔

انہوں نے اسے باہر نکال دیا۔ اس کا صرف یہی مطلب نہیں کہ جس جگہ وہ بیٹھے تھے اس جگہ سے اس کو باہر نکال دیا۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مذہبی اور قومی شراکت سے خارج کردیا یا جیسے مسیحی کہا کرتے ہیں کلیسیا سے خارج کردیا۔

آیت نمبر ۳۵تا ۴۱۔ مسیح نے سنا کہ انہوں نے اسے باہر نکال دیا۔۔۔وغیرہ وغیرہ

ٹرنچ صاحب فرماتے ہیں کہ اس شخص میں ایک خاص طور پر مسیح کے الفاظ پورے ہونے کو تھے "جب ابن آدم کے سبب لوگ تم سے عداوت رکھیں اورتمہیں خارج کردیں اورلعن طعن کریں اور تمہارا نام برا جان کر کاٹ دیں تومبارک ہو۔" (حضرت لوقا ۶باب

۲۲آیت)وہ ایک ادنےٰ درجه کی شراکت سے خارج کیا جاتا مگر اعلیٰ رفاقت میں داخل ہوتا ہے۔اس بادشاہت سے جو گزشتنی تھی نکل کر دائمی بادشاہت میں آجاتا ہے عبادت خانه سے نکل کرکلیسیا میں شامل ہوتا ہے۔یہودیوں نے اسے خارج کیا مسیح نے اسے قبول کیا۔ وہ مسیح سے نه شرمایا اوراب مسیح اس سے نہیں شرماتا بلکه ایسے طورپر اس پر ظاہر ہوتا ہے که آگے ویسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ اب وہ اس کے لئے صرف ایک نبی ہی نہیں رہا بلکه خدا کا بیٹا ثابت ہوگیا۔

جب سیدنا مسیح نے سنا که یہودیوں نے اس کو خارج کردیا ہے تو وہ اس کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ "اور جب وہ اسے ملے "غالباً ہیکل میں (مقابله کریں حضرت یوحنا ۵باب ۱۴آیت)"تو کہا کیا تو خدا کے بیٹے پر ایمان لاتا ہے ۔"وہ اس خطاب یا لقب کا مطلب تو بخوبی سمجھتا تھا۔ یعنی جانتا تھا که اس سے مراد مسیح موعود ہے۔ مگرابھی تک وہ یه نہیں جانتا که ایک شخص بھی ہے جو مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے پر اس کا بھروسه اس شفا بخشنے والے دوست پر ایسا پخته اور کامل ہے که وہ اس سے پوچھتا ہے "اے مالک وہ کون ہے که میں اس پر ایمان لاؤ۔"یه سن کر" سیدنا مسیح نے اس سے فرمایا تو نے اسے دیکھا ہے اورجو تجھ سے باتیں کرتا ہے وہی ہے ۔"جب خدواند یه

فرماتے ہیں کہ تونے اسے دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس وقت سے پہلے تونے اسے دیکھا ہے کیونکہ اس کی ملاقات مسیح سے فقط اس وقت ہوئی جب وہ نابینا تھا۔ مگر آنکھیں کھلنے کے بعد اس کو نہیں ملا تھا۔ پس مراد جناب مسیح کے یہ ہے کے جسے تو اب دیکھ رہا ہے اورجو تجھ سے اس وقت باتیں کررہا ہے ۔ وہی خدا کا بیٹا ہے ۔

اب یہ سارا واقع عجیب تھا جن لوگوں کو نابینا ثابت ہونا چاہئیے تھا ان کی روحانی نابینائی ظاہر ہوئی اور وہ جو اندھا تھا جسمانی اور روحانی طورپر بینا کیا گیا۔ چنانچہ سیدنا مسیح فرماتے ہیں "میں دنیا میں عدالت کے لئے آیا ہوں۔" وغیرہ مراد یہ ہے کہ میں انسان کے اندرونی حالات اورباطنی خیالات کو ظاہر کرنے آیا ہوں۔میں خدا کا مظہر ہوں۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔پروردگار کے کام سیدنا مسیح کے وسیلے ۔وہ نبی اوراستاد تھے پس خدا کا کام انہیں کرنا تھا۔

۲۔جو سیدنا مسیح کی خاطر رد کئے جاتے ہیں مسیح ان کو چھوڑتے نہیں۔ اورانہیں اپنی کلیسیا میں جگہ دیتے ہیں۔

۳۔یادرہے کہ یہ شخص مسیح کی گزرگاہ میں موجود نہ ہوتا تو نور بصارت سے بہرور نہ ہوتا۔

۴۔چوتھی آیت میں مسیح ہمارے لئے ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔ دنیا کی نفرت ،دشمنوں کی مخالفت خون کے پیاسوں کی تجویزیں اور دوستوں کی کمزوریاں اورغلط فہمیاں اورٹیڑھے سوال اس کو ناامید نہیں بناتے ۔ بلکہ کمال بھروسہ کے ساتھ وہ اپنے موقعوں کوکام میں لاتے ہیں۔

۵۔دیکھو مسیح حقیقی شیلوخ یعنی خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ وہی تمام برکتوں کا سرچشمہ ہے ۔

۶۔اندھے کا نمونہ قابل تقلید ہے ۔ مسیح نے اسے شیلوخ میں آنکھ دھونے کا حکم کیا۔ اس نے کسی طرح کی چون چران نہیں کی۔ بلکہ اس کا حکم مانا اوراس تابعداری میں آنکھوں کی روشنی حاصل کی ۔

ایک شخص کو جس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۲ باب ۹ تا ۱۳ آیت ، حضرت مرقس ۳ باب ۱ تا ۵ آیت ، حضرت لوقا ۶ باب ۶ تا ۱۱ آیت)

یہ معجزہ سبت کے روز وقوع میں آیا۔ مگرہم جانتے ہیں کہ یہ پہلا معجزہ نہ تھا جو سبت کے دن واقع ہوا بلکہ جو معجزہ ہم نے ابھی ختم کیا ہے وہ بھی سبت کے دن سرزد ہوا تھا۔ پر چونکہ یہ اچھا موقع ہے اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس جگہ اس بات کا ذکر کریں کہ ہمارے مولا سیدنا مسیح یہودی سبت کی نسبت کیا رائے رکھتے تھے۔ اس معجزے کے متعلق اور نیز اس بحث کے متعلق اس معجزے سے پہلے حضرت متی کی انجیل میں پائی جاتی ہے کہ ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح نے اس مضمون پر اپنے خیالات ظاہر کئے اورنہائیت پر معنی الفاظ اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے ۔ جب ہم حضرت متی کے ۱۲ باب کی چند آیات ہٹ کر پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فریسی ہمارے مولا کے سامنے آپ کے شاگردوں پر سبت توڑنے کا الزام لگاتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ

"آپ کے شاگرد وہ کام کرتے ہیں جو سبت کے دن کرنا روا نہیں ۔"اس الزام کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے سبت کے دن بالیں توڑکر کھائی تھیں۔ پر یاد رہے کہ الزام یہ نہ تھا کہ انہوں نے کسی غیر کی ملکیت کو لوٹ لیا ہے ۔ کیونکہ بالیں کھانا روا تھا ۔(توریت شریف کتاب استشنا ۲۳باب ۲۵آیت)پس الزام یہ تھا کہ انہوں نے سبت کے روزبالیں کھا کرچوتھے حکم کوتوڑڈالا ہے ۔

اب جناب مسیح ان کوبتاتے ہیں کہ میرے شاگردوں کے فعل کوکس نظر سے دیکھنا چاہئیے ۔دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ وہ ان کو سکھاتے ہیں کہ شریعت کے حرف کو نہیں بلکہ روح کو دیکھنا چاہیئے۔ اوراس مقصد کوپورا کرنے کے لئے وہ دو مثالیں پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک وہ مشہورتاریخی واقعہ تھا جو حضرت داؤد کی زندگی میں سرزد ہوا جب کہ وہ حضرت ساؤل کے حضور سے بھاگ نکلے (بائبل شریف ۱سیموئیل ۲۱باب ۱تا ۶آیت)دوسری مثال ہیکل (بیت اللہ)کی خدمات سے علاقہ رکھتی تھی ۔ پہلی مثال ان کے نزدیک اس لئے بڑی وقعت رکھتی تھی کہ حضرت داؤد ایک نبی اور نیک بادشاہ سمجھے جاتے تھے۔ ہمارے مولا فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد نے سبت کے روزپاک روٹی لی اورکاہن (امامِ اعظم) نے ان کو

دی پر تم ان کاموں کی نکتہ چینی نہیں کرتے ۔ دوسری مثال ہیکل کی عبادت اور خدمت کے ساتھ علاقہ رکھتی تھی اور اس لئے پہلی کی نسبت ایک طرح زیادہ زورآور تھی کیونکہ اس کا تعلق شریعت کے اس حصہ سے تھا جو لاویوں کی خدمات سے علاقہ رکھتا تھا جناب مسیح کے خیالات کو اس مثال کے متعلق یوں بیان کرسکتے ہیں۔ گویا وہ یہ کہتے ہیں کہ " عملی طورپر تم خود اس بات کو تسلیم کرتے ہو کہ سبت کے آرام کو بڑی خدمت کے واسطے یعنی ہیکل کی خدمات کے واسطے ترک کردینا جائیز ہے اورجس اصول کے پابند ہوکر تم ایسا کرتے ہو وہ یہ ہے کہ چھوٹی خدمت کو بڑی خدمت پر تصدق کرنا واجب ہے ۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ قربانیاں اوران کے لوازمات سبت کے روز برابر جاری رہتے ہیں ۔ (توریت شریف کتاب گنتی ۲۸باب ۸تا ۹آیت)اورجو کچھ ان کی تکمیل کے لئے ضروری ہوتا ہے وہ کیا جاتا ہے۔ اورکاہن ان سب کاموں کو انجام دیتے ہیں پر کوئی ان کو سبت کے توڑنے والے نہیں کہتا۔ بلکہ اگروہ ان خدمات کی انجام دہی سے غافل ہوجائیں تو سبت کے توڑنے والے کہلائیں ۔"

اورپھریہ خیال کرکے مبادا فریسی یہ کہیں کہ ہیکل کی عبادت کجا اور آپ کے شاگردوں کا سبت کے روز بالیں توڑکر کھانا کجا ۔چہ نسبت

خاک را با عالم پاک ۔ ان دونوں باتوں کا آپس میں کیا رابطہ ہے ؟اس اعتراض کو پہلے ہی سے محسوس کرکے اس طرح کا جواب دیتا ہے ۔ "یہاں وہ (سیدنا مسیح) ہے جو ہیکل سے بڑا ہے۔اب ہم دیکھیں گے کہ یہ الفاظ کس طرح ان کا منہ بند کردیتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ شائد تم میرے الفاظ پر یہ اعتراض کرو گے کہ ہیکل اور ہیکل کی خدمات ایک نہائت افضل اور بزرگ تر معاملہ ہے لہذا ان میں سبت کے روز مشغول ہونا اور بات ہے پر آپ کے شاگردوں کا بالیں کھانا دوسری بات ہے پر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں کس طرح ان دونوں باتوں میں نسبت قائم کرتا ہوں اور وہ اس طرح کہ جب ہیکل کے خادموں کی خدمات سبت کے روز ناواجب نہیں سمجھی جاتی ہیں۔ تو میرے خادموں کی خدمات بھی ناجائز نہ سمجھنی چاہیے کیونکہ "میں تو ہیکل سے بڑا ہوں۔" میرے خادموں نے جو کچھ کیا وہ میری خدمت کے لئے کیا اور اس خدمت میں ایسے مصروف تھے کہ انہیں اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ اپنا کھانا تیار کریں۔اور جب کہ وہ جو ہیکل کی خدمات میں مشغول ہیں جو سچی اور حقیقی ہیکل کا صرف ایک سا یہ یا نمونہ ہے۔ سبت کے روز کام کرنے سے سبت کو توڑتے نہیں بلکہ اس کی توقیر کرتے ہیں تو کس قدر زیادہ وہ سبت کی

عزت کرتے ہیں جو اس ہیکل کی خدمت میں مشغول ہیں جو ہاتھ سے نہیں بنائی گئی۔ تم کلام اللہ سے واقف ہو اوران کی بہتیری چھان بین کرتے ہو مگران کے اصل مطلب سے واقف نہیں اگرہوتے تو اس کے معنی جانتے کہ "میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں تو بے قصوروں کو قصوروارنہ ٹھہراتے ۔"یہ مقام صحیفہ حضرت ہوسیع ۶باب ۷آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

جناب مسیح ان کو بتا نا چاہتے ہیں کہ اے یہودیواگر تم جانتے کہ حقیقی خدمت کسے کہتے ہیں کہ تو تم یہ بھی جانتے کہ میرے شاگرد وہی خدمت بجالا رہے ہیں۔ کیونکہ گنہگاروں کی روحوں کوجو بربادی کے چنگل میں گرفتارہیں بچانے کے لئے ایسے رحم اورمحبت سے کام کررہے ہیں کہ انہیں اپنا کھانا تک یاد نہیں رہتا ۔ اوراسی واسطے انہوں نے چلتے ہوئے بالیں توڑیں۔ ان کا قصور(جو تمہارے زعم میں قصورہے) جو محبت اوررحم کے سبب سرزد ہوا تمہاری بے مہراورسخت گیرغیرت سے خدا کو زیادہ پسند ہے ۔

اب حضرت متی اس معجزے کو جو اس وقت زیر نظر ہے اسی واقع کے ساتھ مربوط کرتا ہے اورایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا جس سبت کے روزبحث مذکورہ ہذاآ اوربحث مذکورہ بالا ایک ہی سبت کے روز

وقوع میں نہیں آئے ۔ پر ہم یاد رکھیں کہ اس فرق کو ہم اختلاف نہیں کہہ سکتے ۔ کیونکہ حضرت متی میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جو حضرت لوقا کے بیان کی تردید کرتی ہو کیونکہ حضرت متی ترتیب وقت کا پابند نہیں ہے۔ حضرت مرقس ۳باب ۷آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ جہاں یہ معجزہ واقع ہوا گلیل میں واقع تھی مگر اس سے بڑھ کراس کی تخصیص نہیں کی جاتی۔

آیت نمبر ۸۔اوروہ(یعنی سیدنامسیح)وہاں سے چل کر ان کے عبادت خانہ میں گئے ۔

یہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ یہ عبادت خانہ گلیل میں واقع تھا یہ معجزہ بھی کئی اورمعجزات کی مانند عبادت خانہ میں کیا گیا (مثلاً حضرت لوقا ۱۳باب ۱۱آیت ،حضرت مرقس ۱باب ۲تا ۳آیت)۔

آیت نمبر ۹۔اوردیکھو وہاں ایک آدمی تھا جس کا ہاتھ سوکھا ہوا تھا۔

حضرت لوقا ہمیں بتاتے ہیں کہ اس کا دہنا ہاتھ سوکھا تھا۔ اس بیماری کی نسبت بعض کا خیال ہے کہ یہ وہ بیماری تھی جسے سوکھے کی بیماری کہتے ہیں اوراس شخص کی حالت میں اس کا اثر صرف ایک ہی عضو میں ہوا تھا۔ یہ بیماری بہ سبب ناقص غذا یا قوت

تغذیہ کے ضعف سے پیدا ہوتی ہے ۔ اس شخص کو بھی یہی بیماری تھی اوراس کے سبب سے اس کا ہاتھ بالکل مردہ ہوگیا تھا۔ یعنی اس میں کسی طرح کی حس وحرکت نہ رہی تھی۔ لہذا انسان اس کو نیچرل علاج سے ہرگز شفا یاب نہیں کرسکتا تھا۔ دیکھو اس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا سو دہنا ہاتھ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس ہاتھ سے وہ اپنی روزی کما سکتا تھا وہی جاتا رہا تھا۔

آیت نمبر ۱۰۔انہوں نے اس پر الزام لگانے کے ارادے سے یہ پوچھا کہ کیا سبت کے دن تندرست کرنا روا ہے۔

تینوں راویِ انجیل کے بیان کےمقابلے سے معلوم ہوتاہے کہ اس سوال کی نسبت ان میں کچھ کچھ فرق پایا جاتا ہے حضرت متی سے ظاہر ہوتاہے کہ گویا سوال فریسیوں نے کیا مگر اس کے برعکس حضرت مرق اور حضرت لوقا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال جنابِ مسیح نے کیا۔ کیا ہمیں اس اختلاف کہیں؟نہیں ۔کیونکہ دونوں بیانوں میں بآسانی تطبیق دکھائی جاسکتی ہے۔ اوروہ اس طرح کہ پہلے فریسی اس سے پوچھتے ہیں کہ " کیا سبت کے دن تندرست کرنا روا ہے۔" مسیح ان کے سوال کا جواب ایک اورسوال میں دیتے ہیں اور وہ اکثر ایسا کیاکرتے تھے (دیکھو حضرت متی ۲۱باب ۲۴آیت)اگر ہم

فریسیوں کے سوال کو مسیح کے سوال کے ساتھ جو لوقا میں پایا جاتا ہے ملا کر پڑھیں تو بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ مسیح ان سے یہ پوچھتے ہیں کہ آیا سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے یا بدی کرنی جان بچانا یاہلاک کرنا(حضرت لوقا ۶باب ۹آیت)اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے فریسیوں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا سبت کے روز شفا بخشنا روا ہے ؟جنابِ مسیح ان کو جواب دیتے ہیں یانہیں مگر میں تم سے پوچھتا ہوں کہ سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے یابدی کرنی ؟یہ سوال اس کا جواب ہے۔ اوربات یاد رکھنے کے قابل ہے اوروہ یہ کہ حضرت مرقس اورحضرت لوقا بتاتے ہیں کہ "فریسی آپ کی تاک میں تھے"اب حضرت متی اس بات کا ذکر نہیں کرتے ۔ پر اس کی خاموشی سے حضرت مرقس اور حضرت لوقا کے بیان کی تردید یا تکذیب نہیں ہوتی۔ حضرت متی صرف اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ وہ اس پر الزام لگا نا چاہتے تھے۔ کہاں ؟شائد عدالت کے سامنے (حضرت متی ۵باب ۲۱آیت)اس سے غالباً وہ عدالت گا ہ مراد ہوگی جو خاص ان کے شہر میں لوکل طورپر موجود تھی۔

آیت ۱۱،۱۲۔اس نے ان سے کہا تم میں سے ایسا کون ہے جس کی ایک بھیڑہوا اوروہ سبت کے دن گڑھے میں گرجائے تو وہ

اسے پکڑ کر نہ نکالے۔ پس آدمی کی قدر تو بھیڑ سے بہت ہی زیادہ ہے اس لئے سبت کے دن نیکی کرنی روا ہے۔

ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ جب بالیں توڑنے کے موقعہ پر سبت شکنی کا الزام جنابِ مسیح کے شاگردوں پر لگایا گیا۔ تو آپ نے ان کی بریت کے لئے دو مثالیں پیش کیں تاکہ ان کو دکھائے کہ بعض ایسے کام ہیں جن کے کرنے سے سبت نہیں ٹوٹتا ۔ اب اس جگہ وہ ان کے رواج اور برتاؤ سے ایک اور مضبوط دلیل ان کے سامنے پیش کرتا ہے کہ ان کے منہ بند کرے۔ واضح ہو کہ یہ دلیل صرف حضرت متی قلمبند کرتے ہیں ا ور حضرت لوقا اس قسم کی دلیلیں دوسری جگہ رقم کرتے ہیں ۔(حضرت لوقا ۱۳باب ۱۵آیت ،۱۵باب ۵آیت)حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ (دیکھو حضرت مرقس ۳باب۳آیت) کے جنابِ مسیح نے اس کو حکم دیا کہ وہ بیچ میں کھڑا ہو جائے شائد اس لئے کہ دیکھنے والوں کے دل میں اس کی طرف ہمدردی پیدا ہو۔ اور وہ اس کی شفا کی ضرورت اور درستی کو محسوس کریں۔ "ایک بھیڑ ہو" سیدنا مسیح کا مطلب ہے کہ ایک بھیڑ جو آدمی کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتی جب گڑھے میں گرجاتی ہے تو اس کا مالک اس کو سبت کے دن باہر نکال لاتا ہے۔ پس اگر آدمی جو بھیڑ سے ہزارہا درجہ افضل ہے شفا

یا ب کیا جائے تو اس کو نکالنا کیا عیب کی بات ہے کہتے ہیں تالمود (یہودی احادیث کی کتاب)میں طرح طرح کے خیالات اس مضمون پر لکھے ہوئے ہیں مثلا بعض ربی یہ مانتے تھے ك اگرکوئی جانور سبت کے روزگڑھے میں گرجائے تو اسے وہاں صرف چارہ دینا چاہئیے پر اورکچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ پھر بعض ربی یہ سکھلاتے تھے کہ کوئی چیزاس کے پاؤں کے نیچے رکھ دینی چاہیئے اوراگروہ آپ ہی نکل آئے تو مضائقہ نہیں بعض کی یہ رائے تھی کہ اسے ذبح کرنے کی نیت سے نکال لینا چاہیئے خواہ بعد میں نیت تبدیل ہی ہوجائے۔ غرضیکہ اخلاق کو ایک مجموعہ دستورات بنانے کا نتیجہ ہوا کہ لوگ طرح طرح کی غلط بیانیوں میں گرفتارہوگئے تھے۔ مگر باوجود یہ کہ سبت کے متعلق طرح طرح کی تعلیمیں ربیوں نے ایجا دکردی تھیں پھر بھی کوئی مالك یہ نہیں چاہتا تھاکہ میری بھیڑگڑھے میں گری رہے بلکہ نکال ہی لیتا تھا۔ ایڈرشام صاحب فرماتےہیں کہ اس میں شك نہیں کہ ضرورہرآدمی جس کی بھیڑگڑھے میں گرتی تھی کوئی نہ کوئی صورت نکال لیتا تھا تاکہ وہ وہاں سے نکالی جائے حالانکہ (رسمی) شریعت جناب مسیح کے وقت ایسی سختی سے مانی جاتی تھی جیسی کہ تالمود میں سختی سے بیان کی گئی ہے۔"

بس آدمی کی قدر تو بھیڑ سے بہت بہتر ہے۔ یہ نتیجہ ہے ان دعوؤں کا جو اوپر کئے گئے جناب مسیح فرماتے ہیں کہ گو بھیڑ کچھ حیثیت نہیں رکھتی مگر تاہم اس کا مالک اس کو ضرور سبت کے روز گڑھے سے نکال لیتا ہے۔ اب آدمی تو اس سے کہیں افضل اور بزرگ تر ہے ۔ اسی قسم کی تاویلیں ہمارے مولا اکثر دیتے ہیں (حضرت متی ۶ باب ۲۶ آیت اور ۱۰ باب ۲۹ تا ۳۱ آیت) اور یوں انسان کی فضیلت جانوروں پر دکھاتے ہیں۔ حضرت مرقس اور حضرت لوقا سے جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے خود ان سے سوال کیا کہ سبت کے روز نیکی کرنی روا ہے یا بدی کرنی ۔ یہ سوال جو آپ نے ان سے الٹ کر کیا سارا بوجھ ان پر ڈال دیتے ہیں اور ان سے طلب کرتے ہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ سبت کے دن کیا کرنا روا ہے۔ وہ ہمدردی دکھانے کو نیکی اور اس سے غافل رہنے کو بدی کہتے ہیں اور یوں ان کو قائل کرتے ہیں کہ ہمدردی اور بھلائی کے کاموں سے سبت نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کی توقیر ہوتی ہے۔ اور ہمدردی کرنا نا روا نہیں بلکہ نہ کرنا روا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جب تم اپنی بھیڑ وں کو نہیں چھوڑتے تو میں سچا گڈریا ہوں کس طرح اپنی بھیڑ کو ایک ذی روح انسان کو جسے باپ نے مجھے دیا ہے اور جو عام بھیڑوں سے کہیں بڑ

ھ کرہے۔ نہ بچاؤں ؟تم نے مجھ سے پوچھا کہ کیا سبت کے روز شفا بخشنا روا ہے ۔ میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ سبت کے روز چونکہ نیکی کرنا روا ہے اس لئے تندرست کرنا بھی روا ہے۔ حضرت مرقس ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ یہ سن کر" چپ رہے "لاجواب ہوگئے ۔ آپ کی دلیل کا جواب نہ دے سکے۔

آیت نمبر ۱۳۔تب جنابِ مسیح نے اس آدمی سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھا اس نے بڑایا اوردوسرے ہاتھ کی مانند ہوگیا۔

یہاں ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح کوئی خارجی وسیلہ کام میں نہیں لاتے ۔ صرف اپنے کلام سے اسے شفا بخشتے ہیں۔ اور فریسیوں نے دیکھا ہوگا کہ ہم اسے سبت شکنی نہیں کہہ سکتے کیونکہ سیدنا مسیح نے کوئی چیزاستعمال نہیں کی بلکہ صرف اپنے کلام کی تاثیر سے اسے اچھا کردیا ہے۔

حضرت مرقس اورحضرت لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ان کی سخت دلی کے سبب غمگین ہوکراورچاروں اطراف ان پر غصے سے نظر کرکے اس آدمی سے کہا اپنا ہاتھ بڑھا وغیرہ (حضرت مرقس ۳باب ۵آیت)یہاں ہم غم اورغصہ دونوں ایک ہی سینے میں پاتے ہیں۔ مگراسے اجتماع ضدین نہیں کہہ سکتے ۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں

کہ اس کے دل میں جو کامل محبت اور کامل پاکیزگی تھی گنہگار کے سبب غم کھانا اور گناہ کے سبب غصے ہونا دونوں جذبے پہلو بہ پہلو پائے جاتے ہیں۔ چونکہ انسان خدا کی مخلوق ہے لہذا وہ اس کے لئے غمگین تھا۔ مگر گناہ کے سبب جو شیطان کی افترا پردازی سے پیدا ہوہے غصہ کرتا تھا۔ پس مسیح کا یہ غصہ وغصہ نہ تھا جو انسان انسان کے خلاف ظاہر کیاکرتا ہے اورجس کی وجہ سے وہ اپنے ابنائے جنس کو نقصان پہنچانے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

اس مریض نے مسیح کا کلام سنا اور شفا یافتہ ہوگیا۔ اسے ہاتھ بڑھانے کا حکم ہوا اس نے بڑھایا اور کامل شفا پائی۔

حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ وہ آپے سے باہر ہوکر" پرانے ترجمہ میں ہے " دیوانگی سے بھر کر" (حضرت لوقا ۶باب ۱۱آیت) کہنے لگے دیکھو یہودیوں کی دشمنی اعلیٰ درجہ کو پہنچ گئی کیونکہ نہ صرف اس نے ان کی روائتوں وغیرہ پر حملہ کیا بلکہ انہیں سب کے سامنے شرمندہ کیا۔ اب اس دیوانہ پن کی حالت میں وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ہوسکے مسیح کو جان سے مارڈالیں ۔ اس غرض کو پورا کرنے کے لئے وہ بالکل تیارہیں کہ ہیردویوں کے ساتھ مل جائیں جو اپنی عادات میں رومی اور ہیرودیس انتپاس کے خواہ تھے۔ اسی طرح وہ بعد میں پھر ایک موقعہ

پر مل جاتے ہیں (حضرت متی ۱۲باب ۱۶آیت)تاکہ اسے اپنے پنجہ میں پھنسائیں۔دنیا کا یہی حال ہے کہ وہ باہمی مخالفتوں کو بالائے طاق رکھ دیتی ہے تاکہ اپنی قوتوں کو جمع کرکے صداقت کا مقابلہ کرے ہیردویس پلاطوس کے ساتھ ملنے کے لئے تیار ہے ۔(حضرت لوقا ۲۲باب ۱۲آیت)تاکہ وہ اس اتحاد سے مسیح کو تباہ کرسکیں۔اب یہودی آپ کو پکڑنے کی ادھیڑبن میں ہیں۔مگرآپ گلیل کی طرف جاکر ان کے حسد سے رہائی پاتے ہیں۔

نصیتحیں اورمفید اشارے

۱۔مسیح کے شاگردوں کے بے بدکاموں کی عیب گیری کرنا نئی بات نہیں۔جولوگ اپنے ایجاد کردہ خیالات کو رواج دینا چاہتے ہیں وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

۲۔اگروہ جواوروں کو سکھاتے ہیں خود فریسیوں کی طرح نوشتوں کے حقیقی معنوں سے ناواقف ہوں توبڑے افسوس کی بات ہے ۔

۳۔مسیح کے مغلوب دشمن (۱)وہ اسے ایک سوال کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں (حضرت متی آیت ۱۰)(۲)پر وہ آپ کی دلیل کا جواب نہیں دے سکتے (آیت ۱۱) وہ آپ کے کام میں کسی طرح کا

نقص نہیں پکڑ سکتے (آیت ۱۳)(۴)اور جب کچھ نہیں ہو سکتا تو آپ کو مارنے کا منصوبہ باندھتے ہیں۔

۴۔غور کیجئے کہ مسیح کس طرح اپنے دعووں کے ثبوت میں کلام اللہ کو پیش کرتے ہیں۔ اور کس طرح ان کے اختیار پر مہر کرتے ہیں۔ اس ساری بحث کو غور سے پڑھ کر دیکھنا چاہئے کہ وہ کس طرح کلام اللہ کو کام میں لاتے تھے اور اپنے مخالفوں کا منہ اسی سے بند کیا کرتے تھے۔

۵۔دیکھئے عبادت خانہ میں ہمارے آقا و مولا سیدنا مسیح کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ (۱)وہ انسانی دل کے اندرونی خیالات کا جاننے والا ثابت ہوتا ہے۔ (۲)اس کی رحم سے بھرپور ہمدردی ظاہر ہوتی ہے (۳)اس کی نجات بخش قدرت اپنی جھلک دکھاتی ہے (۴)اس کا صبر بھی مترشح ہے۔

۶۔خدا کی محبت کسی چیز کو ناپاک نہیں کرتی بلکہ سب چیزوں کو پاک کرتی ہے۔

۷۔جوش بغیر محبت کے نفرت انگیز شے ہے۔

ایک کبڑی عورت کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱۳باب ۱تا ۱۷)

باب ۱۳آیت ۱۰،۱۱۔پھر جنابِ مسیح سبت کے دن کسی عبادت خانہ میں تعلیم دے رہے تھے اورکیا دیکھتے ہیں کہ ایک عورت وغیرہ۔

اس معجزے کا بیان صرف حضرت لوقا ہی بیان کرتے ہیں یہ معجزہ بھی اورکئی معجزات کی مانند سبت کے روزوقوع میں آیا۔ اس کے مطالعہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے مولا کی نسبت کیا خیالات رکھتے تھے اورکس طرح اپنے مخالفوں کوجواب دیا کرتا تھا۔

ہم یہ نہیں بتاسکتے کہ یہ معجزہ کہاں واقع ہوا۔ ہم کو صرف اتنا بتایا گیا ہے کسی عبادت خانہ میں واقع ہوا۔ ہم جانتے ہیں کہ ہیکل تو صرف ایک ہی تھی جو یروشلم میں واقع تھی اورسب یہودی ہر جگہ سے وہیں مقرری اوقات پر حاضر ہوا کرتے تھے لیکن ان کے عبادت خانہ جا بجا پائے جاتے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انہیں عبادت خانوں میں سے کسی عبادت خانہ میں جاکر جنابِ مسح حسب معمول تعلیم دے رہے تھے۔ جو لوگ وہاں حاضر تھے ان کے درمیان

ایک عورت نظر آتی جو "اٹھارہ برس سے کسی بدروح کے باعث کمزوری "میں مبتلا تھی۔ اسکی کمزوری اس کے کبڑے پن میں ظاہر ہورہی تھی۔ ہمارے پرانے ترجمہ میں ہے" جس کو اٹھارہ برس سے کسی روح کے باعث کمزوری تھی "اور انگریزی میں پرانے اور نئے دونوں ترجموں میں (   )(کمزوری کی روح)پایا جاتا ہے ۔ پر ہمارے نئے ترجمہ میں "بدروح کے باعث "آیا ہے۔ پر جب ہم جنابِ مسیح کے الفاظ کو جو آپ نے بعد میں فرمائے دیکھتے ہیں توکسی طرح کا اس بات میں شک وشبہ نہیں رہتا کہ یہ عورت بھی سچ مچ کسی بدروح کے قبضہ میں گرفتار تھی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں "جس کو شیطان نے اٹھارہ برس سے باندھ رکھا تھا "ان لفظوں سے بخوبی ظاہر ہے کہ وہ فی الحقیقت انہیں لوگوں کے زمرہ میں شمار ہونی چاہئیے جو بدروح کے قبضے میں گرفتار تھے۔گو اسکی مصیبت ایسی شدید نہ تھی جیسی بعض اورلوگوں کی تھی جو بدروح کے پنجہ میں مبتلا تھے۔ اوریہی بات اس کے پبلک عبادت میں حاضر ہونے سے ظاہر ہوتی ہے۔ غالباً اس کی بیماری پہلے اس کی روح سے شروع ہوئی اورپھر اسکا اثر اس کے بدن پر بھی پڑا۔ ایسا کہ وہ کبڑی ہوگئی اورسیدھی نہ ہوسکتی تھی۔

آیت نمبر۱۲۔جنابِ مسیح نے اسے دیکھ کرپاس بلایا اوراس سے کہا اے عورت تو اپنی کمزوری سے چھوٹ گئی۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے آقا ومولا اس کمزورعورت کو قبل اس کے کہ وہ آپ کی مدد طلب کرے خود اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اور اسے شفا کا مژدہ دیتے ہیں۔ البتہ عبادت خانہ کے سردار کے الفاظ مذکورہ ذیل سے ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ صحت پانے ہی کے لئے یہاں آئی تھی اورکہ اس کا یہاں حاضر ہونا بذات خود ایک درخواست شفا یابی کی تھی۔عبادت خانہ کاسردار کہتا ہے "چھ دن میں جن میں کام کرنا چاہئیے پس انہیں میں آکر شفا پاؤنہ کہ سبت کے دن "ان لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی شفا دہی کی خبر ہر جگہ مشتہر ہوگئی تھی اوریہ عورت اس لئے آئی تھی کہ شفا پائے ۔ پر سیدنا مسیح اس کے بولنے اوردرخواست کرنے سے پہلے اس کو فرماتے ہیں "اے عورت تو اپنی کمزوری سے چھوٹ گئی "ان لفظوں کے وسیلے وہ گویا اس کو تیارکرتا ہے اس جسمانی برکت کو جو وہ دینے پرتھے پانے کے لئے متوجہ ہو۔

آیت نمبر ۱۳۔اور جنابِ مسیح نے اس پر اپنے ہاتھ رکھے۔ اسی دم وہ سیدھی ہوگئی اورخدا کی بڑائی کرنے لگی۔

آپ کے ہاتھ گویا اس اعلیٰ زندگی کا چشمہ تھے جس کے وسیلے سے اس کے جسمانی اور روحانی بند کھل گئے۔ اوراس میں نئی طاقت کے سوتے پھوٹ نکلے ۔اوراسی وقت یہ نتیجہ پیدا ہواکہ وہ جسمانی طور پر تندرست ہوگئی اور نیز روحانی طور پر بھی شفا یاب ہوئی جیسا کہ ان لفظوں سے مترشح ہے "خدا کی بڑائی کرنے لگی "اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے شفا دہندے کی تعریف بھی کرنے لگ گئی ہوگی اوراسی سے عبادت خانہ کا سردارزیادہ ناخوش ہوا ہوگا۔ (مقابلہ کرو حضرت متی ۲۱باب ۱۵تا ۱۶آیت)۔

آیت نمبر ۱۴۔عبادت خانہ کا سرداراس لئے کہ مسیح نے سبت کے دن شفا بخشی خفا ہوکر لوگوں سے کہنے لگا چھ دن ہیں جن میں کام کرنا چاہئیے۔ پس ان میں آکر شفا پاؤ نہ کہ سبت کے دن ۔

اس وقت عبادت خانہ کا سردارسبت کی غیرت کے سبب خفا ہوتا ہے۔ لیکن غورکرنے کا مقام ہے کہ اس کی غیرت اوراس کے خوف میں ایک قسم کا سخت تخالف پایا جاتا ہے ۔ یعنی ایک طرف تو وہ سبت کے لئے اپنے تئیں غیرت مند ثابت کرتا ہے اوردوسری جانب ایک قسم کا ڈربھی اپنے دل میں رکھتا ہے جس کے سبب سے وہ بات

جو مسیح کو کہنا چاہتا ہے براہ راست کہنے کی جرات نہیں رکھتا بلکہ دوسروں کی طرف متوجہ ہوکر کہتا ہے حالانکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ مسیح اس کے لفظوں کو سنے اور پھر سبت کے روز معجزہ نہ دکھائے۔ پر کیا وہ حقیقت میں سبت کے لئے غیرتمند تھا؟یا جنابِ مسیح کی تعریف کی سن کر جل گیا تھا ؟جس طرح سرداراور کاہن ایک اورموقعہ پر لڑکوں کو "ابن داؤد کو ہوشعنا " کہتے ہوئے سن کر" خفگی" سے بھر گئے تھے اسی طرح یہ شخص بھی خفا ہوا۔ اس شخص کی اصل خاصیت یا سیرت ۱۵آیت سے کھلتی ہے جہاں وہ "ریاکار" بتایا جاتا ہے ۔پس تعجب نہیں کہ اس کی ظاہری غیرت ایک آڑ تھی۔ جس کے پیچھے وہ اپنی اصل حالت دوسرے لوگوں کی نظروں سے یا خود اپنی ہی نظروں سے چھپاتا ہوگا۔ اس کی وہ نفرت جو وہ الہٰی اور پاک چیزوں سے رکھتا تھا اس پردہ تلے چھپی ہوئی تھی۔ اب وہ سردارہونے کی حیثیت سے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر ایسے کام کو جو خدا کی عزت اوربزرگی کو ظاہر کرنے والا تھا۔ اورجس نے ایک آدمزاد کے بد ن اور روح کو بحال کیا جس نے بھاری بندھنوں اور شیطان کی سخت زنجیروں کوتوڑڈالا تھاناجائزبتاتا ہے۔

آیت نمبر ۱۶،۱۵۔جنابِ مسیح نے اسے جواب میں کہا کہ اے منافقو کیا ہر ایک تم میں سے سبت کے دن اپنے بیل یا گدھے کو تھان سے کھول کر پانی پلانے نہیں جاتا۔ پس کیا یہ واجب نہ تھا کہ جو آلِ ابراہیم کی بیٹی ہے جس کو شیطان نے اٹھارہ برس سے باندھ رکھا تھا سبت کے دن اس بند سے چھڑائی جاتی۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنابِ مسیح اس جگہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں نے سبت بالکل نہیں توڑا لینگی کی تفسیر میں ذکر ہے کہ لائٹ فٹ اور دیگر عالموں نے ثابت کیا ہے کہ سبت کے روز جانوروں کو پانی پلانے کے لئے جانا یہودیوں کے دستور کے مطابق روا تھا۔ اب جو بات حیوانوں کے لئے روا تھی وہ کیونکر انسان کے لئے ناروا ہوسکتی تھی ؟ ٹرنچ صاحب فرماتے ہیں کہ گویا جنابِ مسیح اپنے جواب کے ذریعہ ان سے یہ کہہ رہا ہے۔ کہ "تم خود سبت کے بہت پابند نہیں ہو اور جہاں دیکھتے ہو کہ کسی کام کے نہ کرنے سے تمہارا نقصان ہوتا ہے وہاں سبت کے خیال کو بہت مداخلت کرنے میں نہیں دیتے۔ مثلاً تمہارے بیل اور گدھے تمہاری نظر میں ایسے

بیش قیمت ہیں کہ تم ان کے متعلق سبت کے روز کی چندا پروا نہیں کرتے بلکہ ان کو پانی پلانے لے جاتے ہو۔ کیاان کو کھولنا اور لے جانا ایک انسانی روح کے آزاد کرنے اوراس کے بند کھولنے سے بہتراورزیادہ بیش قیمت ہے ؟خواہ تم سبت کی پابندی کا کیسا ہی دعویٰ کرو پریاد رکھو کہ تم میں سے ہرایک اپنے اپنے جانوروں کو کھولتا اور لے جاتا ہے اورکبھی خیال نہیں کرتا کہ سبت ٹوٹ گیا ہے۔ پر تعجب ہے کہ ایک انسان کو جو اٹھارہ برس سے شیطان کے بند میں گرفتار ہے رہا کرنا تمہارے نزدیک سبت کو توڑتا " ہے۔ تم اپنے جانوروں کے کھولنے اور باندھنے میں کتنی دیر لگاتے ہو اور اپنا کام کرتے رہتے ہو۔ مگر میں اپنے کلام کے وسیلے ایک دم میں زنجیروں کو کھول دیتا ہوں پر تم پھر بھی اس پر اعتراض کرتے ہو۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ انسان میں اورباقی حیوانات میں زمین وآسمان کا فرق ہے گو انسان اپنے جسم کے اعتبار سے ایک طرح کی مشارکت بھی ان کے ساتھ رکھتا ہے۔پرتاہم اشرف المخلوقات ہے (مقابلہ کروانجیل شریف خط اول کرنتھیوں ۹باب ۹آیت اورزبور شریف ۸باب ۸آیت)۔ما سوا اس کے یہ بھی یادرکھنا چاہیئے کہ یہ عورت نہ صرف بنی آدم میں شامل ہونے کے سبب سے جانوروں

پر فوقیت رکھتی تھی بلکہ آل ابرہیم کی بیٹی بھی تھی۔ اس رشتے کے متعلق بعضوں کا یہ خیال ہے اس سے صرف یہ مراد ہے کہ وہ عورت برگزیدہ قوم میں شامل تھی۔ کہ اس بیان سے صرف اس کا جسمانی تعلق جو وہ حضرت ابراہیم کی اولاد کے ساتھ رکھتی تھی ظاہر کیا گیا ہے۔ گو شفا پانے کے بعد وہ ایمان کے لحاظ سے بھی حضرت ابراہیم کی بیٹی بن گئی۔ مگر بعض کی رائے ہے کہ ابراہیم کی بیٹی کہنے سے جنابِ مسیح اس کے ایمان کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اوراس کے ثبوت میں وہ یہ کہتے ہیں کہ (۱) جنابِ مسیح نے ایک مرتبہ بھی اس کے ایمان کی نسبت سوال نہیں کیا اوراس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ایمان پہلے ہی سے موجود تھا۔(۲) اورکہ اس کا معجزے کے بعد فوراً خدا کی بڑائی کرنا اس کی دیندارانہ طبعیت پر دلالت کرتا ہے۔(۳) کہ اس کوکوئی اس قسم کی بات نہیں کہی گئی "تیرے گناہ معاف ہوئے"۔

شیطان نے اٹھارہ برس سے باندھ رکھا تھا۔ ان لفظوں سے جیسا ہم اوپر بتا آئے ہیں ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے مولا اس عورت کی کمزوری کوشیطان کے حملہ سے مربوط کرتا ہے ۔ پراس کے ساتھ یہ

ماننا ناممکن نہیں کہ جسمانی طاقت کے کافور ہوجانے پر بھی ایمان کا شعلہ اس عورت کے دل میں جلتا رہا۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔اس معجزے میں عورت کی بیماری جس کی نسبت مسیح نے فرمایا کہ اسے شیطان نے اٹھارہ برس سے باندھ رکھا ہے۔ اس قید اور اسیری کی علامت ہے جس میں انسانی روح گرفتار ہے اور اس کی شفا نجات اور رہائی کی علامت ہے۔

۲۔اس معجزے کی حقیقت عبادت خانہ کے سردار کی گواہی سے ثابت ہے۔ وہ اس کے وقوع سے ناخوش ہوتا ہے پر اس کی حقیقت کا انکار نہیں کرتا۔

۳۔دکھیوں کے لئے عمدہ آرام گاہ وہی جگہ ہے جہاں خدا کی عبادت کی جاتی اور کلام سنایا جاتا ہے۔

۴۔شیطان کا خطرناک غلبہ جو وہ روح اور جسم پر رکھتا ہے ہم کو اس جگہ نظر آتا ہے۔

۵۔پھر سبت کو ماننے کا نمونہ اس جگہ موجود ہے ۔ خداوند جیسا چاہیئے ویسا سبت کو مانتا تھا۔

۶۔جو لوگ خدا کو نہیں جانتے ان کی نظر میں محبت کے جلالی نظارے کچھ وقعت نہیں رکھتے ہیں۔ وہ عبادت خانہ کے سرداروں کی مانند ہیں۔

۷۔منافقت ۔ مسیح یہاں ریاکاری پر طرح طرح سے فتوے لگاتے ہیں (۱)عقل کے دربار میں "کیا ہر ایک تم میں سے سبت کے دن ۔۔۔وغیرہ "تم اپنے جانوروں کی بہبودی کے لئے اپنی عقل کو کام میں لاتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ حیوانوں کی زندگی کے لئے ضرور ہے کہ تم ہر روز ا ن کو پانی پلاؤ۔ لہذا خواہ سبت ہی کیوں نہ ہو تم انہیں پانی پلانے لے جاتے ہو۔ مگر انسان کے بارے میں اپنی عقل کو کام میں نہیں لاتے اورنہیں سوچتے کہ وہ جانوروں سے بہتر ہے ۔ (۲)ضمیر کے دربارمیں ان پر فتوے لگاتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ کیا واجب نہ تھا " وغیرہ انسان جو خدا کی صورت پر بنا ہے ۔ اس کا بچانا تمام فرائض سے بڑا فرض ہے ۔ (۳)ہمدردی کے دربار میں ان پر فتوے لگاتے ہیں۔ تم اپنے جانوروں سے کیسی ہمدردی کرتے ہو پر ابراہیم کی بیٹی سے کچھ ہمدردی نہیں رکھتے۔

ایک جلندر کے مریض کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱۴باب۶آیت)

یہ معجزہ بھی حضرت لوقا کے ساتھ خاص ہے اورغالباً مسیح کے اس سفر میں واقع ہوا جس کا اشارہ (حضرت لوقا ۱۳باب ۲۲آیت)میں پایا جاتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے مالک پھر ایک فریسی کی دعوت قبول کرتے ہیں اوراس کے گھر کھانا کھانے جاتے ہیں ۔اگرچہ آپ کے کام کا خاتمہ نزدیک آتا جاتا ہے اورآپ کے مخالفوں کی عدوات بڑھتی جاتی ہے تاہم وہ چاہتا ہے کہ ان فریسیوں میں سے کم ازکم بعض اس کی بادشاہت میں داخل ہونے کی ترغیب پائیں۔

یہ ضیافت سبت کے روز وقوع میں آئی ۔یہودی سبت کے روز ملاقات کرنے اور ضیافت دینے کو برا نہیں سمجھتے تھے (نحمیاہ ۸باب ۱۰آیت)اوران کے نزدیک ایسا کرنے سے سبت نہیں ٹوٹتا تھا کیونکہ ان کو آگ سلگانا اورکھانا پکانا وغیرہ نہیں پڑتا تھا کیونکہ ان کا کھانا سبت سے ایک دن پہلے تیارکرلیا جاتا تھا۔ ٹرنچ صاحب کہتے ہیں کہ سبت کی عملی خرابیاں یہ تھیں کہ لوگ اسے شراب خوری اور عیاشی کا دن بناتے جاتے تھے۔ پراس جگہ یہ خیال کرنا ضروری نہیں

که ضیافت کوئی پبلک جشن تھا۔ کیونکہ اس سے پہلے کئی بار ہمارا مالک لوگوں کے گھر میں صرف ان کے خاندان کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے مدعو ہو چکا تھے ۔ مسیح کا دسترخوان پر بیٹھنا اس کی پاک اورخالص انسانیت کو ظاہر کرتا ہے ۔

ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح نے اس فریسی کی دعوت سے قبول کی لیکن الفاظ وہ اس کی تاک میں تھے" ظاہر کرتے ہیں کہ دعوت دینے والوں نے نیک نیتی سے دعوت نہیں کی تھی۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ اس کی گفتگو یا حرکات میں کوئی ایسی بات پائیں جس سے وہ اس پر تازہ الزام لگائیں۔ افسوس کیسے برے طورپر وہ لوگ مہمان نوازی کے اصول کو پامال کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۔اور کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص مسیح کے سامنے ہے جسے جلندر ہے ۔

اس آیت کے پہلے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص گویا یک بیک یہاں مسیح کی نظر سے گذارا اوربعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا فریسی کے گھر میں خود بخود اور بے بلائے چلانا آنا ممکن نہ تھا اور کہ یہ واقعہ کچھ ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت لوقا ۷باب ۳۶تا ۳۷آیت)میں درج ہے ۔ پر بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اس کو

فریسیوں نے خود بلایا اورایسی جگہ بٹھایا تھا جہاں وہ فوراً مسیح کی نظر سے گزرجائے ۔ اوران کا خیال یہ تھا کہ وہ اس بیماری کو شفا نہیں دے سکے گا۔ لہذا اس کو بہت شرمندہ ہوناپڑے گا ۔ اس سازش اور کینہ وری کے ثبوت میں وہ لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ پہلی آئت میں صاف بتایا گیا ہے کہ وہ "اس کی تاک میں تھے "پس جب یہ لوگ اس شخص کو لائے تب اس کو کچھ معلوم نہ تھا کہ مجھے کس غرض کے لئے لے چلے ہیں۔ مگر بعد میں انہوں نے اس کے ساتھ مسیح کی نسبت گفتگو کی ہوگی اورفریب سے اس کو امید دلائی ہوگی کہ آوہ تم کو شفا بخشے گا حالانکہ درپردہ ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ مسیح یہ بیماری دورنہیں کرسکے گا اب گوانہوں نے فریب کے ساتھ اس سے گفتگو کی پراس کے دل میں ایک قسم کی امید اورایمان پیدا ہوگیا۔ اور چونکہ وہ خود اس سازش میں شامل نہ تھا لہذا جنابِ مسیح نے اسے ہاتھ لگاکر شفا دی اورچھوڑدیا۔"

مگر پیشتر شفا دینے کے اس نے سبت کے روزشفا بخشنا کا الزام جو اس پرلگ سکتا تھا دورکیا جیسا کہ وہ ہمیشہ کیا کرتا تھا۔ اس نے گویا اپنے مخالفوں پر ظاہر کیاکہ میں تمہارے خیالات سے واقف ہوں اورمیں تمہارے منصوبوں اورسازشوں کو جانتا ہوں۔ تم کہتے ہو کہ

اگر میں نے یہ معجزہ کامیابی سے کردیا تو مجھ پر سبت شکنی کا الزام لگاؤ گے اور اگر میں معجزہ دکھانے میں ناکام نکلا تو میری تضحیک کرو گے ۔ پر میں ان میں سے کسی بات میں بھی تمہارے پنجہ میں نہیں پھنسونگا اب سے شرع کے عالمو اور فریسیوں تم مجھے یہ بتاؤ کہ "سبت کے دن شفا بخشنی روا ہے کہ نہیں۔

شرع کے عالموں اور فریسیوں کی ہم آگے شرح کرچکے ہیں۔ جنابِ مسیح ان سے یہ سوال کرتے ہیں اور بیمار آپ کے سامنے خاموش کھڑا ہے ۔ شائد اس لئے کہ ایسے ایسے بڑے لوگوں کے سامنے بولنے کی جرات نہیں رکھتا یا اس لئے کہ اس بات کا امیدوار ہے کہ مسیح سے کوئی ہمت بخش کلمہ سنے ۔

انہوں نے دل کی خرابی سے یہ انتظام کیا تھا۔ اب جنابِ مسیح اپنی فضیلت اور ان کی شرارت اس سوال سے ظاہر کرتا ہے اور ان کو انہیں کے جال میں گرفتار کردیتا ہے ۔ اور وہ اس طرح کہ اگر وہ اس کے سوال کے جواب میں ہاں کہتے تو اپنے منہ سے سبت کے روز معجزے کرنے کی اجازت دیتے اور اگر نہ کرتے تو ہمدردی اور محبت کی کمی ان کے انکار سے ظاہر ہوتی۔ پس اس سوال سے ان کا ایسا منہ بند ہوگیا کہ" وہ

چپ رہے " آیت ۴اور پھر اس کے بعد "اس نے اسے ہاتھ لگا کر شفا بخشی اور چھوڑدیا ۔آیت ۴۔

اور جس طرح کئی موقعوں پر (مثلاً حضرت متی ۱۲باب ۱۱آیت ،حضرت لوقا ۱۳باب ۱۵آیت)اس نے ان کو دکھایا کہ جس بات کا الزام تم مجھ پر لگاتے ہو وہ ایسی ہے کہ تم خود اس میں اپنے دینوی فوائد کے لئے گرفتار ہو جاتے ہو۔ اسی طرح اس موقع پر بھی وہ ان کو یا دلاتا ہے ۔

آیت نمبر۵۔تم میں سے کون ایسا ہے جس کا گدھا یا بیل کو ئیں میں گرپڑے اور وہ سبت کے دن اس کو فوراً نہ نکالے۔

جناب مسیح پھر روزمرہ زندگی کے دستوروں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ مگر ایسی صورت میں جو اس معجزہ کے ساتھ خاص طور علاقہ رکھتی ہے ۔ یعنی (حضرت لوقا ۱۳باب ۱۶آیت) میں جہاں ایک عورت کے شیطان کے بند میں گرفتار ہونے کا ذکر آتا ہے وہاں گدھے اور بیل کے کھولنے کی تشبیہ سے اپنا مطلب ادا کرتا ہے ۔ اور یہاں چونکہ ایک جلندر کی بیماری کا شکار ہے جس کے پیٹ میں پانی بھرا ہوا ہے سامنے کھڑا ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ کوئیں کا ذکر کرتا ہے ۔ اس سے ایک تو عام طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انجیل نویس بڑی خبرداری

سے وہ خاص خاص باتیں جو مسیح کی زبان سے نکلیں تحریر کرتے ہیں اوردوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ جو شخص سبت کے معجزوں کو دیکھ کر سٹراس کی طرح یہ الزام لگاتے ہیں کہ جو مختلف معجزے سبت کے روز واقع ہوئے وہ ایک ہی قصے کے مختلف بیان ہیں برسر راستی نہیں۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے معجزات میں سے ہر معجزہ اپنی اپنی خصوصیتیں رکھتا ہے جن کے سبب سے وہ دو سرے معجزات سے جو سبت کے روز واقع ہوئے امتیاز کیا جاسکتا ہے۔

مطلب اس سوال کا اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ "تم نہیں چاہتے کہ میں سبت کے دن اس شخص کو اس پانی سے جو اس کا دم بند کررہا ہے رہائی دوں۔لیکن یہی پانی جو اسے تکلیف دے رہا ہے جب تمہارے جانوروں میں سے کسی جانور کی تکلیف کا موجب ہوتا ہے اور تمہارے گدھے یا بیل کو خطرے میں ڈالتا ہے تو تم سبت کی ذرا پروا نہیں کرتے بلکہ اسے اس خطرے سے نکال لاتے ہو۔ پر یاد رکھو کہ انسان حیوان سے بڑھ کر ہے" یہ بات سن کر وہ چپ ہوگئے اور"ان باتوں کا جواب نہ دے سکے ۔"آیت ٦دیکھو وہ چپ تو ہوگئے مگر

صداقت کو وہ قبول کرنے والے نہ بنے ۔ اوراغلب ہے کہ دہی دل میں چپں بجبیں بھی ہوئے ہونگے۔ (حضرت متی ۱۲ باب ۱۴ آیت)۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔دشمنوں کی سازشیں مسیح کو اس کے نیک کاموں سے نہیں روکتی ہیں۔

۲۔مسیح ان آہوں کو جو دل ہی دل میں رہتی ہیں اور باہر نہیں نکلتی ہیں جانتے ہیں اس جلندر کے بیمار نے اپنی درد انگیز آواز سے ابھی اس کو اپنی سخت مصیبت سے آگاہ نہیں کیا کہ وہ خود بخود اس کے دل کی آرزو سے واقف ہوجاتا ہے ۔

۳۔ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے جانوروں کی خبرداری کریں تاہم ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ ہم اپنی خود غرضی سے اپنے جانوروں کو اپنے ابنائے جنس پر ترجیح دیں۔

۴۔شقی الطبع اورکینہ ورلوگوں کے درمیان بھی بھلائی کرنے اورمسیحی خدمت بجالانے کا بہترا موقع ملتا ہے ۔

۵۔اپنے بھائیوں کی جسمانی مصیبتوں کے ہلکا کرنے کو سب کوئی اچھا جانتے ہیں۔ اگران کے جسموں کو بچانا اچھا کام ہے تو کس قدران کی روحوں کو بچانا زیادہ اچھا کام ہے ۔

۶۔اس کل معجزے سے (۱)جنابِ مسیح کی بے قیاس محبت ٹپکتی ہے ۔ (۲)اس کی بے نظیر حکمت درخشا ں ہے (۳)اس کی خاکسار طبعیت اورسنجیدگی ہویدا رہے ۔

دس کوڑھیوں کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۱۷باب ۱۱تا ۱۹آیت)

آیت نمبر ۱۱۔اور ایسا ہوا کہ یروشلم کو جاتے ہوئے وہ سامریہ اورگلیل کے بیچ سے ہوکر جارہا تھا ۔

سامریہ اورگلیل کے بیچ سے ہوکر جارہے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے وسط سے گذرا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو گلیل پہلے آتا ۔ لہذا مراد صرف یہ ہے کہ وہ ان دونوں کی سرحدوں کے بیچ سے گذرہے تھے ۔

آیت نمبر ۱۲۔اور ایک گاؤں میں داخل ہوتے وقت دس کوڑھی سیدنا مسیح کو ملے ۔

کوڑھ کی بیماری پر ایک پچھلے معجزہ کے ضمن میں مفصل بحث ہوچکی ہے (حضرت لوقا ۵باب ۱۲تا ۱۶آیت ،حضرت متی ۸باب ۱تا ۴آیت ،حضرت مرقس ۱تا ۴۵آیت)

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کئی کوڑھی ایک جگہ اکھٹے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی مصیبت اورضرورت کو محسوس کرکے ایک جافراہم ہوگئے تھے۔ اسی طرح ہم ۲سلاطین ۷باب ۳آیت میں بھی دیکھتے ہیں

کہ چارکوڑھی اپنی ضرورت کے سبب سے آپس میں مل گئے ۔ چونکہ کوڑھی ناپاک سمجھے جاتے تھے ۔اس لئے ان کو تندرستوں سے یعنی ان سے جو اس مرض میں مبتلا نہ تھے ہمیشہ ایک مقرری فاصلہ پر رہنا پڑتا تھا (دیکھو توریت شریف کتاب احبار ۱۳باب ۴آیت ،گنتی ۵باب ۲آیت)کیونکہ کوڑھ روحانی ناپاکی اورروحانی بیماری کی بلکہ روحانی موت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اورجب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ان کوڑھیوں کو بھی اس تنہا جگہ میں مسیح کی خبر پہنچ گئی تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی شہرت دوردورپھیل گئی تھی۔اگرچہ یہودیوں اور سامریوں کے درمیان عداوت چلی آتی تھی مگراس سخت بیماری کی وجہ سے ان کوڑھیوں میں قومی امتیازمٹ گیا اورہم دیکھتے ہیں کہ یہ سامری کوڑھی یہودی کوڑھیوں کے ساتھ مل گیا ماسوائے اس کے یہ جگہ سرحد پر واقعہ تھی پس بآسانی دونوں اطراف کے لوگ مل سکتے تھے۔

آیت نمبر ۱۳۔انہوں نے دور کھڑے ہوکر بلند آواز سے کہا۔اے مسیح اے صاحب ہم پر رحم کریں۔

اوپرہم بتلا چکے ہیں کہ ان کو ایک مقرری فاصلہ پر رہنا پڑتا تھا۔ ان کو اجازت نہ تھی کہ دوسرے شخصوں کے پاس جائیں۔ مگر ان کو

مسیح کی معجزانہ قدرت اوراس کے رحیمانہ فضل کی خبر مل گئی تھی لہذا وہ دعا کی آوازبلند کرتے ہیں۔ اس وقت بڑے سرگرم نظرآتے ہیں اوربڑے جوش سے صحت کے لئے ملتجی ہیں مگر شفا پاکرسوائے ایک کے سب یہ سرگرمی کھودیتے ہیں ۔ یعنی اچھے ہوکر اس جوش وخروش کے ساتھ اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے ۔ پر یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گووہ سیدنا عیسیٰ کو مسیح موعود ہونے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے تاہم اس کو ایک زورآورنبی مانتے تھے ۔ان میں ایمان تو تھا لیکن کامل نہ تھا۔ اورجناب مسیح ان کے ایمان کی صداقت کے سبب ان کو پاک وصاف کرتے ہیں۔ مگراس وقت ایک عجیب طریقہ کام میں لاتے ہیں ۔ کچھ اس لئے کہ بیماروں کے ایمان کو آزمائے اورکچھ اس لئے کہ شاگردوں کو دکھائے کہ شفا بخشی کے کام میں وہ طرح طرح کے طریقہ استعمال کرسکتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۴۔جنابِ مسیح نے انہیں دیکھ کر کہا جاکر اپنے آپ کوکاہنوں کو دکھاؤ اورایسا ہوا کہ وہ جاتے جاتے پاک وصاف ہوگئے ۔

دوتین باتیں اس جگہ غورکرنے کے قابل ہیں۔ (۱)یہ کہ وہ ان کے ساتھ جواس کے پاس صحت کے لئے آتے تھے اپنی عجیب حکمت

کے مطابق طرح بطرح سلوک کیاکرتے تھے۔ کبھی کبھی جہاں مضبوط ایمان دیکھتے تھے دیر کیا کرتے تھے تاکہ ایمان اور بھی مضبوط ہوجائے ۔ اورکبھی کبھی کمزورایمان کو دیکھ کر نہائت ملائمت سے پیش آتے تھے تاکہ وہ آزمائش میں گرفتار ہوکر کافورنہ ہوجائے کسی کوپہلے معاف کرتے ہیں اورپھر تندرست کرتے ہیں اورکسی کوپہلے شفا بخشتے ہیں کیونکہ اپنی حکمت سے دیکھتے ہیں کہ اس میں ایمان کی اعلیٰ برکت اسی طرح پیدا کی جاسکتی ہے ۔ اورپھر اسے معاف کرتے ہیں (۲)دوسری بات غورطلب یہ ہے کہ وہ ان کوڑھیوں کے ایمان کوآزماتے ہیں۔ دیکھئے کہ ابھی شفا کے آثار نمایاں نہیں ہونے پاتے کہ وہ ان کو کاہنوں کے پاس بھیجتے ہیں گویا یہ طلب کرتے ہیں کہ وہ ایمان سے اس بات کو مانیں کہ وہ حقیقت میں شفایافتہ ہوگئے ہیں۔ اورانہوں نے اس بات کو مان لیا کیونکہ حکم کے ساتھ ہی وہ اپنے تیئں کاہنوں کو دکھانے کے لئے روانہ ہوئے یا یوں کہیں کہ وہ ان کو ایسا کام کرنے کو کہتے ہیں جس کی حقیقت کا کوئی ظاہری نشان اب تک پیدا نہیں ہوا۔ مگر وہ ایمان سے اس بات کو مان لیتے ہیں ۔ (۳) پر گو ان سب میں ایمان کا آغازسا تو نظر آیا مگر صرف ایک میں کمالیت کو پہنچا۔ اس میں شک نہیں کہ ان سب نے مسیح کی بات کو سچ مانا

کیونکہ اگر نہ جانتے تو کاہنوں کے پاس نہ جاتے وہ خوب جانتے تھے کہ کاہن شفا نہیں دے سکتے ۔ ان کا صرف یہ کام ہے کہ جب کوئی شفا یاب ہوجائے تو اس کی بابت چند رسومات کی تعمیل کے بعد سب کے سامنے منادی کردیں کہ یہ شخص صحت یاب ہوگیا ہے ۔ اوربس تاہم سوائے ایک کے اورکسی میں پورا ایمان نہیں پایا جاتا تھا۔ جہاں سچا اورکامل ایمان ہوتا ہے۔ وہاں نہ صرف مسیح کی بابت درست مانی جاتی ہے بلکہ اسی پر سچا بھروسہ اورتکیہ بھی کیا جاتا ہے کیونکہ ایمان داراسی کوسب برکتوں کا چشمہ سمجھاتا ہے۔ (۴)اس میں ان کی شکرگزاری اورنا سپاسی کے پرکھنے کا مطلب بھی چھپا ہوا تھا۔ اگران کو اسی وقت جبکہ انہوں نے درخواست کی تھی اوراسی جگہ جہاں درخواست کی تھی شفا مل جاتی تو ان کے لئے شکرگزاری ادا کرنا کچھ مشکل نہ ہوتا۔ مگر دور سے لوٹ کرآنا اورشکرگزاری ادا کرتا جب کہ وہ خود پاس نہ تھا اورنہ کوئی دوسرا شخص ان کو مجبورکرنے والا تھا بڑی ہمت کا کام تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت انہوں نے صحت کے آثار محسوس کرنے شروع کئے اس وقت کسی قدردورنکل گئے تھے۔ گو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کتنی دورنکل گئے تھے۔

(۵)جنابِ مسیح اس جگہ شریعت کے احکام کی عزت کرتے ہیں۔ تاکہ وہ جو اپنے تیئں اس کے محافظ بتاتے ہیں کسی طرح کی حرف گیری نہ کرسکیں ۔ (دیکھیں توریت شریف کتاب ِاحبار ۱۳باب ۲آیت ،بمقابلہ ۱۴باب ۲آیت)۔

آیت نمبر۱۵،۱۶۔پھر ان میں سے ایک یہ دیکھ کر کہ میں شفا پاگیا بلند آواز سے خدا کی حمد کرتا ہوا لوٹا۔ اور منہ کے بل جنابِ مسیح کے پاؤں میں گر کر ان کا شکرادا کرنے لگا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ مسیح کے حکم کے مطابق پہلے یروشلم کو گیا اور جب کاہنوں نے اس کو دیکھ لیا اور وہ اپنی قربانی چڑھا چکا اور لوگوں کو معلوم ہوگیاکہ وہ شفا پاگیا ہے تب لوٹ کرآیا۔ لیکن عبارت سے کوئی اس قسم کا خیال پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ برعکس اس کے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جب وہ کوڑھی کچھ فاصلہ طے کر گئے اور صحت کے آثار ان کو دکھائی دینے لگ گئے تب یہ شخص شکرگزاری کی روح سے بھرا ہوا واپس آیا تاکہ خدا کی حمد اوراپنے شفا بخشنے والے کا شکریہ ادا کرے۔ جس طرح نعمان الیشع کے پاس واپس آیا کہ اپنا ہدیہ گزرانے (۲سلاطین ۵باب ۱۵آیت) اسی طرح یہ شخص بھی اپنے پاک صاف کرنے والے کے پاس آیا ۔مگر باقی نو کبھی نہ لوٹے ۔چاہیئے

تھا کہ وہ بھی لوٹ کر آتے اور سیدنا مسیح کے پاؤں پر گرتے مگر انہوں نے کبھی اس بات کا خیال نہ کیا۔ یہ گناہ کیسا عام اور عالمگیر ہے؟ایک بزرگ نے خوب کہا ہے کہ جس طرح یہ لوگ پہلے مسیح کی مدد کے لئے اپنا منہ کھول کر چلاتے تھے اسی طرح ہم بھی "اپنا منہ جب تک کہ ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح اپنی برکتوں کا ہاتھ دراز نہیں کرتے کھولے رکھتے ہیں۔ مگر جب برکت مل جاتی ہے تو ایسے خاموش اور بے پرواہ ہوجاتے ہیں کہ گویا اس برکت نے ہمارا منہ بالکل بند کردیا ہے۔

اوروہ سامری تھا۔ چونکہ سامری یہودیوں کے نزدیک غیر قوموں سے بہت بہتر نہیں سمجھے جاتے تھے۔ لہذا حضرت لوقا کی انجیل میں جو کہ غیر قوموں کے لئے لکھی گئی اس بات کا مذکورہ کہ" وہ سامری تھا" خالی ازدلچسپی نہیں۔ یہ سامری جو غیر قوموں کے برابر سمجھا جاتا تھا لوٹ کر شکر گزاری کے لئے آیا اور بڑی بڑی برکتوں کا وارث ہوا۔ مگر وہ جو یہودی ہونے کہ سبب وعدے کے فرزند اور آل ابراہیم میں سے تھے ان میں سے کوئی واپس نہ آیا۔ کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ یہودی اپنی ناشکری کے سبب خدا کی بادشاہت سے

خارج ہوسکتے ہیں۔ اور غیر قوم اپنے ایمان سے اس کی لا زوال برکتوں میں شریک ہوسکتے ہیں۔

اس شخص کی شکر گزاری راست قسم کی تھی۔ وہ پہلے خدا کی تمجید کرتا ہے اور پھر اپنے شفا بخشنے والے کے پاؤں پر گرتا ہے۔

آیت نمبر ۱۸،۱۷۔جنابِ مسیح نے جواب میں کہا کہ کیا دسوں پاک صاف نہ ہوئے پھر وہ نو کہاں ہیں۔ کیا سوائے اس پردیسی کے اور کوئی نہ نکلا جو لوٹ کر خدا کی تمجید کرے۔

سیدنا مسیح جو جانتے ہیں کہ انسان میں کیا ہے ۔اور جو بار بار اپنے محسونوں کی ناشکری اور نا سپاسی دیکھ چکے ہیں ان نوکوڑھیوں کی ناشکری سے متعجب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا دسوں پاک صاف نہ ہوئے پھر وہ نو کہاں ہیں؟"گویا وہ خدا کی تمجید اورتوصیف کی امید ان لوگوں سے زیادہ رکھتا ہے جو وعدوں کے وارث اوراسرائیل کی جمہوری سلطنت میں شامل ہیں جو پردیسی نہیں کیونکہ وہ خدا کے لوگ اوراس کے خاندان میں شامل ہیں۔ یہاں یہودیوں اورسامریوں کا مقابلہ پایا جاتا ہے۔ وہ نو کہاں ہیں؟کیا ان لفظوں میں سے ایک افسوس ناک صدانہیں آتی ؟ ہمارے مالک ایک افسوس ناک سرگرمی

سے ان نو شفا یافتہ کوڑھیوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔ ہم یہ خیال نہ کریں کہ سیدنا مسیح اس جگہ اپنی عزت کے خواہشمند ہیں۔ وہ اپنی عزت کی اتنی پروا نہیں کرتے جتنا ان کو اس بات کا خیال ہے کہ خدا کی وہ شکر گزاری جو اپنے انسانی محسنوں اور فیض رسانوں کی طرف مخاطب ہوکر ایک کلمہ بھی نہیں کہتی۔ دل سے پیدا نہیں ہوتی ۔ اس سامری نے خدا کی حقیقی بڑائی کی کہ وہ اس کے پاؤں پر جس نے اس کو شفا بخشی تھی آگرا۔ مسیح خوب جانتے تھے کہ یہودیہ میں میرے بر خلاف کیسی سازشیں ہورہی ہیں۔ مگر باوجود اس علم کے وہ پھر اس جگہ جو گلیل کی سرحد پر واقعہ تھی اپنی شفا بخش محبت کو آشکارا کرتے ہیں۔ پر انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اب حالت بہت بدل گئی ہے۔ کیونکہ ایک دفعہ پہلے جب صرف ایک کوڑھی کو شفا بخشی گئی تو سینکڑوں زبانیں آپ کی تعریف میں زمزمہ پرداز ہوئیں۔ مگر اب دس پاک صاف کئے گئے اوران میں سے نو بے پروا نکلے ۔ اوران میں سے کسی نے ایک لفظ شکریہ میں نہ کہا اورنہ گاؤں کے لوگوں میں سے کسی نے اس کی محبت اورقدرت کو پہچانا ۔ وہ اس آخری سفر میں بھی شریعت اور کہانت کی عزت کرتا ہے ۔ مگر لوگ پھر بھی بدسلوکی سے پیش آتے ہیں۔ اس بات کا احساس ہمارے مولا کے دل کو

افسوس سے بھر دیتا ہے ۔ کیونکہ اس نے اپنے تیئں ان کوڑھیوں کو پاک صاف کرکے ہمدرد سردار کاہن ثابت کیا ۔ مگر اب لوگوں کی بے قدری اور بے پروائی کے وسیلے دیکھتا ہے کہ لوگ اپنے مسیح موعود کی حقارت کرتے ہیں۔ لہذا اس کے کلام سے ایک قسم کا افسوس اور ایک قسم کا شکوہ ٹپکتا ہے ۔ اوراس کا شکوہ بے جا نہیں کیونکہ جب ہم اس معجزے کی بے نظیر خاصیت پر غور کرتے اورساتھ ہی اس بات کو سوچتے ہیں کہ جنہوں نے شفا پائی وہ کسی طرح کا استحقاق نہیں رکھتے تھے۔ اورنیز جب اس برکت کی عظمت کو جو انہیں ملی دیکھتے ہیں۔ تو ماننا پڑتا ہے کہ اس کی شکائت بجا تھی۔ مگر یہی شکائت جو ایک طرف اس کے دلی رنج اورافسوس کو ظاہر کرتی ہے دوسری جانب اس آدمی کو شکر گزاری کی تعریف کرتی ہے جو خدا کی بڑائی کرتا ہوا لوٹا اورآپ کے پاؤں پر گرا۔

آیت نمبر ۱۹۔پھر اس سے فرمایا اٹھ کر چلا جاتیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا۔

یہی اکیلا ان مبارک الفاظ کو سننے کی برکت سے مالا مال ہوتا ہے ۔ اسے شروع میں ایک ادنیٰ برکت یعنی جسم کی صحت نصیب ہوئی مگراس نے اپنے شفا بخشنے والے کی بزرگی ظاہر کی اوراس کا شکریہ ادا

کیا۔ اس کے صلہ میں اس کو بڑی برکت ملی اس کی روح کا کوڑھ بھی جاتا رہا۔ اس کا لوٹ کر مسیح کے پاس آنا۔ اس کا خدا کی تمجید کرنا۔ اس کا مسیح کے پاؤں پر گرنا۔ اور مسیح کا اسے قبول کرنا اوراس کی طرف مخاطب ہوکر یہ فرمانا " تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا" وغیرہ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ نہ صرف اس کے جسم کا کوڑھ دور ہوا بلکہ اس کا روحانی کوڑھ بھی جاتا رہا۔ کئی مفید باتیں ہم اس بیان سے سیکھ سکتے ہیں (۱)یہ کہ ہم ایمان لائیں کہ مسیح ہمارے کوڑھ کو دور کرسکتے ہیں ۔ہم اس کے کلام کو سچا سمجھیں یعنی جب وہ یہ کہتے ہے کہ جو کوئی مجھ پر ایمان لاتا ہے ہلاک نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا تو ہم اس کی بات کو مانیں۔ اس کی روح پاک کی قدرت پر جو ہماری کمزوریوں اور بیماریوں اور ناپاکیوں کو دور کرنے والی روح ہے ایمان لائیں اوراسے اپنے دلوں میں قبول کریں۔ اور جو وسائل فضل کے اس نے ہماری روحانی زندگی کی تقویت کے لئے مقرر کئے ہیں انہیں کام میں لائیں ۔ اگر ہم ایسا کریں تو جو اس کا وعدہ ہے وہ پورا ہوگا۔ (۲)دوسری بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ ہم کبھی اپنی پہلی بیماریوں کو جن سے مسیح نے ہم کو شفا بخشی ہے بھول نہ جائیں۔ ان نوکوڑھیوں نے اپنے کوڑھ کو یاد نہ رکھا۔ وہ گویا

ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ ہم کبھی بیمار ہی نہیں ہوئے۔ پر لازم ہے کہ اپنی پہلی آزمائشوں کو پہلی تکلیفوں کو ہمیشہ یاد رکھیں تاکہ وہ ہمیں اس کے پاؤں کے پاس لائیں جس نے ہم کو گناہ کے کوڑھ سے رہائی دی۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔ایمان کی آنکھ وہ آنکھ ہے جو اس بات کو پہچانتی ہے کہ مسیح نہ صرف ہمارے کوڑھ کو دور کرنے کی قدرت رکھتے ہیں بلکہ اسے دور کرنے کے لئے رضا مند بھی ہیں۔

۲۔وہ ہمارے ایمان کو خوشی سے دیکھتے ہیں۔ عجیب طرح سے آزماتے ہیں پر کبھی شرمندہ نہیں ہونے دیتے۔ دیکھئے ان کوڑھیوں کے ایمان کو اس نے دیکھا آزمایا اور اپنی شفا بخشی سے مالامال فرمایا۔

۳۔جناب مسیح کی مدد کا مطلب اور مقصد یہ ہے کہ ہم اس بات کو پہچانیں کہ سچی مدد کا منبع وہی ہے کہ ہم اسکی مدد کو شکرگزاری کے ساتھ قبول کریں۔ اور اسکے وسیلے پاکیزگی میں ترقی کریں۔ ان کوڑھیوں میں سے صرف ایک نے اس مطلب کو پہچانا۔

۴۔ایک توجہ طلب سوال۔ نو کہاں ہیں ؟اس سوال سے اورکئی سوال پیدا ہوتے ہیں شفا پانے سے پہلے وہ کہاں تھے؟ اب کہاں ہیں؟بعدمیں کہاں ہوں گے ؟اس میں سے صرف ایک لوٹا اورنوچلے گئے ۔کیوں ؟اپنی ناشکری کے سبب شائد اب بھی یہی نسبت پائی جاتی ہے ۔یعنی ہر دس میں سے مشکل سے ایک شکر گزار ملتا ہے ۔ یہ نو کوڑھی شائد جلد جلد جاکر اپنے دوستوں کو خوشی کی خبر دینا چاہتے تھے کہ ہم اچھے ہوگئے ہیں۔ شائد وہ ہیکل میں جاکر ضروری رسومات کو جلد جلد ادا کرنا چاہتے تھے تاکہ ان سوشل حقوق کو جو سب بیماری کے چھن گئے تھے پھر واپس پائیں لیکن ان میں سے ایک ان سب باتوں کو بھول جاتا ہے اورصرف ایک ہی بات یاد رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اپنے شفا بخشنے والے کا شکریہ اداکرے ۔ اوراس کے صلہ میں اس نے زیادہ برکت پائی چنانچہ جنابِ مسیح نے اسے فرمایا "تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا۔"

۵۔مقابلہ ۔ان کوڑھیوں کی سرگذشت سے معلوم ہوتا ہے۔(۱)کہ اگر ایک طرف غائت درجہ کی تکلیف یادکھ ہے تو اس کے مقابلہ میں دوسری طرف غائت درجہ کی رحمت بھی ہے (۲)بہت لوگ غائت درجہ کے ناشکر گزار ہیں۔ صرف ایک غائت درجہ کا شکر گذرا ہے

(۳)اسرائیلی اپنی ناشکری کے سبب اعلیٰ برکت سے محروم رہتے ہیں۔ مگرایک اجنبی بڑی برکت سے مالا مال ہوتا ہے۔

۶۔سچی شکر گزاری خدا کی برکتوں کا اقرارکرتی تعریف اورتمجید کے گیتوں میں ظاہر ہوتی مسیح کے پاؤں پر گرکر فروتنی کے پیرایہ میں اپنے تیئں آشکارا کرتی ہے۔

۷۔جنابِ مسیح کے حیرت افزا احکام کا مقصد سوائے اس کے کہ اس کے بندوں کا ایمان زیادہ مضبوط ہو اور کچھ نہیں ہوتا دیکھوکوڑھی ابھی اچھے نہیں ہوئے کہ وہ انہیں حکم دیتا ہے کہ تم جاکر اپنے آپ کوکاہن کو دکھاؤ۔مگراسی عجیب حکم میں ان کے ایمان کی تقویت اورجسموں کی صحت کا وعدہ نہاں تھا۔ اس سے ہم یہ بھی سیکھتے ہیں کہ جوکچھ مسیح کے قول کے مطابق ایمان سے کیا جاتا ہے وہ بے نتیجہ نہیں رہتا۔

۸۔خدا کی شکرگزاری حقیقت میں مسیح کی شکرگزاری کے وسیلے ادا ہوتی ہے۔

۹۔جو خدا کی برکت کی قدرکرتے وہ زیادہ برکت پاتے ہیں۔

۱۰۔ہم شمارکی کثرت کی پروا نہ کریں۔ نو نہ شکروں کی سنگت چھوڑکر ایک شکرگزاری کی صحبت اختیارکرنا بہتر ہے۔

۱۱۔ دیکھیں جنابِ مسیح کس طرح لوگوں کی ناشکرگذاری کی شکائت کرتے ہیں؟کیا یہ شکائت ہم پر بھی عائد ہوتی ہے یا ہم اس کی رحمتوں کے سبب اس کے پاؤں پر گر اس کے نام کی تمجید کرتے ہیں۔

سور فینکی عورت کی بیٹی کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق ۱۵باب ۲۱تا ۲۸آیت ،حضرت مرقس ۷باب ۲۴تا ۳۰آیت)

آیت نمبر ۲۱۔پھر جنابِ مسیح وہاں سے نکل کر صور اور صیدا کے علاقہ کو روانہ ہوئے۔

وہاں سے ۔غالباًکفرناحوم سے نکل کر۔

آپ کے جانے کا سبب یہ تھا کہ ایک تو چوتھائی ملک کا حاکم ہیرودیس آپ سے حسد کرتا تھا (حضرت متی ۱۴باب۱آیت)اورپھر فریسی بھی آپ کی جان کے درپے تھے (حضرت متی ۱۲باب ۱۴آیت ،۱۵باب ۱و۱۲آیت)۔لہذاآپ مجبورہوئے کہ دوسری جگہ جاکر جو کہ ہیرودیس کے حدود سے باہر تھی پناہ گزین ہو۔

لیکن اس سفر کے متعلق جو بات زیر بحث ہے وہ یہ ہے کہ آیا ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح اس موقعہ پر صرف صوراورصیدا کی حدود تک پہنچے یا ملک فینکی کے اندربھی داخل ہوئے۔ اورجن لفظوں کے سبب بحث برپا ہوتی ہے وہ الفاظ "علاقے "(حضرت متی ۱۵باب۲۱آیت)"سرحدوں"(حضرت مرقس ۷باب ۲۴و۳۱آیت

اورحضرت متی ۱۵باب ۲۲آیت)ہیں ۔ جس لفظ کا ترجمہ علاقہ کیا گیا ہے اس کے اصل معنے " حصوں" یا "ٹکڑوں" کے ہیں۔ مطابق اس ترجمہ کے آئت کو گویا اس طرح پڑھنا چاہئیے۔ "پھر مسیح وہاں سے نکل کر صوراورصیدا کے حصوں کو روانہ ہوئے ۔" البتہ اس کا مطلب صوراورصیدا کے علاقہ ہی سے ہے ۔ پرانے ترجمہ میں اطراف آیا ہے۔

اب بعض لوگ تو یہ مانتے ہیں کہ ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح یہودیوں کے ملک کی سرحدوں سے پرے کبھی نہیں گئے ۔ وہ حضرت متی کے "علاقے "کو جوآیت ۲۱میں آیا ہے متی کی سرحدوں کے ساتھ جوآیت ۲۳میں مستعمل ہے اورحضرت مرقس کی "سرحدوں " کے ساتھ جو حضرت مرقس ۷باب ۲۴آیت میں مذکورہے مقابلہ کرکے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ وہ صرف سرحدوں تک پہنچے ۔ مگر صوراور صیدا کے علاقہ میں نہیں گئے۔ اوراس تائید میں یہ کہتے ہیں کہ اس کا شخصی کام صرف یہودی ملک کے ساتھ مخصوص تھا۔ او رکہتے ہیں کہ ماسوائے اس کے صاف بتایا گیا ہے کہ جو عورت اس وقت آپ کے پاس آئی وہ سرحدوں سے نکل کر آئی تھی۔

لیکن جو یہ مانتے ہیں کہ وہ صور اور صیدا کے علاقہ میں داخل ہوئے اپنے دعوے کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ حضرت متی ۱۵باب ۲۱آیت میں "سرحدوں" کا لفظ نہیں آیا بلکہ "حصوں" کالفظ آیا اوراس کے معنی سرحد کے نہیں ہوتے ۔ بلکہ جہاں جہاں اورجگہ یہ لفظ آیا ہے (حضرت متی ۲باب ۲۲آیت ،۱۶باب ۱۳آیت ،حضرت مرقس ۸باب ۱۰آیت ،اعمالرسل ۲باب ۱۰آیت ،۱۹باب ۱آیت ،۲۰باب ۲آیت)اور ان مقاموں میں کسی جگہ اس سے سرحد مراد نہیں۔ اس خیال کے ماننے والے اس مشکل کو محسوس کرتے ہیں کہ حضرت متی جو لفظ استعمال کرتے ہیں اس سے تو ملک کا اندرونی حصہ مراد لیا جاسکتا ہے مگر حضرت مرقس ۷باب ۲۴آیت میں صاف "سرحدوں"کا لفظ کام میں لاتا ہے۔مگراس دقت کو دورکرنے کے لئے وہ حضرت مرقس ۷باب ۳۱آیت پیش کرتےہیں جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ مسیح "پھر صور کی سرحدوں سے نکل کر صیدا کی راہ سے دکپلس کی راہ ہوتے ہوئے گلیل کی جھیل پر پہنچے ۔ گویا صور کی سرحدوں سے نکلنا اورصیدا کی راہ سے جانا ثابت کرتا ہے کہ وہ ملک فینکی کے اندرونی حصہ سے گذرے۔ وہ لوگ جو مسیح کے صوراور صیدا کے علاقہ میں داخل ہونے کو مانتے ہیں کہتے ہیں کہ وہ وہاں پر

کام کرنے نہیں گئے تھے۔ لہذا یہ کہنا کہ چونکہ وہ بذات خود صرف بنی اسرائیل میں کام کرنے آیا تھا صوراورصیدا کے علاقہ میں جا نہیں سکتا تھا بڑا زبردست اعتراض نہیں۔

صوراورصیدا۔ سیدنا مسیح نے ان شہروں کے علاقہ کو غالباً اس لئے چن لیا کہ وہ نزدیک تھا۔ اوریہ شہر اس شرارت کے لئے جو بڑے بڑے شہروں میں ہوا کرتی ہے مشہور تھے اوریہاں بعل کی پوجا کی جاتی تھی ان شہروں کی شرارت کا ذکر اکثر جوئیل ،عاموس ،یسعیاہ اور یرمیاہ نے کیا ہے۔ اورخاص کر صورکی بربادی کا حزقئیل نے کیا ہے (باب ۲۶آیت ۲۸)۔

آیت نمبر۲۲۔اوردیکھو ایک کنعانی عورت ان سرحدوں سے نکلی اورپکارکر کہا اے مالک ابن داؤد مجھ پررحم کریں۔ ایک بدروح میری بیٹی کوبری طرح ستاتی ہے ۔

حضرت مرقس اس سے پہلے یہ بھی بتاتے ہیں کہ "وہ ایک گھر میں داخل ہوئے اورنہیں چاہتے تھے کہ کوئی جانے مگرپوشیدہ نہ رہ سکے (حضرت مرقس ۷باب ۲۴آیت)جس طرح مشک چھپا نہیں رہتا بلکہ اس کی مہک ہر جگہ پھیل جاتی ہے اسی طرح جنابِ مسیح بھی چھپ نہیں سکتے تھے۔ اورجن لوگوں کو ان کی شمیم خلق نے اپنی

طرف کھینچا ان میں سے ایک یہ عورت تھی۔ حضرت متی کہتے ہیں کہ یہ عورت کنعانی تھی اورحضرت مرقس بتاتے ہیں کہ وہ یونانی اور قوم کی سورفینکی تھی (حضرت مرقس ۷باب ۲۶آیت)۔

قدیم زمانہ میں فینکی کنعانی کہلاتے تھے (بائبل شریف کتاب قضات ۱باب ۳آیت) یعنی وہ اس قوم سے علاقہ رکھتے تھے جنہوں نے بعد میں اس تمام سرزمین کو کنعان کا نام دیا۔ اغلب ہے کہ یہودی یہ نام فینکی کے تمام باشندوں کو دیتے رہے گو ان میں سے جو بعد میں آکر بسے کئی مختلف قوموں کے ہوں گے ۔ حضرت متی کی انجیل کے پڑھنے والے جو بالتخصیص یہودی تھے فوراً لفظ "کنعانی" سے سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ عورت غیر قوموں میں سے تھی۔ لیکن حضرت مرقس جو غیرقوموں کے لئے لکھ رہے ہیں بتاتے ہیں کہ وہ یونانی تھی اورقوم کی سورفینکی تھی۔ ٹرنچ صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے لفظ سے اس کا مذہب اوردوسرے سے اس کا حسب نسب ظاہر ہوتا ہے ۔ اورسورفینکی اس واسطے کہا کہ لبیا اورکارتھج کے فینکوں سے امتیازکی جائے۔

سرحدوں سے نکلی ۔ یعنی صوروغیرہ کے علاقہ سے نکلی ۔ اورپکارکر کہا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زور سے چلائی تھی اوراس کی تصدیق

شاگردوں کے الفاظ سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں "ہمارے پیچھے چلاتی ہے" حضرت مرقس کے بیان سے جو مسیح کے ایک گھر میں داخل ہونے کا ذکر کرتا ہے اور پھر اس عورت کے فی الفور آنے کا حال رقم کرتا ہے ایسا خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ گویا جنابِ مسیح کی اور اس عورت کی ملاقات اس گھر میں ہوئی جہاں وہ تشریف رکھتے تھے۔ مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ حضرت متی کی تحریر کے مقابلہ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں آکر پہلے ایک گھر میں اترے ۔ اور پھر جب ایک دن اپنے شاگردوں کے ساتھ جارہے تھے تو یہ عورت مدد کے لئے چلاتی ہوئی آپ کے پیچھے ہولی۔

مجھ پر رحم کریں ۔ غورطلب بات ہے کہ یہ عورت یہ نہیں کہتی کہ میری بیٹی پر رحم کریں بلکہ یہ کہتی ہے کہ مجھ پر رحم کریں۔ اس کی بیٹی کا دکھ گویا اس کا دکھ ہے ۔ کیا ہم اپنے بیٹے اور بیٹیوں کے روحانی امراض کے لئے ایسے رنجیدہ اور غمگین ہیں کہ گویا ہم خود بیمار ہیں۔ اور جنابِ مسیح کے پاس بار بار جاکر کہتے ہیں۔ اے مالک مجھ پر رحم کریں۔ میرے بیٹے یا بیٹی کو یہ بیماری ہے ۔

ابن داؤد۔ ان لفظوں کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جنابِ مسیح کو مسیح موعود سمجھتی تھی۔ اور یہ علم اس کے لئے نا ممکن

نہ تھا کیونکہ وہ یہودیوں کے ملک کے پاس رہتی تھی اور غالباً سارپت کی عورت کی طرح سچے خدا کی بندگی اور عبادت کرنے والی تھی۔ اور تعجب نہیں کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جو صور اور صیدا سے گئے تھے (حضرت مرقس ۳باب ۸آیت)گئی ہو۔ اور جنابِ مسیح کی باتوں کو سنا ہو۔

ایک بدروح میری بیٹی کو بری طرح ستاتی ہے ۔ حضرت مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لڑکی چھوٹی تھی ۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ " جس کی چھوٹی بیٹی میں ناپاک روح تھی (حضرت مرقس ۷باب ۲۵آیت)ناپاک روحوں پر ہم پہلے ایک دوجگہ بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔

آیت نمبر۲۳۔ مگر جنابِ مسیح نے کچھ جواب اسے نہ دیا۔ اور آپ کے شاگردوں نے پاس آکر آپ سے یہ عرض کی کہ اسے رخصت کردیں کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلاتی ہے۔

وہ عورت آپ کی شہرت سن کر آئی تھی۔ اس نے سنا ہوگا کہ ابن آدم رحمت اور فضل مجسم ہیں۔ اور جو ان کے دردولت پر جاتا ہے خالی ہاتھ نہیں لوٹتا۔ بلکہ وہ خود دعوت دیتے ہیں کہ جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہوئے ہیں میرے پاس آئیں اور میں انہیں آرام دوں گا ۔ لیکن یہاں آکر وہ دگر گوں حالت پاتی ہے ۔ وہ اس کی بات کا جواب

تک نہیں دیتے ۔ ٹرنچ صاحب اس موقعہ پر بزرگ کری ساسٹم کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ " کلمہ ایک کلمہ نہیں بولتا۔ چشمہ فیض گویا بند ہوگیا ہے ۔ حکیم اپنی ادویات کے دینے سے دریغ کرتا ہے "شاگرد آپ سے عرض کرتے ہیں کہ اسے رخصت کردیں ۔ ٹرنچ صاحب کہتے ہیں کہ گویا وہ اپنے تیئں اپنے مالک سے زیادہ نرم دل اور کریم النفس ظاہر کرتے ہیں۔ وہ گویا یہ کہتے ہیں کہ اس کی منت کو سنئیے اور اسے جانے دیجئے مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ درحقیقت ان کی یہ درخواست خود غرضی پر مبنی تھی وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کے چلانے سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوکر ان کو تکلیف دیں۔ یا وہ کسی طرح معرض خطر میں گرفتار ہوجائیں۔ کیا ہم اس سے یہ نہیں سیکھتے کہ ایک قسم کی وہ مدد یا خیرات بھی ہے جس میں دلی محبت شامل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی جڑ میں یہ غرض نہاں ہوتی ہے کہ مدد دینے والا اپنا پیچھا چھڑائے ۔ جس طرح بے انصاف قاضی نے بیوہ کا انصاف اس ڈر کے مارے کیا کہ اگر وہ باربار آتی رہی تو مجھے حیران کردے گی اسی طرح بہت دفعہ غریبوں کی مدد کی جاتی ہے تاکہ ہم خود آرام پائیں۔

ایک شخص نے خوب کہا ہے کہ اگر سچ پوچھا جائے تو شاگردوں کی یہ درخواست بجائے اس کے کہ اس عورت کے حق میں مفید ہو درحقیقت اس کے خلاف تھی کیونکہ وہ اسے رخصت کرنے کو کہتے ہیں۔ دوسرے پرمعنی الفاظ میں یوں کہیں کہ وہ اسے دعا کرتے ہیں کہ وہ اسے روانہ کردے ۔ ہم کئی باتیں اس عورت کے برخلاف پاتے ہیں جو ایمان کو گویا ایک طرح چکنا چورکرنے والی تھیں۔ مسیح کی ظاہری بے توجہی اس کے خلاف تھی۔ شاگردوں کی دعا اس کے بر خلاف تھی اور مسیح کا جواب جو بعدمیں اس کو ملتا ہے وہ بھی سراسر ہمت پست کرنے والا تھا مگرپھر بھی یہ عورت بے دل نہیں ہوتی۔

مسیح کی خاموشی اورعورت کا چلانا غورطلب مقابلہ ہے ۔ اس سے عورت کے ایمان نے ترقی کی ۔ اوروہ مضبوط اورظاہر ہوا۔ اب بھی یہی حال ہے۔ اگر ہم خداوند کی حکمت اور محبت پر بھروسہ رکھ کر مانگتے جائیں تو وہ جوکچھ ہمارے لئے بہتر سمجھے گا ہمیں دے گا ۔ جب وہ جواب دینے میں دیر کرتا ہے تو اس وقت بھی اس کو ہماری بہتری مدنظر ہوتی ہے ۔ شاگردوں نے مسیح کی ظاہری بے توجہی کی حکمت اورمحبت کو نہ پہچانا۔

آیت نمبر ۲۴۔سیدنا مسیح نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اورکسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔

جناب مسیح کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی درخواست کا ضرورکچھ نہ کچھ یہ مطلب تھا کہ وہ اس کی منت کو سن کر اس کا جواب دے ۔ اورما سوائے اس کے کہ ایک اورسبب بر خلاف اس خیال کے کہ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ وہ اس کو جانے کا حکم دے یہ ہے کہ انہوں نے اب تک کبھی اسے کسی کو خالی ہاتھ بھیجتے نہیں دیکھا تھا۔ تاہم کامل محبت ان کے دل میں نہ تھی۔ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا۔ مقابلہ کریں (حضرت متی ۱۰باب ۶آیت کے ساتھ اور یسعیاہ ۵۳باب ۶آیت ،یرمیاہ ۵۰باب ۶آیت ،حزقیل ۳۴باب ۵آیت)میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں۔ ہمارے مالک نے اپنا کلام قریباًبنی اسرائیل یا یہودیوں پر ہی محدود رکھا ۔ اگوآپ نے یہ بھی کہا کہ میری اوربھیڑیں بھی ہیں۔ جو اس بھیڑسالہ کی نہیں ہیں (حضرت یوحنا ۱۰باب ۱۶آیت)پس یہ اعزازیہودی قوم کو حاصل ہوا کہ پہلے انجیل کی خوش خبری انہیں سنائی جائے ۔ (حضرت لوقا ۲۴باب ۴۷آیت ،اعماالرسل ۱۳باب ۴۶آیت ،خط

اہل۔رومیوں ۱باب ۱۶آیت)پر ہمارے مالک نے باربار اس بات کو ظاہر کیاکہ یہ تخصیص مدت تک نہ رہے گی ۔ (حضرت متی ۸باب ۱۱آیت ،۱۰باب ۱۸آیت ،۲۱باب ۴۳آیت ،۲۲باب ۹آیت ،۲۴باب ۱۴آیت)۔

او رہم جانتے ہیں کہ آپ نے کئی غیر قوم بیماریوں کو شفا بخشی ۔(حضرت متی ۴باب ۲۴آیت ،۱۵باب ۳۰آیت)پر یہ سب یہودیوں کی سرزمین میں واقع ہوا۔ مگر اب وہ جیسا اوپر بتایا گیا غیر قوموں کی سرزمین میں تھا لہذا وہ عام طور پر اپنا کام شروع نہیں کرسکتے تھے۔ یہودیوں کی سرزمین میں ہی فقط کام کرنے کا یہ مطلب تھا کہ وہ اس قوم کو تیار کریں تاکہ اس کے وسیلے دنیا کی قوموں کو اس کی انجیل کی برکت پہنچائی جائے (خط اہلِ رومیوں ۵باب ۸تا ۱۰آیت)اس کی یہ تجویز تھی کہ جب میرا شخصی کام تمام ہوجائے تب میرے شاگرد یروشلم میں اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں اور دنیا کے کناروں تک میرے گواہ ہوں (اعمالرسل ۱باب ۸آیت)اگر جناب مسیح ا س کام کوآپ نے اپنے رسولوں کے لئے رکھ چھوڑا تھا اور جسے وہ اپنے کام کاایک حصہ سمجھتے تھے (حصرت یوحنا ۱۰باب ۱۶آیت)پہلے ہی سے شروع کردیتے تو مسیح کے کام کی خاصیت اور مقصد کے بر خلاف

ہوتا ۔ یہودی قوم کی تیاری اس خیال کو قبول کرنے کے لئے غیر قومیں بھی مسیح کی بادشاہت میں حصہ پائیں گی بہت آہستہ آہستہ ہوئی جیسا کہ اعمال کی کتاب سے روشن ہے اگر مسیح اپنا کام یک بارگی غیر قوموں کے درمیان شروع کردیتے تو یہودی بالکل منحرف ہوجاتے ۔

لیکن اس عورت کے سچے ایمان اور فروتن اصرار کے سبب آپ نے اس ملک میں بھی معجزہ دکھایا اوراس کی مدد کی ۔ "نہیں بھیجا گیا " جناب مسیح کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ پروردگار کے ماتحت ہیں۔ اوریہ مقام ان مقاموں میں سے ہے جہاں جنابِ مسیح جو الہٰی انسان اوردرمیانی تھے ۔ اپنے عہدے اورکام کے لحاظ سے ایسا کلام استعمال کرتے ہیں پس یہ اس خیال کے برخلاف نہیں ہے کہ وہ پروردگار کے ہمتا (یعنی مثل) بھی تھا (حضرت یوحنا ۲ باب ۱ آیت ،خط اہل رومیوں ۹ باب ۵ آیت)۔

آیت نمبر ۲۵۔ مگر اس نے آپ کو سجدہ کیا اور کہا ۔ اے مالک میری مدد کریں۔

انہیں سجدہ کیا۔ جھک کر اوراگر کر آپ کی تعظیم کی پر اس سے غالباً یہ مطلب نہیں کہ آپ کو خدا سمجھ کر سجدہ کیا۔ فعل سجدہ کیا

ماضی استمراری ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کو سجدہ کرتی رہی۔ اب جنابِ مسیح اس کو وہی جواب دیتے ہیں اور زیادہ سختی کے ساتھ جو آپ کے شاگردوں کو دیا تھا۔ چنانچہ۔

آیت نمبر ۲۶۔ آپ نے جواب میں کہا کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوروں کو ڈال دینی اچھی نہیں۔

اب ہمارے مالک جیسا ہم نے اوپر کہا اس عورت کو بھی یہ بتاتے ہیں کہ مسیح کی بادشاہت کے فوائد یہودیوں کے ساتھ خاص ہیں۔ البتہ ا سکا مطلب جیسا ہم اوپر بتا آئے ہیں یہ بھی تھا کہ آپ کی شخصی خدمت اسی قوم کے لوگوں کے درمیان محدود تھی۔ زاں بعد آپ کے شاگردوں کے وسیلے مسیحی برکتیں اور قوموں کے پاس پہنچنے کو تھیں۔

آیت نمبر ۲۷۔ اس نے کہا ہاں مالک کیونکہ کتورے بھی ان ٹکڑوں میں سے کھاتے ہیں جو ان کے مالکوں کی میز سے گرتے ہیں۔

اس عورت کے جواب سے نہ صرف ا س کی فروتنی اور ایمان مترشح ہے بلکہ اس کی خدادا دانائی اور ہوشیاری بھی ٹپکتی ہے۔ شائد یہ دانائی اور ہوشیاری مادرانہ محبت اور درد سے پیدا ہوئی گی کیونکہ وہ

اس سخت کلام کوجوآپ کی گویا دل شکنی اورمایوسی کے لئے کہا گیا تھا ایک دلیل اپنی بہبودی اوربہتری کے لئے بنالیتی ہے ۔

آیت نمبر۲۸۔اس پر جنابِ مسیح نے جواب میں اس سے کہا اے عورت تیرا بڑا ہی ایمان ہے جیسا تو چاہتی ہے تیرے لئے ویساہی ہو۔ اوراس کی بیٹی نے اسی گھڑی شفا پائی۔

سیدنا مسیح اس جگہ اس عورت کے ایمان کی تعریف اسی طرح کرتے ہیں کہ جس طرح آپ نے صوبہ دار کے ایمان کی تعریف کی تھی (حضرت متی ۸ باب ۱۰آیت)وہ بھی غیرقوم تھا۔ دنیا ہمیشہ جہاں بزرگی اورعظمت دیکھتی ہے تعریف کرتی ہے۔ لوگوں کی تیزی عقل جودت طبع متانت مزاج خوبے علم اورکثرت مال اورشجاعت بے مثال کے لئے تعریف کی جاتی ہے۔ مگرمسیح یہاں اس عظمت کی جو حقیقی عظمت ہے اورایسے لفظوں میں جن سے بڑھ کراوروسیع نہیں ہوسکتے تعریف کرتے ہیں حضرت مرقس میں ہے "اس کلام کے سبب جا ۔" غالباً یہ لفظ جنابِ مسیح نے اس کے ایمان کی تعریف کرنے کے بعد فرمائے ہوں گے ۔ حضرت متی کہتے ہیں کہ "جیسا چاہتی ہے تیرے لئے ویسا ہی ہو"ٹرنچ صاحب فرماتے ہیں کہ "وہی

جس کے سلوک سے پہلے معلوم ہوتا تھا کہ گویا اس پر ذرا مہربانی نہیں کرے گا۔ اب اپنے فضل کے گنج کے دروازے کھول دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جو تجھے چاہیئے لے جا۔ کچھ عرصہ کے لئے اس نے اس کو وہ سختی دکھائی جو یوسف نے اپنے بھائیوں کی دکھائی تھی۔ مگر وہ یوسف کی طرح اس سختی کو دیر تک کام میں نہ لاسکے۔ یا یوں کہیں کہ جس قدر دیر کی ضرورت تھی اسی قدر دیر لگائی اور اس سے ایک منٹ زیادہ تاخیر کرنا روا نہ رکھا۔ پس اس عورت کے جواب کے بعد جو ایسے ایمان سے دیا گیا جس میں شک نہ تھا تو خیر کرنے کی ضرورت نہ رہی ۔" ہمارا خداوند اس کی فروتنی کی تعریف نہیں کرتا گو وہ بہت بڑی صفت تھی۔ کیونکہ وہ ایمان سے خاکساری پیدا ہوتی ہے ۔ اور دونوں حالتوں میں یہ اولاد اپنی اپنی اصل جڑ کی تقویت کا باعث ہوتی ہے ۔ اس کے ایمان سے وہ اثر پیدا ہوا جو کہ یعقوب کے اصرار کے مطابق تھا۔ وہ بھی اسی ازلی کلمہ سے ایمان کی کشتی لڑا (توریت شریف کتاب پیدائش ۳۲باب ۲۴آیت)اس وقت یہ ازلی مجسم نہ تھا مگراب مجسم تھا۔

اسی گھڑی ۔ (دیکھیں حضرت متی ۸باب ۱۳آیت ۹باب ۱۰آیت)حضرت مرقس یہ بھی بتاتے ہیں کہ "اس نے اپنے گھر میں

جاکر دیکھا کہ لڑکی پلنگ پر پڑی ہے اوربد روح نکل گئی ہے جو آرام اس کو ایک مدت سے نصیب نہیں ہوا تھا اب مل گیا۔

نصیتحیں اور مفید اشارے

۱۔سیدنا مسیح صور اور صیدا جاتے ہیں (۱)ہیرودیس کی دشمنی اور حسد کے سبب سے (۲)اپنے ہم وطنوں کے منصوبوں کے سبب سے مگر جہاں جاتے ہیں وہیں نیک کام کرتے ہیں (حضرت متی ۱۴باب ۱۴آیت ،۱۵باب ۲۸تا ۳۰آیت ،۱۷باب ۱۸آیت)۔

۲۔سورفینکی عورت مسیح پر ایمان لاتی ہے مسیح کے سخت کلام کی برداشت کرتی ہے مسیح کے انکار کو ایک زور آور دلیل میں تبدیل کرتی ہے اپنی مراد پاتی اوراعلیٰ قسم کی تعریف سے خوش وقت ہوتی ہے۔

۳۔جب مسیح کے چہرے پر خاموشی اور سختی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اس وقت بھی محبت اس کے دل میں نہاں ہوتی ہے ۔

۴۔دیکھیں یہ عورت اپنی بیٹی کے دکھ کو کس طرح اپنا بناتی ہے۔ کیا ہم اپنے بچوں کی روحانی بیماریوں کو ایسا محسوس کرتے ہیں کہ گویا ان کا مرض ہمارا مرض ہے۔ یہ سبق ماں باپ کے لئے نہائت ضروری ہے ۔

۵۔مسیح کی دیر ہمیشہ پر مطلب ہوتی ہے ۔ اچھے نتیجے پیدا کرتی ہے۔ مریم اور مارتھا چاہتی ہیں کہ وہ جلد آئے اور لعزر کو بیماری سے بچائے پر اگر وہ دیر نہ کرتے تو ہم کب اسکی زبان سے وہ کلمات سنتے جو اس نے لعزر کے مرنے کے بعد آکر بیان فرمائے۔ "قیامت اور زندگی میں ہوں۔"

۶۔اگر یہ عورت پہلی دفعہ مانگ کر اپنی مراد پالیتی تو دعا کے اصرار کی خوبی اس پر ظاہر نہ ہوتی ۔لیکن اب اس نے سیکھ لیا کہ اگر ایک دفعہ کے مانگنے سے جنابِ مسیح نہ سنے تو مجھے بہ دل نہ ہونا چاہئیے بلکہ اور بھی سرگرمی سے مانگنا چاہیے ۔

۷۔دیکھوسفارشی دعا کیسا زور رکھتی ہے۔ وہ اپنی بیٹی کے لئے دعامانگتی ہے ۔ اس کی دعا سنی جاتی ہے ۔ پر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر اور ہمارے لئے دعا کریں تو ہم اسی پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ خود بھی سرگرمی سے دعا کرنا نہ چھوڑیں۔ اس عورت کے لئے رسولوں نے دعا کی مگر اس نے خود دعا کرنا نہ چھوڑا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس دعا نے جو اس نے خود کی بڑا کام کیا۔

ایک بہرے اور ہکلے کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۷باب ۳۱تا ۳۷آیت)

حضرت متی عام طور پر ہمیں بتاتے ہیں کہ مسیح جب صور وصیدا کے حدود سے لوٹ آئے تو ایک بڑی بھیڑ لنگڑوں اندھوں گونگوں اور بہت سے اور بیماروں کو اپنے ساتھ لے کر آپ کے پاس آئی اورانہیں آپ کے پاؤں میں ڈال دیا (حضرت متی ۱۵باب ۳۰آیت)۔لیکن حضرت مرقس ان میں سے ایک بہرےاور ہکلے کو چن لیتے اوراس کا حال بیان کرتے ہیں۔ شائد اس لئے کہ اس شخص کے حالات اور بیماروں کی نسبت کسی قدر زیادہ رقم کرنے کے لائق سمجھتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۲۔لوگوں نے ایک بہرے کو جو ہکلا بھی تھا آپ کے پاس لا کر آپ کی منت کی کہ اپنا ہاتھ اس پر رکھیں۔

اس شخص کی قوت سمع جاتی رہی تھی اورزبان میں کچھ ایسا نقص آگیا تھا کہ وہ اپنے خیالات اچھی طرح الفاظ میں ادا نہیں کرسکتا تھا۔ لوگ اسے مسیح کے پاس لا کرآپ کی مند کرتے ہیں کہ "اپنا ہاتھ اس پر رکھ" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ مسیح کوئی اسباب یا وسائل استعمال نہیں کرتے بلکہ اس کے چھونے میں اس

کے مس میں ایسی قدرت ہے کہ بیمار اچھا ہوجاتا ہے۔ لیکن ہمارے آقا ومولا سیدنا مسیح وہ طریقہ استعمال نہیں کرتے جو یہ لوگ بتاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ وہ اس پر اپنا ہاتھ رکھے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔

حضرت متی ۹باب ۳۲آیت میں جس گونگے کا ذکر ہے وہ اورآدمی تھا۔ اس کی بیماری بدروح کی وجہ سے تھی لیکن اس شخص کی بیماری کی کوئی روحانی وجہ نہیں بتائی جاتی ہے اورنہ ہم کو اختیارہے کہ ہم یہ کہیں کہ یہ شخص بھی کسی بدروح کے سبب بیمار رہوا تھا۔

آیت نمبر۳۳۔آپ اس کو بھیڑمیں سے الگ لے گئے۔ اوراپنی انگلیاں اس کے کانوں میں ڈالیں اور تھوک کر اس کی زبان چھوئی۔

اس بات کا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں کہ جنابِ مسیح مریضوں کو شفا دیتے وقت مختلف قسم کے طریقے استعمال کیا کرتے تھے اور کہ ان متفاوت طریقوں میں مسیح کی عجیب حکمت اور گہرے مطالب نہاں ہیں۔ جس طرح وہ انسان کی حالت سے واقف تھا اگر اسی طرح ہم بھی اس کی روحانی حالت اورخاص کیفیتوں سے واقف ہوتے تو ہم بھی جانتے کہ وہ کیوں ایک شخص کو بھیڑ کے درمیان شفا بخشتے

تھے اور دوسرے کو بھیڑ سے دور بلکہ شہر سے باہر لے جاکر شفا بخشتے تھے؟کیوں ایک آدمی فی الفوراورکامل طورپر شفا پا جاتا تھا اور دوسرے شخص کچھ دیر کے بعد شفا پاتے تھے؟مثلا جیسے وہ اندھا جس کی آنکھیں رفتہ رفتہ روشن ہوئیں۔ جس نے پہلے لوگوں کو درختوں کی طرح چلتے دیکھا۔ ہمیں ان باتوں کو دیکھ کریہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئیے کہ یہ مختلف طریقے ہمارے مولا کی قدرت کا نقص ظاہرکرتے ہیں۔ بلکہ یہ خیال کرنا چاہئیے کہ ان گونا گوں طریقوں کے استعمال کا باعث شفا پانے والے کی باطنی اور روحانی حالت پر منحصر تھا۔ گوہم اپنی محدود نظر کے سبب یہ نہیں جانتے کہ وہ کیا حکمت تھی جس کے سبب آپ نے یہ طرح طرح کے طریقے استعمال کئے۔

اس موقعہ پرآپ اسے جواچھا ہونے کے لئے آیا تھا بھیڑسے الگ لے گئے۔ حضرت متی ۸باب ۲۳آیت میں آپ ایک اندھے کو شہر سے باہر لے گئے۔ اب سوال برپا ہوتا ہے کہ آپ اسے الگ کیوں لے گئے بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ اس لئے باہر لے گئے کہ وہ اپنی قدرت کی نمائش اوردکھاوے کوپسند نہیں کرتے تھے پراس کے جواب یہ کہا جاتا ہے کہ تمام معجزات میں صرف دوایسے ہیں جن میں بیمارکو

علیحدہ لے جانے کا ذکر پایا جاتا ہے ۔ ان کے سوائے اور کسی میں اسی قسم کی علیحدگی اختیار نہیں کی گئی۔ پس کیا باقی معجزوں میں آپ کو یہ شوق دامنگیر تھا کہ آپ کی بڑائی ہو۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ اس واسطے علیحدہ لے گئے کہ وہاں جاکر آزادگی سے دعا مانگ سکے ۔ پر اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ کئی معجزوں کے موقعہ پر کوئی خفیہ اور خلوتی دعا آپ نے نہیں مانگی ۔ اور نہ مانگنے کی ضرورت تھی کیونکہ آپ کا دل ہر دم دعا سے پر تھا۔

ایک یہ خیال ہے کہ آپ اس کو واسطے الگ لے گئے کہ آپ نے دیکھا کہ یہ شخص بھیڑ کے شور وغوغا سے علیحدہ ہو کر اس تاثیر کو شافی مطلق سے نکلنے کو تھی قبول کرسکے گا۔ اور جیسا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ یعنی جس روح کو شفا دینا چاہتے ہیں اسے اکثر بیماری کے بستر پر علیحدہ لے جاتا ہے یا عزیزوں کی مفارقت کے سبب تنہائی میں پہنچاتا ہے تاکہ دنیا کے شور وغل سے کچھ عرصہ علیحدہ ہو کر اس کی آواز کو صاف صاف طور سنے اور اسکی روح کی تاثیروں کو قبول کرے ۔

ٹرنچ

ایک اور خیال یہ ہے کہ وہ اس وقت دکپلس کے شہروں میں تھا اور وہ پورے پورے طور پر یہودی ملک میں داخل نہ تھے لہذا وہ اپنے تیئں

مشہور نہیں کرنا چاہتا ۔ کیونکہ اگر کرتا تو سب غیر قوم جمع ہو جاتے اور اس بات سے یہودیوں کا حسد اور مخالفت بڑھ جاتی (لینگی تفسیر حضرت مرقس) ہمیں اس سے پہلا خیال بہتر معلوم ہوتا ہے۔

اپنی انگلیاں اس کے کانوں میں ڈالیں اور تھوک کر اس کی زبان چھوئی ۔ ان وسائل کے استعمال سے اس نے اس شخص کے دل میں جو سوائے دیکھنے اور چھونے کے باقی سب حواس کھو بیٹھا تھا یہ امید وار ایمان پیدا کیا وہ شفا بخش سکتا ہے ۔ پہلے اس کے کان میں انگلیاں ڈالیں کیونکہ قوت سمع کے کھوئے جانے سے وہ سن نہیں سکتا تھا اور غالباً اسی سبب سے طاقت گویائی میں بھی نقص آگیا تھا لہذا اس نے پہلے اسکے کان کھولے اور اس کے لئے اپنی انگلیاں اس کے کانوں میں ڈالیں اور یہ فعل اس بات کی علامت تھا کہ وہ تمام رکاوٹیں جو آواز کو اس کے کانوں کے پردے تک پہنچنے نہیں دیتی تھیں دور کردی گئیں ہیں۔ او رپھر اس نے اپنے تھوک سے اس کی زبان کو چھوا اور یہ فعل ظاہر کرتا ہے تھا کہ گفتار کی قوت بھی اس کو دی گئی ہے۔

آیت نمبر ۳۴۔اور آسمان کی طرف نظر کرکے ایک آہ بھری اور اس سے کہا " افتح " یعنی کھل جا۔

یہ حضرت مرقس کا معمول ہے کہ آنخدواوند کی چھوٹی چھوٹی باتوں اورحرکتوں کو بڑی خوب صورتی اوررنگینی سے بیان کرتے ہیں۔ اس آیت میں اس کے آہ بھرنے کا ذکر ہے جس کی نسبت بعض کی رائے ہے کہ اس کا آسمان کی طرف نظر کرکے آہ بھرنا اس کے دعا مانگنے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ (۱)آپ اس وقت ایک ایسے ملک میں تھے جو آدھا بت پرست تھا لہذا وہاں بیمارکو شفا بخشنا ہمارے مولا کے لئے گویا ایک خاص قسم کی سخت مخالفت پر غالب آنا تھا۔ (۲)اس لئے دعا کی کہ اس بت پرست ملک میں جادوگری مانی جاتی تھی ۔ اور وہ ظاہرکرنا چاہتے تھے کہ میں اپنا کام پروردگارکی مدد سے کرتاہوں (حضرت متی ۱۴باب ۱۹آیت ،حضرت یوحنا ۱۱باب ۴۱تا۴۲آیت)(۳)کہ خداوند اس بہرے کو اپنے کلام سے کسی طرح موثرنہیں کرسکتا تھا۔ لہذا اس نے آہ کے وسیلے ایسا اشارہ کیا جسے وہ دیکھ سکتا تھا۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ جس طرح آپ نے لعزر کے رشتہ داروں کے غم کو دیکھ کرآہ بھری (حضرت یوحنا ۱۱باب ۳۱آیت)کیونکہ آپ نے محسوس کیا کہ جو دکھ اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ گناہ کا نتیجہ ہے۔ اسی طرح اس شخص کو دیکھ کرہمدردی کی آہ بھری ۔ افتح ارامی فعل

ہے اورامر واحد حاضر کا صیغہ ۔ یہ لفظ خاص اسی زبان کا لفظ ہے جو ہمارے مالک جناب مسیح بولا کرتے تھے ظاہر کرتا ہے کہ لکھنے والے کو وہ لفظ یاد ہے جو مسیح کی زبان مبارک سے نکلے ۔ یا اس نے خود سنا اوریا (جیسا) اس حالت میں اغلب ہے)کسی سننے والے سے سنا۔

۳۵آیت ۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ نے افتح کہا ۔ اسی وقت وہ رکاوٹیں دور ہوگئیں جن کے سبب شنید اورگویائی کے حواس بے کار ہوگئے تھے۔

آیت نمبر۳۶۔اورآپ نے انہیں حکم دیاکہ کسی سے نہ کہنا ۔ لیکن جتنا آپ ان کو حکم دیتے رہے اتنا ہی زیادہ وہ چرچا کرتے رہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب مسیح اس مریض کو بھیڑ سے علیحدہ لے گئے اس وقت کئی لوگ آپ کےساتھ گئے جنہوں نے اس ماجرے کو بچشم خودیکھا۔ جنابِ مسیح ان لوگوں کو اوراس شفایافتہ بہرے کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اس کا چرچا نہ کریں۔ ہم اس سے پہلے ان اسباب کا ذکر کرچکے ہیں جن کی وجہ سے وہ خاموشی طلب کیا کرتے تھے اورنیزیہ

بھی بتاچکے ہیں کہ اس خصوص میں نافرمانی سے کیا نقصان برآمد ہوئے ۔ لہذا یہاں ان باتوں کو دہرانا ضروری نہیں۔

آیت نمبر ۳۷۔اورانہوں نے نہائت ہی حیران ہوکر کہا جو کچھ آپ نے کیا سب اچھا کیا۔ وہ بہروں کو سننے اورگونگوں کو بولنے کی طاقت دیتے ہیں۔

جو کچھ آپ نے کیا سب اچھا کیا۔ یہ الفاظ پیدائش ۱باب ۳۱آیت کے الفاظ یاد دلاتے ہیں ۔ اوران کو یاد کرنا نازیبانہیں کیونکہ مسیح کا کام بھی ایک قسم کی خالقیت کا کام ہے۔

حضرت متی جواس واقعہ کے متعلق عام طورپراس بات کاذکر کرتے ہیں کہ لوگ طرح طرح کے بیماروں کو مسیح کے پاس لائے ۔ اپنے بیان کے آخرمیں کہتے ہیں کہ انہوں نے "اسرائیل کے خدا کی بڑائی کی" جیسا اوپر بتایا گیا یہ جگہ قریباً بت پرستی کے پنجہ میں گرفتار تھی لہذا یہ تعریف کے کلمات یہ مطلب رکھتے ہیں۔ کہ ان بت پرستوں نے ان معجزات کو دیکھ کراسرائیل کے خدا کی بڑائی کی یعنی یہ تسلیم کیاکہ اسرائیل کے خدا سے بڑا اورکوئی معبود نہیں۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

ہم اس معجزے سے کیا سیکھتے ہیں ۔(۱)کہ اس مریض کے حواس ناقص تھے۔ سننے اور بولنے کی طاقتیں زائل ہوگئی تھیں۔ یہی حال روحانی طور پر انسان کا ہے۔ اس کے دوست اسے مسیح کے پاس لائے ۔ ہم بھی اپنے دوستوں کو اس کے پا س لائیں۔ جس طرح مسیح نے اس کے کانوں کو اپنی انگلیوں سے اور اس کی زبان کو تھوک سے چھوا۔ اسی طرح اب بھی وہ ہم کو اپنے دست قدرت سے چھوتے اور اپنی قدرت سے ہمارے نقصوں کو دور کرتے ہیں ۔ ان کا آسمان کی طرف آہ بھرنا آپ کی ہمدردی اور دعا پر دلالت کرتا ہے ۔ او رہم جانتے ہیں کہ وہ ہمدرد سردار کاہن جو آسمان میں ہماری سفارش کرتے ہیں اب بھی ہمارے ساتھ ہمدردی کرتے اور ہمارے لئے دعا مانگتے ہیں۔ آپ کا منع کرنا بھی مطلب رکھتا ہے۔ وہ ہمیں سیکھاتے ہیں کہ ہم اپنی رہائی اور صحت کی خبر غرور اور شیخی سے نہ دیں۔ بلکہ ایسی صورت میں کہ خداوند کی مخالفت برپا نہ ہو بلکہ آپ کی انجیل کے لئے راہ تیار کی جائے ۔ لوگ معجزہ دیکھ کر خدا کی تعریف کرتے ہیں یہ بات بھی ہم کو ایک سبق دیتی ہے کہ اور وہ یہ ہے کہ ہم خدا کی برکتیں پاکر اپنے خدا کا جلال ظاہر کریں۔ وہی زبان جو کھولی

گئی ہے ایسی تعریف کرے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ہمارے مولا کے برابر اور کوئی معبود نہیں ہے۔

۲۔جب ہم بہروں اور گونگوں کو دیکھیں تو لازم ہے کہ ہم اپنے حواس کے لئے خدا کا شکر بجا لائیں اور پاک پروردگار کے لئے استعمال کریں۔

چار ہزار کو آسودہ کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۵ باب ۳۲ تا ۳۹ آیت ،حضرت مرقس ۸ باب ۱تا ۹)

اس معجزے میں اوراس دوسرے معجزے میں جس کا مفصل بیان اوپر ہوچکا ہے ایسی مشابہت پائی جاتی ہے کہ اس معجزے پر بہت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں گویا یہ دونوں معجزے جیسا ہم دکھا چکے ہیں مختلف موقعوں پر دکھائے گئے۔ اورنہ ہمیں اس جگہ اس بات کی ضرورت نظر آتی ہے کہ ہم ان فرقوں کا ذکر کریں جن کے بنا پر یہ دونوں معجزے ایک دوسرے سے مختلف سمجھے گئے ہیں کیونکہ ان باتوں کا بھی مفصل بیان اوپر ہوچکا ہے اور ماسوائے اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ خداوند ان دونوں کو خود دو مختلف واقعات بتاتا ہے۔ دیکھوحضرت مرقس ۸ باب ۱۹تا ۲۰آیت ،ایک بات کا ذکرکرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اوروہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسی قسم کا ایک معجزہ تھوڑا عرصہ ہوا شاگرد دیکھ چکے ہیں مگرپھر بھی اس موقعہ وہ وہی حجت کرتے ہیں جو انہوں نے پہلی مرتبہ کی تھی چنانچہ وہ کہتے ہیں "بیابان میں ہم اتنی روٹیاں کہاں سے لائیں کہ ایسی بڑی بھیڑ کو سیر کریں۔ "(حضرت متی ۱۵باب ۳۳آیت مقابلہ

کریں حضرت مرقس ۸ باب ۴ آیت کے ساتھ)ان کی اس بے اعتقادی کو دیکھ کر تعجب آتا ہے لیکن واضح ہو کہ ہماری حیرت اس سبب سے ہے کہ ہم انسان کے دل کا حال بلکہ اپنے ہی دل کا حال اورنیز اس بے ایمانی کو جو انسان کے دل میں جڑ پکڑے ہے نہیں جانتے اور یہ بے ایمانی مشکلات اورتکلیفات اورگھبراہٹوں کے وقت اوربھی بڑھ جاتی ہے۔ خدا کی قدرت کے پہلے نظارے غائب ہوجاتے ہیں ۔ وہ رہائیاں جو گذشتہ زمانوں میں ہم کو حاصل ہوئیں تھیں بھول جاتی ہیں اورہم خیال کرتے ہیں کہ یہ موجودہ مشکل کسی طرح حل نہیں ہوسکے گی۔ خدا کی قدرت خرچ ہوچکی ہے اوراب ا س میں سے کچھ نہیں بچا۔ کیا یہی ہمارا تجربہ نہیں ؟ خدا نے بنی اسرائیل کو بحرہ قلزم میں سے صاف نکال دیا۔ پر وہ عبورکرکے اس جلوہ کو بھول گئے اور شکائت کرنے لگ گئے کہ ہم پیا سے مرجائیں گے ۔ (توریت شریف کتاب خروج ۱۷ باب ۱ تا ۷ آیت)خدا ساری زمین کو بیڑوں سے بھر دیتا ہے (خروج ۱۶ باب ۱۳ آیت)پر باوجود اس کے حضرت موسیٰ تک یہ مانتے کہ خدا کی ساری جماعت کے لئے گوشت نہیں مہیا کرسکتا (گنتی ۱۱ باب ۲۱ تا ۲۲ آیت)پس صرف وہی شخص جو کہ پختہ ایمان سے بھرپور ہوتا ہے اورشاگردوں کی ابھی یہ حالت نہ

تھی)وہی گذشتہ سے استقبال کے لئے دلیلیں اخذ کرتا ہے ۔ یعنی خدا کی گذشتہ مہربانیوں اورقدرت اور محبت کے اظہاروں سے بھروسہ کے ساتھ اپنی آئندہ زندگی کے لئے استدلال کرتا ہے (مقابلہ کریں بائبل مقدس ۱سموئیل ۱۷باب ۳۴تا ۳۷آیت ،۲تواریخ ۱۶باب ۷تا ۸آیت)۔

نصیحتوں اورمفید اشاروں کے لئے پانچ ہزارکوآسودہ کرنے کا معجزہ دیکھیں۔

بیت صیدا میں ایک اندھے کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت مرقس ۸ باب ۲۲تا ۲۶آیت)

اس معجزے میں بھی کوئی ایسی نئی بات نہیں جو تشریح طلب ہو۔ کیونکہ جوکچھ ایک بہرے اورہکلے کے بیان میں تحریر ہوچکا ہے اس کے مطالعہ سے یہ معجزہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے ۔ اسی معجزے کے ضمن میں اسکی طرف اشارہ ہوچکا ہے اوربتادیاگیا ہے کہ کیوں جنابِ مسیح بعض بعض بیماروں کو علیحدہ لے جایا کرتے تھے۔ تاہم دوایک باتیں اس معجزے کے ساتھ خاص ہیں۔ ان کا بیان اورشرح اس جگہ کی جائے گی۔

جنابِ مسیح اس اندھے کو علیحدہ گاؤں سے باہر لے گئے اوروہاں اس کی آنکھ پر تھوک کراپنے ہاتھ اس پر رکھے اوراس سےپوچھا کیا توکچھ دیکھتا ہے۔ (دیکھوآیت ۲۳)وہ جواب دیتا ہے ۔

آیت نمبر۲۵،۲۴۔میں آدمیوں کو دیکھتا ہوں کیونکہ وہ مجھے چلتے ہوئے ایسے دکھائی دیتےہیں جیسے درخت پھر اس نے دوبارہ اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے اوراس نے غور سے نظر کی اوراچھا ہوگیا اوردورکی ساری چیزیں صاف دیکھنے لگا ؟

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص یک بارگی اچھا نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ اس کی آنکھیں روشن ہوئیں۔ اوراس کا سبب بتانے میں بعض نے یہ رائے دی ہے کہ اس شخص میں کافی ایمان نہ تھا اوراس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ یہ شخص مدد کے لئے خود نہیں چلایا۔ بلکہ دوسرے لوگ اسے مسیح کے پاس لائے اوران کے لانے پر بھی اس کے دل میں یہ تعین نہیں تھا کہ سیدنامسیح اس کو شفا بخش دیں گے۔ مگر وہ جو کسی کو خالی ہاتھ نہیں پھیرتے پہلے اس کو ذراسی روشنی عطا کرکے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھاتے ہیں اوریوں اس کے دل میں ایمان پیدا کرتے ہیں اورپھر اس کو کامل صحت عطا کرتے ہیں۔

مگر بعض لوگ اس میں بھی خدا کے فضل کے کاموں کی آزادگی کا اشارہ پاتے ہیں۔

پہلی مرتبہ اس کو آدمی درختوں کی طرح چلتے ہوئے نظر آئے۔ یعنی اس کی بصارت ابھی صاف نہیں ہوئی تھی۔ ابھی دھندلا پن باقی تھا۔ آدمیوں کی لمبائی درختوں کی مانند معلوم ہوئی مگران کی حرکت سے پہچانا کہ درخت نہیں بلکہ آدمی ہیں۔

اس میں یہ مطلب نہاں ہے کہ انسان کی روح کس طرح حققی بینائی پا تی ہے۔ وہ لوگ جو دنیا کے نوراورآفتاب صداقت کے پاس آتے عموماً رفتہ رفتہ اس کے فضل کے نور سے بہرور ہوتے ہیں۔ پرانی غلطیاں پرانے اعتقاد یک بارگی دورنہیں ہوتے بلکہ رفتہ رفتہ دفع ہوتے ہیں۔ وہ ایک دم صاف صاد دیکھنے نہیں لگ جاتے ۔ بلکہ روحانی بینائی کی صفائی بتدریج وقوع میں آتی ہے ۔ ٹرنچ

نصیتحیں اورمفید اشارے

۱۔مسیح اس وقت بھی جب کہ اپنی صلیب اورموت کی نسبت سوچ رہے تھے ۔ مصیبت زدوں کی آوازکو سن کرروگردانی نہیں کرتے ۔

۲۔یہ معجزہ مسیح کی الہٰی حکمت ظاہر کرتا ہے۔ خود اسی کے متعلق کہ وہ کس طرح سارے کام حکمت اورہوشیاری سے کرتے ہیں جہاں بیمارکو گاؤں سے باہر لے جانا مناسب سمجھتے ہیں باہر لے جاتے ہیں۔ اس مریض کے متعلق اس کو ایسی جگہ لے جاتے ہیں جہاں وہ پہلے اس کودیکھیں اوراس کا ایمان بڑھے۔

۳۔خدا ہماری مصیبتوں کودورکرتا ہے اورکچھ عرصہ کے بعد کامل خوشی عطا فرماتے ہیں۔ چاہئیے کہ ہم صبروبرداشت کریں۔

۴۔جنابِ مسیح نے اسے گاؤں میں جانے سے روکا ۔ مسیح کو قبول کرنے کے بعد تنہائی اختیار کرنا اور دعا میں لگے رہنا اس سے بہتر ہے کہ ہم اپنا وقت ژادہ گوئی میں صرف کریں دیکھو مسیح نے اسے گاؤں جانے سے روکا۔

ایک لڑکے کو جسے مرگی کی بیماری تھی شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۷باب ۱۴تا ۲۱ آیت ،حضرت مرقس ۹باب ۱۴تا ۲۹آیت ،حضرت لوقا ۹باب ۳۷تا ۴۲آیت)

اس معجزے کا بیان حضرت مرقس کی انجیل میں زیادہ مفصل طور پر پایا جاتا ہے ۔ حضرت متی اور حضرت لوقا میں کسی قدر اختصار کے ساتھ مندرج ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ وہ جگہ جہاں یہ معجزہ واقع ہوا اس پہاڑ کے دامن سے لگی ہوئی تھی جہاں ہمارے مولا کی صورت تبدیل ہوئی (حضرت لوقا ۹باب ۳۷آیت)۔

گمان کیا جاتا ہے کہ جس وقت ہمارے مولا حضرت پطرس اور حضرت یعقوب اوریوحنا کے ساتھ پہاڑ پر تھے اس وقت آپ کی اور تینوں شاگردوں کی عدم موجودگی میں باقی نو شاگردوں کے پاس اس لڑکے کو اس کا باپ لا یا مگر وہ ان وجوہات کے باعث جن کا ذکر آگے کا جائے گا شفا نہ دے سکے اس لئے ان کے درمیان اور فریسیوں کے درمیان جو ہر قسم کی باتو سے جھگڑے کے موقع ڈھونڈتے رہتے تھے بحث ہونی لگی ۔ اب یہ بحث ہورہی تھی کہ جناب مسیح اپنے تینوں شاگردوں کے ساتھ آپہنچے ۔ اورفوراً ساری بھیڑ آپ کو دیکھ کر نہائت

حیران ہوئی اورآپ کی طرف دوڑکرآپ کو سلام کرنے لگی (حضرت مرقس ۹باب ۱۵آیت)اس حیرت کا سبب بعض لوگوں کی رائے میں یہ تھا کہ آپ وہ جلال جس سے آپ کا چہرہ پہاڑپر نورانی ہوا اب تک کسی قدرآپ کے چہرے پر چمک رہا تھا ۔ جس طرح حضرت موسیٰ کا چہرہ جس وقت وہ پہاڑ پر سے اترا (توریت شریف کتاب خروج ۳۴باب ۳۰آیت)تاباں تھا اسی طرح جنابِ مسیح کا چہرہ درخشاں تھا گو اتنا فرق تھا کہ حضرت موسیٰ کے چہرہ کی روشنی میں کچھ ایسی دہشت کی آمیزش تھی کہ دیکھنے والا تاب نہیں لا سکتا تھا مگر جنابِ مسیح کے چہرے میں ایسی دل کشی پائی جاتی تھی کہ دیکھنے والا ہول نہیں کھاتا تھا بلکہ اسے دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ اس موقعہ پر لوگ آپ کو دیکھ کر حیران ہوئے پرتاہم آپ کی طرف کھینچے چلے آئے ۔

لیکن فرق ثانی اس رائے کے برخلاف تھی (حضرت متی ۱۷باب ۹آیت)پیش کرتے ہیں وہاں لکھا ہے "اورپہاڑ سے اترتے میں جنابِ مسیح نے انہیں یہ حکم دیا کہ جب تک بنی آدم مردوں میں سے نہ جی اٹھے جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کا ذکر کسی نہ کرنا " اس سے وہ یہ دلیل نکالتے ہیں کہ اگر مسیح کا چہرہ اس وقت تاباں ہوتا تو لوگ اس غیر

معمولی اظہار کو دیکھ کر اس کی وجہ اس کے شاگردوں سے دریافت کرتے پس وہ جن کو اس راز کے فاش کرنے کی ممانعت کی گئی تھی ان کو کونسا تسلی بخش جواب دیتے ؟ پس اگر مسیح کے چہرے کے غیر معمولی طور پر مدت تک نورانی رہنا تھا تو وہ اپنے شاگردوں کو اسی ممانعت نہ کرتے ۔ لہذا ان کے رائے میں یہ لوگ مسیح کو دیکھ کر اس لئے متعجب نہیں ہوئے کہ آپ کے چہرے پر کوئی غیر معمولی نور چمک رہا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ یکایک ان کے درمیان نمودار ہوا اور اب وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آیا وہ اسے شفا بخش سکتے ہیں یا نہیں۔ حضرت مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بحث کی گرم بازاری کو دیکھ کر مسیح ان لوگوں سے جو شاگردوں سے تکرار کررہے تھے پوچھا " تم ان سے کیا بحث کرتے ہو؟" ہمارے مولا اپنے شاگردوں کی مشکل کو دیکھ کر ان کی مدد کے لئے آگے بڑھتے اور جو بات وہ نہیں کرسکتے اس کے پورا کرنے کے لئے خود آگے آتے ہیں۔ گویا وہ یہ کہتے ہیں کہ اب میں آگیا ہوں سو جو کچھ تمہیں پوچھنا منظور ہے مجھ سے پوچھو۔ میرے ساتھ گفتگو کرو اور میں تمہیں تمہاری باتوں کا جواب دوں گا۔ ٹرنچ صاحب کہتے ہیں کہ جس طرح کوئی لائق کپتان جس کی غیر حاضری میں اس کے ماتحت لفٹینٹ قریباً پشت دکھانے پر

آجاتے ہیں میدان جنگ میں نمودار ہوکر وقت کی تمام ضرورتوں کا موزانہ کرتے اوراپنی حضوری کے زور سے بگڑی ہوئی بات کو پھر بناتا ہے اور فتح کے آثار پیدا کرتا ہے اسی طرح اب ہوا" اس موقعہ پر حضرت مرقس کی تازہ بیانی کی نسبت جوکچھ ٹرنچ صاحب نے کہا ہے وہ غور کے لائق ہے ۔ عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت مرقس کبھی حضرت متی سے اور کبھی حضرت لوقا سے مختصر طور پر واقعات کونقل کرتے ہیں۔ مگر خود کچھ نہیں لکھتے ۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے اس واقع کی تصویر کھینچ دی ہے حضرت متی اور حضرت لوقا ایسا مفصل بیان تحریر نہیں کرتے ۔ کون اس جگہ اور کئی اور مقامات کو جو تفصیل اورتازگی سے پر ہیں دیکھ کر ان پر یہ الزام لگاسکتے ہیں کہ فقط اوروں سے نقل کرتے ہیں اور خود ایک علیحدہ انجیل کا مصنف نہیں ہے ؟

مسیح کا سوال سن کر سب خاموش ہوگئے اوران میں سے صرف ایک شخص بولنے لگا اوروہ اس لڑکے کا باپ تھا۔ حضرت متی بتاتے ہیں کہ" وہ آپ کے آگے گھٹنے ٹیک کر کہنے لگا" (حضرت متی ۱۷باب ۱۴آیت)مراد یہ ہے کہ بڑی عاجزی اورانکساری کے ساتھ اس کو سجدہ کرکے بولا" اے مالک میرے بیٹے پر رحم کریں کیونکہ اس کو

مرگی آتی ہے اور وہ دکھ اٹھاتا ہے اس لئے اکثر آگ میں گر پڑتا ہے اور اکثر پانی میں بھی " (حضرت متی ۱۷باب ۱۵آیت)۔

حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ یہ لڑکا اس کا اکلوتا بیٹا تھا (حضرت لوقا ۹باب ۱۸آیت) پر وہ چھوٹی عمر کا لڑکا تھا (حضرت متی ۱۷باب ۱۸آیت ،حضرت متی ۹باب ۲۴آیت ،حضرت لوقا ۹باب ۴۲آیت)بیماری کی علامتیں جو انجیل شریف میں بتائی گئی ہیں اور خصوصاً جو حضرت مرقس ۹باب ۱۸آیت میں مفصل بیان کی گئی ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بیماری مرگی کی تھی۔ لیکن اس کی تکلیف کا اصل سبب بدروح تھی جو اس کے اندر گھسی ہوئی تھی۔ یا تو اس بیماری کے سبب اس لڑکے میں گھسنے کا موقع ملا یا یہ بیماری اس کے آنے سے پیدا ہوئی ہوگی۔ بہر کیف اس وقت یہ لڑکا اس کے ہاتھوں سے سخت تکلیف میں تھا۔ حضرت مرقس ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ "گونگی روح تھی" (حضرت مرقس ۹باب ۱۷آیت)جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لڑکا اس روح کے آنے سے گونگا ہوگیا تھا۔ پر حضرت لوقا کہتے ہیں کہ وہ " چیخ اٹھتا ہے " (حضرت لوقا ۹باب ۳۹آیت)واضح ہو کہ ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔ کیونکہ لڑکا چیخ اٹھتا تھا پر باتیں نہیں کرسکتا تھا۔ حضرت مرقس کے

الفاظ سے معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ لڑکا کیسی تکلیف میں تھا۔ اسکا باپ سیدنا مسیح سے کہتا ہے کہ میں اپنے بیٹے کو جس میں گونگی روح ہے آپ کے پاس لایا تھا۔ وہ جہاں اسے پکڑتی ہے پٹک دیتی ہے اوروہ کف لاتا اوردانت پیستا ہے اورسوکھتا جاتا ہے ۔" اورچونکہ یہ تکالیف اس پر ہر وقت اورہر موقعہ پرآسکتی تھی لہذا وہ طرح طرح کے حوادث میں گرفتارہوچکا تھا اورآئندہ ان میں گرفتارہونے کے خطرے میں تھا مثلاً اس بدروح نے "اکثر اسے آگ میں اوراکثر پانی میں ڈالا تھا تاکہ اسے ہلاک کرے" حضرت مرقس کے اس بیان سے صاف ظاہریہ سب باتیں بدروح کے سبب وارد ہوتی تھیں کیونکہ وہ انہیں اسی سے منسوب کرتے ہیں۔ جب اس لڑکے کے باپ نے سیدنا مسیح سے کہا کہ" میں اسے آپ کے شاگردوں کے پاس لایا تھا مگروہ اسے اچھا نہ کرسکے (حضرت متی ۱۷باب ۱۶آیت)تو جناب مسیح نے اس کے جواب میں فرمایا" اے بے اعتقاداورکج روقوم میں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا ؟ کب تک تمہاری برداشت کروں گا ؟ اسے یہاں میرے پاس لے آؤ۔"

مسیح کے اس جواب کے متعلق مفسروں میں اختلاف ہے ۔ بعضوں کی رائے یہ ہے کہ یہ الفاظ شاگردوں پر عائد ہوتے ہیں۔ گویا مسیح

اپنے دل میں رنجیدہ ہوکر شاگردوں کو کہتے ہیں کہ میں تھوڑے عرصہ کے لئے تم سے جدا ہوا تھا مگر اسی قلیل سے عرصہ میں تاریکی کی قدرتوں کا مقابلہ کرنے والی طاقت تم سے جاتی رہی اور جب میں تم سے ہمیشہ کے لئے جسمانی طور پر جدا ہوجاؤں گا تو پھر تم کیا کرو گے ؟ اور وہ کہتے ہیں کہ حضرت متی ۱۷باب ۲۰آیت میں تشریح کی تائید کرتی ہے ۔"

لیکن دوسرا فریق یہ بتاتا ہے کہ مسیح اس وقت ان لوگوں کی طرف مخاطب ہیں جو وہاں کھڑے تھے اور واقعی لفظ قوم یا پشت سے مراد یہی لوگ ہوسکتے ہیں وہ گویا اس وقت تمام یہودی قوم کی کجروی کا نمونہ تھے۔ اور لڑکے کا باپ بھی اس توبیخ میں شامل تھا۔

ہمیں یہ خیال بہتر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سخت کلام گوبالتخصیص شاگردوں کی طرف مخاطب ہوکر نہیں کہا گیا تھا مگر وہ بھی اپنی کم اعتقادی کے سبب اس ملامت میں داخل تھے۔ کیونکہ وہ بھی اپنے ایمان کی کمی کے سبب گویا اسی ناقص جگہ کھڑے تھے جہاں ان کی قوم کے لوگ کھڑے تھے۔ آپ کے شاگردوں نے ابھی پچھلی سردیوں یا بہار کے موسم میں (حضرت متی ۱۰باب ۱تا ۸آیت) بدروح کو نکالا

تھا۔ اور اب بھی نکالتے اگر ان کے ایمان میں ضعف نہ آیا ہوتا (حضرت متی ۱۷باب ۲۰آیت)۔

اے بے اعتقاد اورکج رو قوم ۔یہ الفاظ توریت شریف کتاب۔استشنا ۳۲باب ۵و۲۰آیت) کو یاد دلاتے ہیں اوران کا مقابلہ (انجیل شریف خطِ اہل فلپیوں ۲باب ۱۵آیت) سے کرنا چاہئیے واضح ہو کہ اس قوم کے درمیان جو بے اعتقادی پائی گئی تھی وہ گواہی اورشہادت کی کمی کے سبب سے نہ تھی کیونکہ گواہی بہتات سے موجود تھی بے اعتقادی کا سبب ان کی کج روی تھی جس کے سبب سے انہوں نے گواہی کو ردکیا۔یونانی میں جو لفظ کج روی کے لئے آیا ہے اس کے معنی "مڑا ہوا" بالکل "جھکا ہوا" یا بالکل" ٹیڑھا" مراد ہے۔

میں کب تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ ٹرنچ صاحب کہتے ہیں کہ ان الفاظ سے یہ نہیں سمجھنا چاہئیے کہ گویا وہ ایسے شخص کے الفاظ ہیں جو خاکی جامہ اتارنا چاہتا ہے۔ بلکہ انہیں ایک ایسے استاد کے الفاظ سمجھنا چاہئیے جو اپنے شاگردوں کی سستی اورکند ذہنی سے رنجیدہ ہورہا ہے۔

اسے یہاں میرے پاس لاؤ۔ جوکام شاگردوں سے نہ ہوسکا اسے وہ اب خود کرتے ہیں۔ جیحازی کا عصا جس مردہ کو زندہ نہ کرسکا اسے

الیشع نے زندہ کیا۔ اسی طرح ہمارا مولا اس بیمار کو آپ تندرست کرتا ہے۔

مسیح نے اسے جھڑکا اور بدروح اس سے نکل گئی اور وہ لڑکا اسی گھڑی اچھا ہوگیا۔ (حضرت متی ۱۷باب ۱۸آیت)اس جگہ یاد رکھنا چاہئیے کہ جب یہ لڑکا پہلی مرتبہ مسیح کے پاس لایا گیا تو فی الفور روح نے اسے مروڑا اور وہ زمین پر گرا اور کف بھر لا کر لوٹنے لگا" شیطان یا اس کی بدروح میں چھوٹے چھوٹے لڑکوں میں ہوں یا بڑے بڑے آدمیوں میں ہوں جب مسیح کی بادشاہت کے نزدیک آتی ہیں گو گھبرا اٹھتی ہیں اور جتنا نقصان کرسکتی ہیں کرتی ہیں۔ حضرت مرقس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر اس لڑکے کے باپ اور مسیح کے درمیان گفتگو ہوئی۔ اور کیوں ؟ اس لئے کہ لڑکے کے ساتھ تو اس حالت میں گفتگو ہونہیں سکتی تھی مگر اسلئے اس میں ایمان پیدا کیا جائے۔ مسیح اس کے سرپرست کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں بدیں خیال کہ وہ ایمان لائے اور اس کا بیٹا شفا یاب ہوجائے ۔ چنانچہ وہ اس پوچھتے ہیں" یہ اس کو کتنی مدت سے ہوا ۔" باپ جواب دیتا ہے "بچپن سے اور اس نے اکثر اسے آگ میں اور پانی میں ڈالا تاکہ اسے ہلاک کرے اگر آپ کچھ کرسکتے ہیں تو ہم پر رحم کریں۔ اس آدمی میں

یہ خوبی تھی کہ اس نے بھی سورفینکی عورت کی طرح اپنے بیٹے کی زندگی اوراپنی زندگی میں کسی طرح کا فرق نہ رکھا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ " ہم پر رحم کریں" جس طرح اس عورت نے کہا تھا مجھ پر رحم کریں حالانکہ یہ منت اس کی بیٹی کے لئے تھی ۔ (حضرت متی ۱۵باب ۲۲آیت) مگر اس بات میں ایک بڑی کمی بھی تھی اور وہ یہ کہ وہ صاف ایمان کے ساتھ نہیں آیا تھا اس کے دل میں"اگر" نے روک ڈال رکھی تھی اوراسی سے اس کے لڑکے کی شفایابی ناممکن ہوگئی تھی مگر مسیح کا کلام اس سد رہ کو دورکرتا ہے چنانچہ مسح نے اس فرمایا" اگرتوکرسکتا ہے ۔" جواعتقاد رکھتا ہے اس کے لئے سب کچھ ہوسکتا ہے۔" (حضرت مرقس ۹باب ۲۳آیت)۔

اگرتوکرسکتا ہے ۔گویا مسیح یہ کہتے ہیں کہ تومجھے یہ کہتا ہے کہ اگر توکرسکتا ہے توکر حالانکہ بات سری تیرے اوپر منحصر ہے ۔ اس بدروح میں کوئی ایسی بڑی طاقت نہیں کہ میں اس کو نکال نہ سکوں۔ روک تیرے اندرموجود ہے جب تک ایمان نہ لائے کہ میں تیرے بیٹے کوشفا دے سکتا ہوں تب تک یہ کام نہیں ہوسکتا۔ میں کرنے کو تیارہوں اورکرنے پر قادرہوں بشرطیکہ توایمان لائے۔ پھراس نے فرمایا" جواعتقاد رکھتا ہے اس کے لئے سب کچھ ہوسکتا ہے۔ مسیح

کے یہ الفاظ ایمان پیدا کرنے کے واسطے کہے گئے تھے اورانہوں نے اس میں ایمان پیدا کیا۔ چنانچہ وہ مسیح کا یہ کلام سن کر چونک اٹھا اور کہنے لگا ۔ میں اعتقاد رکھتا ہوں تو میری اعتقادی کا علاج کر" (حضرت مرقس ۹باب ۲۴آیت) "میری بے اعتقادی کا علاج کر" جب اس میں ذرا سا ایمان پیدا ہوگیا۔ تب اس نے بے اعتقادی کی برائی اور گہرائی کو دیکھا اور کہنے لگا کہ اے مالک میں نے اب بے اعتقادی کی خرابی کو دیکھ لیا ہے تو اس کا علاج کر۔ ہاں جب خدا کے فضل کا جلال جلوہ گر ہوتا ہے تب ہی انسان اپنی کمیوں کو دیکھتا ہے اور اپنے گناہوں سے واقف ہوتا اور خصوصاً اپنے ایمان کے نقصوں کو جان جاتا اوران کا علاج طلب کرتا ہے۔

اب جب کہ سب رکاوٹیں دور ہوگئیں تب جیسا حضرت متی کہتے ہیں مسیح نے اسے جھڑکا اور بدروح اس سے نکل گئی ۔" لیکن یہاں پر بھی ہمیں پھر حضرت مرقس کی طرف لوٹنا پڑتا ہے کیونکہ وہ ہم کو بتاتا ہے کہ مسیح نے کس طرح اس بدروح کو جھڑک کر نکالا ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ " اس نے ناپاک روح کو جھڑک کر اس سے کہا " اے گونگی بہری روح میں تجھے حکم کرتا ہوں کہ اس میں سے نکل آ اور اس میں پھر کبھی داخل نہ ہو " (حضرت مرقس ۹باب ۲۵آیت)"میں تجھے

حکم کرتا ہوں "گویا اس سے کہتا ہے کہ اب جو شخص تجھ سے ہم کلام ہورہا ہے وہ نور کا شہزادہ ہے اور وہ تجھے حکم کرتا ہے کہ اس میں سے نکل جا۔ اس وقت وہ کم اعتقاد شاگرد تجھ کو نہیں نکال رہے جن کی بات تو نے نہ مانی اب وہ حکم دے رہا ہے جس کے حکم کے برخلاف تو کچھ نہیں کرسکتی ۔ اور پھر نہ صرف یہی حکم دیا جاتا ہے اس میں سے نکل جائے بلکہ یہ بھی کہ پھر کبھی اس میں داخل نہ ہو۔ ممکن تھا کہ وہ بدروح اس میں دیر تک رہنے کے سبب سے اس پر پھر قابو پانا چاہتی (حضرت متی ۱۲باب ۴۵آیت)مگر مسیح اسے حکم دیتا ہے کہ وہ اس میں پھر کبھی داخل نہ ہو۔ حضرت مرقس بتاتے ہیں کہ وہ بدروح "چلا کر اور اسے بہت مروڑ کر نکل آئی اور وہ مردہ سا ہوگیا ایسا کہ اکثروں نے کہا کہ وہ مرگیا "(حضرت مرقس ۹باب ۲۶آیت)یہ آخری صدمہ ایسا شدید تھا کہ اسے غش آگیا اور وہ ایسا ہوگیا جیسے مردہ ۔ مگر مسیح نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھایا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا "(حضرت مرقس ۹باب ۲۷آیت)اس مس میں زندگی تھی اور وہ زندگی اس شکستہ جان اور کمزور لڑکے میں پیدا ہوئی۔

"اس وقت شاگردوں نے مسیح کے پاس الگ آکر کہا کہ ہم اس کو کیوں نہ نکال سکے" اس نے ان سے کہا کہ اپنے ایمان کی کمی کے سبب

کیونکہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکوگے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے نا ممکن نہ ہوگی" (حضرت متی ۱۷باب ۱۹تا ۲۰آیت) جب مسیح اس بیمار لڑکے کو اچھا کر چکے تو آپ کے شاگردوں نے اس سے تنہائی میں سوال کیا کہ ہم کیوں اس بدروح کو نکال نہ سکے۔ کیونکہ جب ہم نے اس بدروح کو نکالنے کی حامی بھری تو ہم نے اپنے اس اختیار سے جو تو نے خود ہم کو دیا ہے تجاوز نہیں کیا۔ (حضرت متی ۱۰باب ۸آیت)اور نہ ہم ہمیشہ ناکام ہی ہوتے رہے ہیں۔ بلکہ آگے ہم برابر بدروحوں کو نکالتے رہے ۔ اب اس کو کیوں نہیں نکال سکے؟اس کا کیا سبب ہے ؟ مسیح اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔ "اپنے ایمان کی کمی کے سبب" اور حضرت مرقس اس کے ساتھ یہ بھی بتاتے ہیں کہ مسیح ان کو نہ صرف ان کی ناکامی سے آگاہ کرتے ہیں بلکہ ان کو یہ بھی بتاتے ہیں کہ کس طرح ایسے بڑے معجزے میں آگے کامیاب ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "یہ قسم دعا کے سوا کسی اور طرح نہیں نکل سکتی "کئی نسخوں میں دعا کے ساتھ روزہ کا بھی ذکر ہے ۔مسیح پہلے ایمان ان کے ایمان کی کمی کو ان پر ظاہر فرماتا ہے گویا ان کو یہ بتاتا ہے کہ ایسے

بڑے معجزے کے دکھانے کے لئے جیسی حالت ایمان کی روسے دل اوردماغ کی ہونی چاہیے تھی وہ تم میں موجود نہ تھی۔ ایسے معجزے کے لئے بہت سی دعا اور دنیاوی وسوسوں سے پورے طور پر آزاد ہونے کی ضرورت ہے حضرت مرقس کہتےہیں کہ " یہ قسم " مفسروں نے اس سے یہ استد لال کیا ہے کہ بدرحوں کے بھی درجہ ہیں اوروہ اس کے ثبوت میں یہ مقام اورو ہ مقام پیش کرتے ہیں جو (حضرت متی ۱۲باب ۴۵آیت) میں پایا جاتا ہے جہاں ایک ناپاک روح سات اورروحوں کو لے کرآتی ہے جواس سے بھی زیادہ شریر تھیں اور نیز خط افسیوں ۶باب ۱۲آیت کو پیش کرتے ہیں جہاں حضرت پولوس گویا بدروحوں کے ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک چڑھتا جاتا ہے پرجس طرح کم اعتقادی کمزوری کا منبع ہے اسی طرح ایمان حقیقی طاقت کا سرچشمہ ہے۔ چنانچہ مسیح فرماتے ہیں کہ" اگرتم میں رائی کے دانہ کے برابربھی ایمان ہوگا تواس پہاڑسے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لئے نا ممکن ہوگی" غالباً مراد معجزہ دکھانے والے ایمان سے ہے ۔ تاہم وہ جو ایمان رکھتے ہیں وہ مسیح کی قدرت سے بڑی بڑی مشکلات کے پہاڑوں کو ہلادیتے ہیں۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔باپ کا عجیب تجربہ (۱)جگر خراش اور سینہ فگار دکھ کے متعلق (۲)دل شکن ناکامی کے متعلق (۳)ایمان کی لڑائی کے متعلق (۴)بڑی برکت کے متعلق۔

۲۔ماں باپ کو اپنے بچوں کے لئے دعا کرنی چاہئیے۔ نہ صرف ایسے بچوں کے لئے جو خود دعا نہیں کرسکتے بلکہ ا ن کے لئے بھی جو کرنا نہیں چاہتے۔

۳۔مسیح کم اعتقادی سے رنجیدہ ہوتا ہے۔ (۱)اس لئے کہ یہ صفت ا س کی طبعیت کے موافق نہیں۔ (۲)اس لئے کہ بے ایمانی میں گناہ لپٹا ہوا ہوتا ہے (۳)اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ لوگ اپنی بے ایمانی کے سبب بہت سی برکتیں کھوئے دیتے ہیں (۴)اس لئے کہ کم اعتقادی ان کوششوں کو جو فائدہ پہنچانے کے لئے کی جاتی ہیں بے اثر اور بے پھل رکھتی ہے (۵)اس لئے کہ کم اعتقاد ہونا گویا مسیح کے ساتھ سرد مہری سے پیش آنا ہے (۶)اس لئے کہ بے ایمانی پر فتح پانا مشکل کام ہے۔

۴۔خادمان دین کے لئے ضروری امر ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے مالک کی رفاقت میں زندگی بسر کریں اور اپنی ناکامیوں کے اسباب اس سے دریافت کرتے رہیں۔

۵۔ایمان کی کمی (۱)مفید کاموں کو روکتی ہے (۲)روحانی بینائی کے لئے سدراہ ہے (حضرت متی ۱۶باب ۸آیت)(۳)وہ لوگوں کو خطرے کے درمیان بزدل بناتی ہے (حضرت متی ۸باب ۲۶آیت)(۴)وہ انہیں دنیاوی افکار میں مبتلا رکھتی ہے (حضرت متی ۶باب ۳۰آیت)۔

۶۔اس معجزے کی مشکلات (۱)مرض کی خاصیت (۲)شاگردوں کی کوششوں کی ناکامی (۳)فریسیوں کے کینہ ورسوالات (۴)حیران کی بھیڑکی موجودگی ۔ (۵)باپ کی کم اعتقادی گو بعد میں ا س کا علاج کیاگیا۔

۷۔چاہئیے کہ مسیح کے شاگرد جب قدرت کوکم ہوتے دیکھیں اسی وقت اپنی کم اعتقادی کا مدراک کریں۔

۸۔شاگردوں کی غلطی ۔ جو شاگرد مسیح کے ساتھ پہاڑپر تھے وہ اس غلطی میں مبتلا ہوئے کہ کام چھوڑکر گیان دھیان میں لگے رہنا چاہئیے

اور جو نیچے تھے وہ بغیر اس گیان دھیان کے جو ایمان سے پیدا ہوتا ہے دنیا کے ساتھ سخت لڑائی میں مصروف ہونا چاہتے تھے۔

۹۔ایمان صرف اسی کام کو انجام دے سکتا ہے ۔ جس کی نسبت وہ قائل ہوگیا ہے کہ وہ خدا کی مرضی اور دعوت کے مطابق ہے۔

۱۰۔ایمان کا یہ طریقہ نہیں کہ پہلے سائنس کی طرح تجربے کرتا پھرے۔ وہ اسی بات کو ہاتھ لگاتا ہے جس کی درستی اور راستی ثابت ہوچکی ہے ۔ اور اسے خدا کی ہدائت اور قدرت سے ملبس ہوکر کرتا ہے ۔

۱۱۔ ہم کس طرح پہاڑ دور کریں۔ لازم ہے کہ (۱)پہلے ہم اپنی کم اعتقادی کا پہاڑ دورکریں۔ (۲)دوسروں کی کم اعتقادی کا جو ہمارے آس پاس رہتے ہیں (۳)اور پھر دنیا کی بے ایمانی کا۔

۱۲۔دعا اور روزہ یہ شرائط ہیں جن سے ایمان تاریکی کی طاقتوں پر غالب آتا ہے۔ دعا اور ایمان کا ہاتھ ہے جو خدا کی قدرت کو آسمان سے زمین پر لاتا اور روزہ وہ ایمان کا عمل ہے جس سے انسان حقیقی معنی میں تارك الدنیا ہوتا ہے ۔

مچھلی کے منہ سے معجزانہ طورپر سکہ نکالا نا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۱۷باب ۲۴تا ۲۷آیت)

اس معجزے کا بیان صرف حضرت متی کی انجیل میں پایا جاتا ہے۔ اوراسکےمتعلق اس بات پر بحث ہے کہ جس مثقال کا ذکر اس بیان میں درج ہے آیا اس سے رومی شہنشاہ کا جزیہ مراد ہے یا وہ نذرانہ جو ہیکل کے اخراجات کے لئے ادا کیا جاتا ہے ۔

صحیح خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہ آدھا مثقال ہے جو ہیکل کے خرچ اخراجات کے لئے یہودی ادا کیا کرتے تھے۔ لفظ محصول یا جزیہ مغالطہ میں ڈالنے والا ہے ۔ لیکن ہمارے نئے ترجمہ میں سرخی اس طرح درج ہے " ہیکل کے محصول کو ادا کرنا " اس مغالطہ کو رفع کرتی ہے۔

اگستین ،اریجن ،اسکندریہ کا کلیمنٹ اورکالون یہ بزرگ اسے سرکاری محصول سمجھتے تھے گو موخرالذکر یہ مانتا تھا کہ پہلے یہ روپیہ ہیکل میں دیا جاتا تھا۔ مگر جب ہیکل کی خدمات بند ہوگئیں تو رومی خزانہ میں جانے لگ گیا۔ لیکن ٹرنچ صاحب کہتے ہیں یہ خیال تاریخی صداقت کے بیان کے خلاف ہے کیونکہ جس وقت کا یہ ذکر ہے اس

وقت ہیکل کی خدمات جاری تھیں اور "فدیہ " کا روپیہ ہیکل ہی میں ادا کیا جاتا تھا۔ ٹرنچ صاحب اس بات کے ثبوت میں یہ ہیکل کا مثقال ہے یہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

(۱) کہ جو رقم یہاں بتائی گئی ہے وہ اس رقم کے برابر ہے جو خروج ۳۰ باب ۱۱ تا ۱۶ آیت کے مطابق ہر یہودی کی طرف سے جو بیس برس سے اوپر تھا ہیکل کے اخراجات کے لئے واجب الادا سمجھی جاتی تھی۔ یہ نذر" فدیہ " کہلاتی تھی۔ البتہ خروج کے مقام مذکورہ بالا کے مطابق صرف اسوقت ادا کی جاتی تھی جب کہ مردم شماری ہوا کرتی تھی۔ لیکن چند عرصہ کے بعد یا تو خدا کی ہدائت سے یا کسی رسم کے سبب سے یہ نذرانہ سال بسال ادا ہونے لگ گیا۔ (صحیفہ حضرت نحمیاہ ۱۰ باب ۳۲ آیت) لوگوں نے عہد کیا کہ وہ مثقال کا تیسرا حصہ ادا کیا کریں گے حالانکہ دستور آدھے مثقال کا تھا۔ اس تحفیف کا سبب غالباً یہ تھا کہ نحمیاہ کے زمانہ میں بنی اسرائیل تنگ دست ہوگئے تھے ۔ اوراگر کوئی یہ کہے کہ کیا انہوں نے اس رقم کو جو خدا نے مقرر کی تھی بدل ڈالا ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت نے جو بات مقرر کی تھی سو یہ تھی کہ آدھا مثقال مردم شماری کے وقت ادا کیا

جائے ۔ اوریہ سالانہ ادائیگی تھی۔ جوسیفس اور فائلو کے زمانہ میں یہ فدیہ کا روپیہ سالانہ ادا کیا جاتا تھا۔

۲۔اگریہ سرکاری محصول ہوتا تو جمع کرنے والے " مثقال لینے والے نہ کہلاتے بلکہ محصول لینے والے کہلاتے کیونکہ جو رومیوں کی طرف سے اس کام کےلئے مقرر ہوتے تھے وہ اسی لقب سے ملقب ہوا کرتے تھے۔

۳۔پھر ان کے سوال کی صورت بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ روپیہ ہیکل کا تھا۔ کیونکہ سوال سے جبر ظاہر نہیں ہوتا بلکہ روپیہ کا ادا کرنا اختیاری امرمعلوم ہوتا ہے۔ اگریہ محصول لینے والے سرکاری ملازم ہوتے تو ایسی نرمی سے کلام نہ کرتے ۔

(۴)مگر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مسیح حضرت پطرس کی طرف مخاطب ہوکر فرماتے ہیں کہ شمعون تو کیا سمجھتا ہے کہ دنیا کے بادشاہ کن سے محصول یا جزیہ لیتے ہیں؟ اپنے بیٹوں سے یا غیروں سے ؟ جب اس نے کہا غیروں سے تو مسیح نے اس سے کہا" پس بیٹے بری ہوئے" دلیل یہ ہے کہ اگریہ محصول خدا کا نہیں بلکہ سرکاری ہے تو مسیح کے الفاظ " پس بیٹے بری ہوئے " بے معنی ہوجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ مسیح خدا کا بیٹا ہے لہذا اپنی بادشاہت اور

اپنے گھر کا مختار ہے ۔ پس زیب نہیں دیتا کہ وہ جس کے حضور یہ جزیہ ادا کرنا چاہئیے خود اسے ادا کرے۔ وہ تو خود ہیکل کا مالک ہے لہذا وہ مجبور نہیں کہ خود فدیہ کا روپیہ ادا کرے۔ یہ کہنا کہ وہ یہاں اپنے شاہانہ حسب نسب کی طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ وہ داؤد کی نسل سے تھا درست نہیں کیونکہ وہ کہتا ہے کہ " کن سے جزیہ لیتے ہیں اپنے بیٹوں سے غیروں سے " مسیح داؤد کا بیٹا تھا مگر قیصر کا بیٹا نہ تھا ۔ پس اس بنیاد پر کہ وہ داؤد کا بیٹا تھا وہ اس محصول سے بری نہیں ہوسکتا تھا۔ پر اگر ہم یہ مانیں کہ یہ روپیہ ہیکل کے وسیلے خدا کو جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے ادا کیا جاتا تھا تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مسیح کس بنا پر اپنے تئیں اس محصول سے بری ٹھیرانا جائز جانتے تھے۔ روپیہ خدا کو ادا کیا جاتا تھا۔ پر وہ خدا کا بیٹا ہے لہذا اس روپیہ کے ادا کرنے سے آزادی اوربری ہے ۔ اوراگر یہ اعتراض کیا جائے کہ مسیح یہ نہیں کہتے کہ " بیٹا بری ہوا " بلکہ یہ کہتے ہیں کہ " بیٹے بری ہوئے " پس تم کس طرح اس سے یہ مراد لیتے ہو کہ مسیح اپنی نسبت آزادی کا دعوے کرتا ہے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے چونکہ مسیح بادشاہوں " کا لفظ صیغہ جمع میں استعمال کرتے ہیں لہذا زبان کی رعائت سے بیٹوں کا لفظ بھی بصیغہ جمع لاتا ہے۔

آیت نمبر ۲۴۔اور جب کفر ناحوم میں آئے تو مثقال لینے والوں نے پطرس کے پاس آکر کہا کیا تمہارا استاد مثقال نہیں دیتا؟

معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر سیدنا مسیح اور حضرت پطرس اور شائد اور شاگرد بھی کفر ناحوم میں اپنے معمولی دوروں میں سے کسی دورہ کو ختم کرکے لوٹ آئے تھے اور جب مسیح اور ان کے شاگرد کسی راستہ سے گذرہے تھے اس وقت مثقال جمع کرنے والوں نے حضرت پطرس سے جو مسیح کے پیچھے پیچھے جارہا ہوگا یہ سوال کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سوال گستاخانہ طورپر کیا گیا اوربعض کی رائے یہ ہے کہ گستاخی سے نہیں کیا گیا تھا۔ بہرکیف انہوں نے حضرت پطرس سے پوچھا کہ تیرا استاد ہیکل کا روپیہ ادا کرتا ہے یا نہیں؟ پطرس اپنی معمولی جلد بازی کے مطابق فوراً جواب دیتا ہے کہ ہاں ادا کرتا ہے ۔ شائد اس نے غیرت مندی سے یہ جواب دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مسیح ان تمام فرائض کو جوشریعت کی راہ سے لازمی تھے پورے پورے طورپر ادا کیا کرتے تھے۔ یونانی میں مثقال کے لئے لفظ دوزخمہ آیا ہے جو برابر ایک مثقال کے ہوتا تھا اور قیمت میں ہمارے روپیہ

کے برابر تھا۔ اور دو آدمیوں کے لئے کافی تھا۔ اس نے کہا ہاں دیتا ہے۔

آیت نمبر ۲۵۔ اور جب وہ گھر میں آیا تو مسیح نے اس کے بولنے سے پہلے ہی کہا اے شمعون تو کیا سمجھتا ہے کہ دنیا کے بادشاہ کن سے محصول یا جزیہ لیتے ہیں ؟ اپنے بیٹوں سے غیروں سے ؟

پطرس نے غیرت میں آکر یہ تو کہا دیا کہ "ہاں دیتا ہے " مگر وہ اپنے اس عجیب اقرار کو بھول گیا جو تھوڑا عرصہ ہوا کیا تھا " تو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے " (حضرت متی ۱۶باب ۱۶آیت)یا تو وہ اس اقرار کی پوری گہرائی سے واقف نہ تھا اور اگر تھا تو اس وقت اسے نظر انداز کرگیا۔ بہر حال اس کو یہ بات یاد نہ رہی کہ میرے مالک کا اصل مرتبہ اورمنصب اس بات کا متقاضی ہے کہ محصول اس کو دیا جائے نہ اس سے لیا جائے ۔ وہ ہیکل سے بڑا تھا پس یہ لازم تھا کہ فدیہ کا روپیہ اس کے حضور ادا کیا جاتا نہ کہ اس سے لیا جاتا ۔ اب مسیح قبل اس کے پطرس خود بتائے آپ اس سے پوچھتے ہیں کیونکہ اس پر خفی جلی سب بھید کھلے تھے اوروہ پوشیدہ باتوں سے واقف تھا۔کیا تو سمجھتا ہے کہ دنیا کے بادشاہ وغیرہ" وہ اس سوال سے گویا پطرس کو یاد دلاتا

ہے کہ تو نے ابھی ابھی مجھے زندہ خدا کا بیٹا کہا تھا۔ اورتو جانتا ہے کہ یہ روپیہ جو جمع کیا جاتا ہے خدا کو ادا کیا جاتا ہے ۔ اوریہ بھی جانتا ہے کہ بادشاہ اپنے بیٹوں سے محصول نہیں لیا کرتے بلکہ غیر اور اجنبی لوگ محصول دیا کرتے ہیں۔ اب اگر یہ صحیح ہے تو میں بھی جو خدا کا بیٹا ہوں اس محصول سے آزاد ہوں کیونکہ میں اپنے باپ کے گھر کا مختار رہوں۔ یہ ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ کیوں بیٹے " کہتا ہے اور "بیٹا" نہیں کہتا ۔

آیت نمبر ۲۷۔مگر اسلئے کہ ہم انہیں ٹھوکر نہ کھلائیں تو جھیل پر جاکر بنسی ڈال اورجو مچھلی پہلے نکلے اسے لے لے اورجب اس کا منہ کھولے گا تو ایک سکہ ملے گا۔ وہ لے کر میرے اوراپنے بدلے انہیں دے دینا ۔

سیدنا مسیح اپنے تیئں اس روپیہ کے ادا کرنے سے بالکل بری سمجھتا ہے ۔ مگر چونکہ شاگرد کہہ آیا ہے کہ فدیہ کا روپیہ ادا کیا جائے گا اور چونکہ نہ ادا کرنے سے یہودیوں کو یہ الزام لگانے کا موقع ملتا کہ وہ اور اس کے شاگرد ہیکل کی قدرنہیں کرتے بلکہ شریعت کو توڑتے ہیں لہذا مسیح دو رخمہ دینے کا انتظام کرتے ہیں اوروہ اس طرح کہ اپنے شاگرد کو وہی کام کرنے کو کہتا ہے جس سے وہ خوب مانوس ہے ۔ پیشہ

ماہی گیری سے پطرس بخوبی واقف تھا۔ سو مسیح نے اسے بنسی ڈالنے کو کہتے ہیں۔ شائد وہ یہ مقرری رقم اگر چاہتے تو کسی اورطرح سے بھی دے سکتے تھے مگر ایسا کرنے سے وہ مطلب زائل ہوجاتا ہے۔ جو مچھلی کے منہ سے سکہ پانے سے برآمد ہوا۔ جناب مسیح محصول کا روپیہ تو ادا کرتے ہیں مگر وہ روپیہ ایسے طریقے سے دستیاب ہوتا ہے کہ شاگردوں پر بخوبی روشن ہوجاتا ہے کہ مسیح جو روپیہ کا اداکرنے والا ہے واقعی تمام مخلوقات کابادشاہ ہے خشکی اورتری کا مالک انسان اورحیوان کا مالک ہے اوراس لئے اس کا عالی درجہ اور شاہی رتبہ اس کی شوکت اوراس کا جلال خدا کے بیٹے کی طرح ہے ۔ پس اس سے فدیہ کا روپیہ نہیں لینا چاہئیے بلکہ اس کے حضورادا کرنا چاہیئے۔

انہوں نے اس کی تنگ دستی میں اس کی الہٰی دولتمندی کا جلوہ دیکھا۔ واضح ہو کہ مسیح نے بجز اس معجزے کے کوئی اور معجزہ اپنی حاجت کےپورا کرنے کے لئے نہیں کیا۔ اوریہ بھی اسکی ذاتی حاجت کی مرافعت کے لئے نہ تھا ۔ اورجو بات یاد رکھنے کے قابل ہے سو یہ ہے کہ یہاں واقعی ایک حقیقی اور سچی ضرورت تھی جس کےرفع کرنے کے لئے اس نے یہ معجزہ کیا۔ اس خیال کے مقابلہ میں وہ معجزات

جو اپاکرفل کتابوں میں درج ہیں اور مسیح سے منسوب کئے جاتے ہیں کیسے بے بنیاد اور بے مزہ معلوم ہوتے ہیں۔

اب رسول یہ نہیں بتاتا کہ پطرس گیا اور اس نے بنسی ڈالی اور مچھلی پکڑی اور سکہ پایا اور اسے مسیح کے پاس لایا وغیرہ یہ سب باتیں مقدر ہیں۔ مگر مسیح کا یہ حکم کہ جو سکہ تجھے ملے گا اسے لے کر میرے اور اپنے بدلے انہیں دینا" ظاہر کرتا ہے کہ مسیح نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

مسیح " میرے اور اپنے بدلے " کہتا ہے ۔ اور" ہم دونوں کے بدلے " نہیں کہتا ۔ بعض لوگوں کی رائے میں یہ تفریق اس واسطے کی جاتی ہے کہ شاگرد مسیح کو اپنے زمرہ میں شامل نہ کریں۔ بلکہ یہ امتیاز کریں کہ وہ فدیہ کا روپیہ دینے والا نہیں بلکہ لینے والا ہے ۔ مگر چونکہ اس نے اپنی مرضی سے انسانی صورت اختیار کی اور شریعت کے تابع ہوا اس لئے وہ فدیہ کا روپیہ دیتا ہے تاکہ لوگ ٹھوکر نہ کھائیں۔

یاد رہے کہ معجزہ صرف اس غیب دانی میں تھا کہ فلاں مچھلی کے پیٹ میں سکہ موجود ہے بلکہ اس بات میں بھی کہ اس نے اپنی قدرت سے اسی مچھلی کو پہلی مرتبہ پطرس کی بنسی کے پاس بھیجا جس کے پیٹ میں وہ سکہ پایا جاتا تھا۔ جس طرح اور مخلوقات اسی

طرح مچھلیاں اوربحری جانوربھی اس کے تابع اوراسی میں جیتے ہیں (بائبل مقدس صحیفہ حضرت یوناہ ۱باب ۱۷آیت ،۱سلاطین ۱۳باب ۲۴آیت ،۲۰باب ۳۶آیت ،صحیفہ حضرت عاموس ۹باب ۳آیت)اس معجزہ کے متعلق دوباتوں سے خبرداررہنا چاہئیے۔ اول یہ کہ ہم ان تاویلوں سے بچیں جو یہ بیان کرتی ہیں کہ معجزہ وغیرہ کچھ سرزد نہیں ہوا۔ صرف مسیح نے پطرس سے یہ کہا کہ ہاں بھائی کومحصول تو دینا چاہئیے پرکس طرح دیا جائے ۔ بہتر ہے کہ تم جاؤ اور مچھلیاں پکڑو اوران کو بیچ کر جو رقم دینی ہے کمالاؤ۔یہ خیال بالکل لغو اورباطل ہے کیونکہ جن الفاظ میں معجزہ بیان کیا گیا ہے ان میں کوئی بات ایسی نہیں جو اس لچر خیال کی تائید کرے ۔ اورپھراس کے ساتھ ہم اس تشریح سے بھی اجتناب کریں جو یہ ظاہرکرتی ہے کہ مسیح نے بالکل ازسرنو مچھلی اورسکے کو خلق کیا۔ ہم اس کی خالقیت کے دل وجان سے قائل ہیں۔ ساری چیزیں اس کے وسیلے سے پیدا ہوئیں اورجوکچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیزبھی اس کے بغیر پیدا نہ ہوئی۔" توبھی ان معجزوں کے متعلق یہ ماننا ضروری نہیں کہ تخلیق مطلق وجود میں آئی۔

پھر اس معجزے سے بعض پرانے بزرگوں نے علامتی معنی نکالے ہیں مثلاً یہ کہ مچھلی کہ منہ میں جو سکہ تھا اس سے غرور مراد ہے ۔ اور مچھلی سے گناہ گار انسان جو ایمان لاتا ہے اور پانی سے دنیا کا ویرانہ جس سے گنہگار انجیل کی بنسی سے پکڑا جاتا ہے پس مراد یہ ہے کہ آدمیوں کے ہر مچھوے کو لازم ہے کہ وہ ہر شخص کے منہ سے جو ایمان لاتا ہے غرور کا سکہ نکالے ۔ اس قسم کی تفسیروں کی کچھ ضرورت نہیں۔ معجزہ خود جیسا ہے روحانی معانی سے پر ہے ۔

نصیتحیں اور مفید اشارے

۱۔ سیدنا مسیح کیسی احتیاط اور خبرداری سے کام لیتے ہیں تاکہ لوگ غلط فہمی میں نہ پڑیں۔ وہ پطرس کے ساتھ بڑی خبرداری سے گفتگو کرتے ہیں اپنے چلن سے یہودیوں کو کڑکڑانے کا موقع نہیں دیتے ہیں۔

۲۔ ہماری دانست میں مسیح کی گفتگو جو پطرس کے ساتھ ہوئی اور جس میں اس نے یہ دعوے کیا میں نیم مثقال کے ادا کرنے سے آزاد ہوں پختہ اور لاجواب ثبوت اس امر کا ہے کہ وہ الہٰی شخص تھا۔ ہم نے تفسیر دکھا دیا ہے کہ وہ اور کسی طرح یہ دعوے نہیں کرسکتا تھا۔ او رپھر یہی بات اس طریقہ سے ثابت ہے جس سے اس نے یہ چندہ

اداکیا۔ اس کے وسیلے وہ ظاہر کرتے ہیں کہ تمام بحری اور بری قدرتوں کا مالک اوربادشاہ ہوں۔

۳۔اس معجزے نے یہ بھی ظاہر کردیا کہ وہ کیسا دولتمند ہے اس کی حشمت اس کا جلال عیاں ہے۔ پر ہمارے لئے اس نے غریبی اختیار کی اوراپنے آپ کو پست کیا۔

۴۔مسیح نے کبھی کوئی معجزہ اپنے فائدے یا اپنی ضروریات کے رفع کرنے کے لئے نہیں کیا۔ وہ ہمیشہ اپنی قوتِ اعجازکو اوروں کی بھلائی کے لئے کام میں لاتا تھا۔ یہ معجزہ بھی اس نے اپنی کسی ذاتی ضرورت کے لئے نہیں کیا۔

۵۔نیچر اور مسیح ۔ وہ ساری نیچر کا عالم (۲)ساری نیچر کا حاکم (۳)اورساری نیچر کا ناظم ہے ۔

لعزر کو زندہ کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۱۱باب ۱تا ۵۴)

اس معجزہ کا بیان شروع کرنے سے پہلے یہ سوال برپا ہوتا ہے کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اتنا بڑا معجزہ جو جناب مسیح کے تمام معجزات سے بڑھ کرتھا اورجس کے نتائج بھی بڑے بڑے تھے صرف ایک ہی انجیل میں جگہ پاتا ہے اورباقی تین انجیلوں میں اس کا کچھ پتہ نہیں ملتا ۔ اس سے بہت لوگوں کو اس معجزے کی حقیقت پر اعتراض کرنے کا موقع ملا ہے اس سوال کے جواب میں ذیل کے قیاس پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱)یہ کہ پہلے تین راوی انجیل شریف کے مصنفوں نے انجیل شریف کو ملک فلسطین میں تحریر کیا اورغالباً اس وقت لعزراوراس کے بعض رشتہ دار جیتے تھے اوران انجیل نویسوں نے مناسب نہ سمجھا کہ اپنی تحریر میں اس معجزے کو درج کرکے مخالفوں کو ان کی طرف متوجہ کریں اوریوں لعزراوراس کے رشتہ داروں کو ان کی ایذارسانی کا نشان بنائیں بعض مفسر اس خیال کے ثبوت میں (حضرت یوحنا ۱۲باب ۱۰آیت) پیش کرتے ہیں جہاں لکھا ہے " پس

سردار کاہنوں نے مشورت کی کہ لعزر کو بھی مار ڈالیں۔" لیکن اس کے جواب میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خیال اصل مشکل کی عقدہ کشائی نہیں کرتا کیونکہ حضرت متی کے سوائے باقی دونوں راوئی انجیل کی نسبت پختہ طورپر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ضرور فلسطین میں لکھی گئی تھیں اوریہ خیال کہ اگر وہ اس کا ذکر اپنی انجیلوں میں کرتے تو وہ معرض خطرے میں پڑ جاتا وقعت کے لائق نہیں کیونکہ اس وقت مسیحیوں کا ذکر کسی کتاب میں کیا جاتا یا نہ کیا جاتا وہ بہر کیف دشمنوں کے سبب ہر وقت خطرہ میں مبتلا تھے۔ اور اگر بالفرض لعزر کو اس معجزے کے اندراج سے خاص خطرے میں گرفتار ہونا ہی پڑتا تو تو بھی وہ اپنے بچنے کے لئے اپنے مولا کے نام کی بزرگی اورجلال کے لئے کبھی سدراہ نہ ہوتا ۔ پس ان وجوہات سے خیال مذکورہ بالا بہت زورآور معلوم نہیں ہوتا۔

(۲)دوسرا خیال یہ ہے کہ چونکہ پہلی تین انجیلوں کے مصنف ان معجزوں کا ذکر یروشلم یا اس کے گرد ونواح میں ہوئے اپنی انجیلوں میں نہیں کرتے ۔ اس لئے انہوں نے اس کو بھی چھوڑدیا۔ مذکورہ بالا خیالات میں بھی کچھ نہ کچھ صداقت پائی جاتی ہے مگر ہمیں رائل صاحب کا یہ خیال درست معلوم ہوتا ہے کہ ہر انجیل نویس نے

وہی بات رقم کی جس کے قلمبند کرنے کی ہدائت اس کو خداوند سے ملی ۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں کرتا کہ ہمارے انجیل نویس مسیح کی کامل تاریخ تحریر کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ مسیح نے صرف وہی تین مردے زندہ نہیں کئے جن کا ذکر انجیل شریف میں آتا ہے۔ آپ نے کئی اورمعجزے بھی اس قسم کے دکھلائے ہوں گے ۔ وہ اپنے کام کے شروع میں یوحنا بپتسمہ دینے والے کے جواب میں کہلا بھیجتے ہیں "مردے زندہ کئے جاتے ہیں (حضرت متی ۱۱باب ۵آیت)اور پھر حضرت یوحنا کہتے ہیں کہ "اور بھی بہت سے کام ہیں جو مسیح نے کئے اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں ان کے لئے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی "(حضرت یوحنا ۲۱باب ۲۵آیت)پس مناسب ہے کہ ہم یہ مانیں کہ مسیح نے جیسا بہتر سمجھا ویسا ہر ایک انجیل نویس سے لکھوایا ۔ اورمسیح کے وہ کام او رکلمات جو یروشلم میں ظاہر ہوئے ان کا قلمبند کرنا حضرت یوحنا کے سپرد ہوا۔ اور وہی مقرر ہوا کہ عجیب وغریب معجزے کو تحریر کرے جس سے یہودیوں کی سخت دلی پورے پورے طور پر ثابت ہوگئی۔

ہماری دانست میں جو ضروری سوال ہے وہ یہ نہیں کہ اس کو کیوں صرف ایک انجیل نویس تحریر کرتا ہے اور باقی نہیں کرتے ۔ سوال اصل یہ ہے کہ آیا یہ معجزہ ایک حقیقی تواریخی واقعہ ہے یا نہیں۔ غیر متعصب شخص کے لئے اس معجزے کی حقیقت اس معجزے کے بیان میں موجود ہے ۔ جس طرح اس معجزے کا دکھانا گویا ایک طرح سے یہودیوں کے لئے اخلاقی معیار تھا۔ اسی طرح اس کا بیان پڑھنے والے کے لئے بھی ایک کسوٹی ہے ۔ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے زندگی کی خوشبو اور تسلی کا باعث ہے ۔ پر جو ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ٹھوکر کا باعث ۔ سچی تشریح کے برخلاف چار تاویلیں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ کہ لعزر صرف غش کے عالم میں تھا۔ لیکن وہ مقامات جہاں لعزر کی موت کا صاف بیان کیا گیا ہے ۔ اس قیاس کی تردید کرتے ہیں۔ بہنیں کہتی ہیں اگر آپ یہاں ہوتے تو ہمارا بھائی نہ مرتا ۔ وہ سمجھتی ہیں کہ وہ مرگیا ہے اور آیت ۳۹ میں صاف اس کو مردہ کہا گیا ہے ۔ وہ چار دن سے ایک قبر میں پڑا رہا جس کے منہ پر پتھر رکھا تھا۔ یروشلم سے یہودی ماتم پرسی کے لئے آئے ۔ بہنیں اور ان کے ہمدرد مہمان اس کو مردہ سمجھ کر آنسو بہاتے تھے۔ ان سب لوگوں کو پورا یقین تھا کہ وہ مرگیا ہے ۔ پر وہ لوگ جو ۱۷ یا ۱۸ سو برس بعد

تفسیریں لکھنے بیٹھتے ہیں ان کو ان گواہوں کی بات کا یقین نہیں۔ ان کے زعم میں وہ ابھی نہیں مرا۔ بلکہ صرف غش میں پڑا ہے۔

(۲)سٹراس صاحب اپنی کتاب "حیات المسیح" کی پہلی ایڈیشن میں یہ رائے پیش کرتے ہیں کہ یہ قصہ گویا قدیم عیسائیوں کی قوت واہمہ کا کھیل ہے جو شاعرانہ طرز میں ظاہر ہوا۔ مگر اسی کتاب کی دوسری ایڈیشن میں لعزر کے اس تاریخی بیان کو فکشن (کہانی) بتاتے ہیں جو ان کے زعم میں حضرت لوقا کی تمثیل موسومہ "لعزر اوردولتمند" پر مبنی ہے ۔ ہم پوچھتے ہیں کہ اس آدمی کے قیاس کی کیا وقعت کی جائے جو خود اپنی رائے کی نسبت مستقل یقین نہیں رکھا۔ پہلی ایڈیشن میں کچھ رائے دیتا ہے اور دوسری میں کچھ اور۔ ایسے آدمی کی ساری باتیں خود وہی قیاسات پر مبنی ہیں۔ اس کے وہم کی نسبت ہمیں انجیل نویس کا بیان زیادہ وقعت کے لائق معلوم ہوتا ہے ۔ وہ تاریخی بیان ہے اورسٹراس کی طرح قیاسی دعوے نہیں ہے ۔

(۳)کہ یہ ایک تمثیلی بیان ہے جس میں مسیح موت پر غالب آنے والا ظاہر کیا گیا ہے تاکہ اس کا جلال ظاہر ہو۔ یہ خیال بھی درست نہیں۔ کیونکہ طرزبیان سے ہرگز ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ ایک تمثیل ہے انجیل مسیح کی تمثیلوں سے بھری ہوئی ہے کوئی تمثیل لو

اورا سکا مقابلہ اس بیان سے کرو فوراً معلوم ہوجائے گاکہ تمثیل کا طرزہی کچھ اورہوتا ہے۔ مگر بیان زیر نظر سے صاف روشن ہے کہ لکھنے والا ہم پر یہ نقش کرنا چاہتا ہے کہ جو کچھ میں تم کو بتلا رہا ہوں وہ ایک حقیقی تاریخی واقعہ ہے (۴) یہ کہ سارا قصہ جھوٹ کا فساد ہے۔ یا ملائم الفاظ میں یوں کہیں کہ یہ قصہ دیندارانہ فریب کا نتیجہ ہے۔ کہ مسیح مریم اورمارتھا اورلعزر کے ساتھ مل جاتا ہے تاکہ اس فریب سے یہودیوں کو قائل کرے۔ ایسا خیال کرنا کیسی شرارت ہے۔ کیا بہنوں کے آنسو اس خیال کی تائید کرتے ہیں ؟ کیا لعزر چاردن تک قبر کے اندرجس پرپتھر دھرا تھا پڑا رہ سکتا تھا ؟ کیا مسیح کا سنجیدہ کلام اوراس کے عظیم دعوے جو وہ اپنے کام اوراپنی شخصیت کی نسبت اس بیان میں کرتا ہے اوراس کی دعا جو وہ باپ سے مانگتا ہے کیا یہ سب باتیں اس فریب کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں؟ یہ سب فضول دعوے اس خیال سے پیدا ہوئے ہیں کہ فوق العادت نا ممکن ہے معجزے کی تاریخی صحت اورصداقت بیان کی سادگی اورسچائی اورتفصیل سے ٹپکتی ہے۔ اورمسیح اوراس کے شاگردوں کی صداقت لعزرا وراس کی بہنوں کی دیانت داری سے متر شح ہے۔ لوگ ہم کو یہ طعنہ دیا کرتے ہیں کہ ہم بڑے زوراعتقاد

ہیں۔ مسیح کے معجزوں کو جلد مان لیتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ منصف مزاج لوگ فیصلہ کریں کہ زوداعتقاد لوگ کون ہیں۔ عیسائی یا ان کے مخالف ؟ ہماری رائے میں مذکورہ بالا قیاسوں کے ماننے کے لئے زیادہ رودا عتقادی کی ضرورت ہے ۔

آیت نمبر ۱۔جس گھرانے کا ان آیات میں ذکر ہے اس کے یہاں ہمارے مولا اکثر فروکش ہوا کرتے تھے ۔ یہ لوگ نہ فقط آپ کو اپنے گھرمیں جگہ دیتے تھے بلکہ اپنے دلوں میں بھی آپ کی محبت رکھتے تھے۔ اورآپ بھی ان کو بہت پیا رکرتے تھے چنانچہ آیت ۵ میں آیا ہے اور" مسیح مارتھا اوراس کی بہن اورلعزر سے محبت رکھتے تھے۔"

بیت عینا کا گاؤں یروشلم سے تھوڑے فاصلہ پر واقعہ تھا کہتے ہیں کہ وہ پونے دومیل سے زیادہ نہ تھا۔ مسیح غالباً دن کے وقت اس مخالف شہر میں جاکر کام کیا کرتے تھے اوررات کے وقت بیت عینا میں مارتھا کے گھر (حضرت لوقا ۱۰باب ۳۸آیت)آکر پناہ گزین ہوتے تھے ۔ (حضرت متی ۱۱باب ۱۱تا ۱۹آیت)یا یوں کہیں کہ اپنے اعدا کی مخالفت اوران لوگوں کی صحبت سے جو بار باراس کے کلام کی تحقیر کرتے اوراس کے الفاظ کا مطلب بگاڑتے تھے فارغ ہوکراس گھر میں آتے اوریہاں تازگی اورتفریح کے سامان پاتے تھے۔ یہاں مریم جس نے

عطر ڈال کر اپنے بالوں سے آپ کے پاؤں پونچھے تھے آپ کے پاؤں کے پاس بیٹھ کر آپ کا کلام معجز نظام سنا کرتی تھی۔ یہاں مارتھا کبھی اپنی بہن کی طرح اس کی زندگی بخش باتوں کی طرف کان جھکاتی اور کبھی لوازمات مہمان نوازی بجالا کر اپنا حسن عقیدت دکھاتی تھی اور اسی طرح آپ کا دوست لعزر اپنی صدق دلی سے آپ کے دل کو شاد کیا کرتا تھا۔

لعزر بیمار تھا۔ اس خوش حال خاندان پر بھی تھوڑی دیر کے لئے غم کا بادل چھا گیا یعنی لعزر کسی مرض میں گرفتار ہوا۔ یاد رہے کہ اس دنیا میں مسیح کے دوست بھی غم اور تکلیف کے بادلوں سے جو بنی آدم کی زندگی میں ضرور آتے ہیں آزاد نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہئیے کہ اوروں پر آئیں یا نہ آئیں ان پر ضرور آتے ہیں۔ دکھ اور بیماری کے وسیلے مسیح اپنے بندوں کو پاک کرتے ہیں اور ان میں برداشت کا پھل پیدا کرتے ہیں۔ جب اس کے بندے دکھ اور ثابت قدم رہتے ہیں تو ثابت ہوجاتا ہے کہ وہ مسیح کو دنیاوی نعمتوں اور جسمانی عیش وعشرت کی افرائش کے لئے پیار نہیں کرتے بلکہ اس لئے کہ وہ ان کا مالک ہے۔ شیطان نے حضرت ایوب پر یہی الزام لگایا کہ وہ دینوی

کشائش کے سبب خدا کی راہ پر چلتا ہے۔ اور مریم اور مارتھا پر بھی شائد یہی الزام لگتا اگریہ دکھ ان پر نہ آتا۔

لعزر کی بیماری کی نسبت کچھ پتہ نہیں کہ وہ کیا تھی۔ مگر چونکہ بڑی تیزی کے ساتھ بڑھی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ شائد وہ کسی سخت قسم کا بخار ہوگا۔ بعض مفسروں کا خیال ہے کہ لعزر سردی کے موسم اور ایسٹر کے درمیان کسی وقت بیمار پڑا۔

لعزر۔ یہ الیعزر کی دوسری صورت ہے ۔ اس شخص کی نسبت بعض کی یہ رائے ہے کہ وہ وہ شخص تھا جو مسیح کے پاس یہ کہتا ہوا آیا تھا کہ میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں۔ مگر مسیح کا جواب سن کر لوٹ گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ بعد میں وہ مسیح پر ایمان لایا۔ مگر یہ نتیجہ صرف قیاسی ہے ۔ تاہم اس شخص کے بارے میں بہت کچھ نہیں جانتے ۔

آیت نمبر ۳۔یہ وہی مریم تھی جس نے مسیح پر عطر ڈال کر اپنے بالوں سے آپ کے پاؤں مبارک پونچھے تھے۔

اس آیت میں یہ جملہ معترضہ مریم کی تخصیص کے لئے داخل کیا گیا ہے تاکہ وہ دوسری مریموں سے امتیاز کی جائے ۔ مسیح کے شاگرد جانتے تھے کہ مسیح کے زمانہ میں کم ازکم چار عورتیں اس نام

سے موسوم تھیں (۱)آپ کی والدہ ماجدہ(۲)کلیوفس کی بیوی (۳)مریم مگدلینی (۴)مارتھا کی بہن مریم۔
اس بات پر بڑی بحث ہے کہ یہ مریم کون تھی اور کہ ہمارے مولا پر کتنی دفعہ عطر ملا گیا؟ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ ہمارے مولا پر تین دفعہ عطر ملا گیا۔ ایک مرتبہ حضرت لوقا ۷باب میں) شمعون فریسی کے گھر ایک مرتبہ بیت عینا میں شمعون کوڑھی کے گھر۔ اور پھر ایک مرتبہ بیت عینا میں مارتھا اور مریم کے گھر۔ بعض کی یہ رائے ہے کہ عطر تین مرتبہ ملا گیا۔ مگر مارتھا کی بہن مریم نے دو مرتبہ ملا۔
بعض یہ مانتے ہیں کہ صرف دو مرتبہ عطر ملا گیا۔ ایک دفعہ فریسی کے گھر (حضرت لوقا ۷باب) اور ایک مرتبہ بیت عینا میں شمعون کوڑھی کے گھر جہاں مرتھا اور مریم اور لعزر رہتے تھے یہ معلوم نہیں کہ کیوں وہاں رہتے تھے شائد شمعون اس کا رشتہ دار تھا۔ بعض کا گمان ہے کہ وہ مرتھا کا شوہر تھا۔
بعض اشخاص کی رائے ہے کہ صرف ایک مرتبہ عطر ملا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ شمعون فریسی اور شعمون کوڑھی ایک ہی شخص کے نام ہیں اور کہ یہ واقعہ بیت عینا میں سرزد ہوا۔ ان کے خیال میں لوقا اس

واقعہ کا بیان ترتیب وقت مطابق نہیں کرتے ۔ اس خیال میں یہ مشکل ہے کہ مریم اپنی پہلی زندگی میں بدکار اور گنہگار عورت ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس کی خصلت کی بابت ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک نیک بخت اور خدا پرست عورت تھی رائل صاحب کی رائے میں اگر تین دفعہ عطر کا ملنا تسلیم کیا جائے تو تمام دقتیں دفع ہوجاتی ہیں۔ کم ازکم دو دفعہ ماننا تو لازمی امر ہے ۔ مفصل بیان کےلئے ان کی تفسیر کو دیکھنا چاہیئے۔

آپ کے پاؤں پونچھے تھے۔ آیت زیر نظر کو پڑھتے وقت ایسا خیال گذرتا ہے کہ گویا لعزر کے جلانے سے پہلے مسیح کے پاؤں عطر سے دھوئے گئے تھے۔ حالانکہ یہ واقعہ لعزر کے زندہ ہونے کے بعد وارد ہوا۔ اس کا حل یہ ہے کہ حضرت یوحنا اپنی انجیل ان دونوں واقعات سے بہت مدت بعد تحریر کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ سب مسیحی اس بات سے واقف ہیں کہ مریم نے مسیح کے پاؤں پر عطر ملا اوران کو اپنے بالوں سے پونچھا۔ لہذا وہ اس وقوعہ کی طرف اشارہ کرکے اس مریم کو دوسری مریموں سے امتیاز کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۔پس اس کی بہنوں نے آپ کو یہ کہلا بھیجا کہ اے مالک دیکھئیے جسے آپ عزیز رکھتے ہیں وہ بیمار ہے۔

اپنے بھائی لعزر کی تکلیف اور خطرے کو دیکھ کر انہوں نے مسیح کے پاس ایک قاصد بھیجا۔ مسیح غالباً اس وقت اپنے دشمنوں کی مخالفت سے پناہ گزین ہونے کے لئے یردن کے پار دوسری طرف چلے گئے تھے (حضرت یوحنا ۱۰باب ۳۹و۴۰آیت مقابلہ کریں حضرت یوحنا ۱۱باب ۲۸آیت) مگر مریم اور مارتھا کو وہ مقام جہاں آپ رہتے تھے معلوم تھا۔ اورچونکہ انہوں نے مسیح کو ہر موقعہ پر مدد کے لئے تیار اورلوگوں کے دکھوں کو دورکرنے پر مستعد د پایا تھا لہذا مریم اور مارتھا آپ کے پاس یہ پیغام روانہ کرتی ہیں " اے مالک دیکھئیے جسے آپ عزیز رکھتے ہیں وہ بیمار ہے "ان بہنوں کا ایمان کیسا مضبوط تھا اور وہ کیسا پکا بھروسہ اس پر رکھتی تھیں۔ وہ یہ نہیں کہتی ہیں کہ اے پیغام بر تو وہاں جا کے مالک کو بہت تاکید کرنا او رکہنا اے مالک میں تو آپ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا ۔ وہ آپ کی محبت پر کامل بھروسہ رکھتی ہیں اور جانتی ہیں کہ اسے صرف اتنا کہنا کافی ہوگا کہ جسے آپ عزیر رکھتے ہیں بیمار ہے " اورچونکہ بیت عبارہ بیت عینا سے صرف ایک دن کی راہ ہے لہذا انہیں امید تھی کہ آپ جوان کو پیار کرتے ہیں۔ کبھی نہیں چھوڑتے جلد مدد کے لئے آئیں گے۔ دیکھو وہ کیا نام اپنے بھائی کو دیتی ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتی ہیں کہ

ہمارا بھائی بیمار ہے ۔ اور نہ یہ کہتی ہیں کہ وہ جو آپ کو پیار کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہ جسے آپ پیار کرتے ہیں وہ بیمار ہے (لعزر کا نام گویا "جسے آپ پیار کرتے ہیں" ہے ۔

آیت نمبر ۴۔ مسیح نے سن کر کہا یہ موت کی بیماری نہیں بلکہ خدا کے جلال کی ہے تاکہ اس کے وسیلے سے خدا کے بیٹے (سیدنا مسیح) کا جلال ظاہر ہو۔

یہ موت کی بیماری نہیں۔ یہ الفاظ مسیح نے قاصد کا پیغام سن کر اپنی زبان مبارک سے نکالے۔ اور اپنے شاگردوں کے روبرو بیان فرمائے۔ یہ الفاظ گویا بہنوں کے پیغام کا جواب تھے مسیح چاہتے ہیں کہ وہ قاصد لعزر کی بہنوں کے پاس آپ کا جواب لے جائے اور ان سے کہہ دے کہ مسیح نے کہا کہ " یہ موت کی بیماری نہیں " اس جواب نے ان کو سخت حیرانی اور تشویش میں ڈال دیا ہوگا۔ کیونکہ لعزر غالباً اس قاصد کے واپس آنے تک جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے جان بحق ہوگیا تھا۔ اب وہ مسیح کے اس پیغام کو سن کر سوچتی ہوں گی کہ اس کا کیا مطلب ہے ۔ لعزر مرگیا ہے پر وہ کہتا ہے کہ یہ بیماری موت کی نہیں۔ کیا اس نے ہم کو فریب دیا یا خود فریب کھایا ہے۔ وہ کہتی ہوں گی کہ اگر اس کا مطلب درحقیقت یہ تھا کہ لعزر نہیں مرے

گا تو وہ خود کیوں نہ آیا ؟ اوراگر کوئی ضروری بات سدراہ تھی تو وہاں سے کیوں نہ کہہ دیاکہ وہ اچھا ہوجائے گا ؟ کیونکہ وہ تو اپنے کلام سے دوردور کے بیماروں کو شفا بخشتا ہے اور ہم نے خود اسے اجنبیوں کواس طرح اچھا کرتے دیکھا۔ لعزرتو اس کا دوست تھا۔ جس طرح ہم خدا کے عجیب وعدوں کی نسبت اپنی کم اعتقادی سے یہ خیال کر بیٹھتے ہیں کہ وہ اب ہمارے حق میں پورے نہ ہوں گے اورجس طرح ہم اس کی محبت کی گہرائی اورقدرت کو نہیں پہچانتے بلکہ اسے محدود کردیتے ہیں۔ اسی طرح اس وقت شائد مسیح کے وعدہ کے ساتھ ہوا۔ انہوں نے اس کے کلام کی سچائی کو جب تک کہ واقعہ نے اسکی تصدیق نہ کی نہ پہچانا پروہ شروع ہی سے انجام کو جانتے تھے اورلعزرکی بہنوں نے بھی بعد میں معلوم کیا کہ اس دیرکا کیا مطلب تھا کہ وہ چاہتا تھا کہ لعزرنہ صرف جسمانی زندگی واپس پائے بلکہ اس کے ساتھ وہ اعلیٰ زندگی بھی اس کو نصیب ہو جو آگے اس کو نصیب نہ تھی۔ کیونکہ جب مسیح کہتے ہیں کہ " یہ بیماری موت کی نہیں بلکہ خدا کے جلال کی ہے " اورا س کی شرح اس طرح کرتے ہیں کہ " اس کے وسیلے سے خدا کے بیٹے کا جلال ظاہر ہو " تو اس میں ضروریہ خیال مضمر تھاکہ لعزرکی روحانی زندگی بھی زیادہ کاملیت حاصل

کرے گی اور ایسا ہی ہوا۔ اب جس بات سے اس کی روحانی زندگی نے ترقی پائی اس نے دنیا کے سامنے مسیح کا جلال ظاہر کیا یایوں کہیں کہ خدا کے بیٹے کا جلال پہلے لعزر میں عیاں ہوا اور پھر اس کے وسیلے دنیا کے سامنے اس کی بزرگی ظاہر ہوئی ۔(مقابلہ کرو حضرت یوحنا ۹باب ۲تا ۳آیت)۔

آیت نمبر ۵۔اور جنابِ مسیح مرتھا اوراس کی بہن اورلعزر سے محبت رکھتے تھے ۔

اس آیت کو بعض نے آیات ماقبل سے ربط دیا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو کہ کیوں ان بہنوں نے اس کے پاس پیغام بھیجا ۔ یعنی ان کو پیغام بھیجنے کی جرات اوراس کے قبول کئے جانے کا یقین اس لئے ہوا کہ وہ " مرتھا اوراس کی بہن اورلعزر سے محبت رکھتا تھا " پر بعض اسے چھٹی آیت سے ملاتے اور یہ معنی مستنبط کرتے ہیں کہ حضرت یوحنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں آئتوں میں جو دو خیال پائے جاتے ہیں اوران میں جو مقابلہ پایا جاتا ہے وہ بخوبی ظاہر ہوجائے ۔ پانچویں آیت میں اس کی محبت کا اور چھٹی آیت میں ا سکی دیر کا ذکر ہے یا یوں کہیں کہ حضرت یوحنا ایک طرف تو یہ بتاتے ہیں کہ وہ بیت عینا کے مصیبت زدہ خاندان کو پیار کرتے تھے اور دوسری طرف یہ کہ

باوجود اس پیار کے وہ ان کا پیغام سن کردو دن تک دیر لگاتے ہیں۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ پڑھنے والا اس بات سے واقف ہوجائے کہ اس عجیب محبت میں جو اپنا کام کرنے سے پہلے اتنی دیرتک خاموش رہی کیاکچھ پایا جاتا ہے۔ مگر بعض اس آیت کو مابعد کی دوآئتوں سے مربوط کرتے ہیں اوریہ معنی لیتے ہیں کہ " مسیح مارتھا ۔۔وغیرہ " کو پیارکرتا تھا پس جب آپ نے سنا کہ لعزربیمار ہے توآپ دودن جہاں تھے وہیں رہے مگر پھر اس کے بعد آپ نے شاگردوں سے کہا کہ آؤ یہودیہ کو پھر چلیں۔" اس آیت سے ظاہر ہے کہ تمام گھرانا مسیح کا پیرو تھا۔ یہ کیسا مبارک گھرانا تھا۔جو مسیح کے لطف اورکرم کا مورد ہے ۔ واضح ہو کہ پیار کے لئے جو لفظ تیسری آیت میں آیا ہے اور ہے ۔۔۔وہ متی ۲۶باب ۴۸آیت ،مرقس ۱۴باب ۴۴آیت ،لوقا ۲۲باب ۴۷آیت میں بوسہ یا چومہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

آیت نمبر۷،۶۔پس جب آپ نے سنا کہ وہ بیمار ہے تو جس جگہ تھے وہیں دو دن اوررہے ۔ پھر اس کے بعد شاگردوں سے فرمایا کہ آؤیہودیہ کوپھر چلیں۔

جس جگہ تھے وہیں دو دن اوررہے ۔ اس تاخیر کا اصل مطلب یہ تھا کہ اسے ایک عجیب معجزہ دکھانے کا موقعہ ملے نہ یہ کہ وہ اس

وقت کسی بڑے ضروری کام میں مصروف تھے (حضرت یوحنا ۱۰باب ۴۱،۴۲آیت)جس کے سبب سے اپنے دوستوں کی دعوت کو قبول نہ کرسکا ۔ او ریہ آخری سبب اس واسطے درست نہیں کہ اگر بفرض محال وہ کام کی شدت سے خود نہیں آسکتے تھے تو کیا اپنے کلام سے بھی اسے شفا بخش نہیں سکتے تھے ؟ اگر کرسکتے تھے تو کیوں نہ کیا ؟ پس اس کا صحیح جواب یہی ہے کہ یہ دیر آپ نے دیدہ دانستہ کی تاکہ نہ صرف ایک مریض کو شفا دے بلکہ چا ردنوں کے مردے کو زندہ کرکے ایک عظیم الشان معجزہ وجود میں لائے ۔ اوراب جب دیر مطلوبہ پوری جاتی ہے تووہ یہودیہ کی طرف جانے کا ارادہ اپنے شاگردوں پر ظاہر کرتا ہے۔

آیت نمبر۸-۱۰۔شاگردوں نے آپ سے کہا اے مولا ابھی تو یہودی آپ کو سنگسار کرنا چاہتے تھے اورآپ پھر وہاں جاتے ہیں ۔ مسیح نے جواب دیا کیا دن کے بارہ گھنٹے نہیں ہوتے ۔ اگر کوئی دن میں چلتا ہے تو ٹھوکر نہیں کھاتا کیونکہ وہ دنیا کی روشنی دیکھتا ہے ۔ لیکن اگر کوئی رات میں چلتا ہے تو ٹھوکر کھاتا ہے کیونکہ اس میں روشنی نہیں۔

جب شاگردوں نے دیکھا کہ مسیح پھر یہودیہ کو جانا چاہتے ہیں تو وہ آپ کو بتاتے ہیں کہ وہاں کیسے خطرے موجود ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ انہیں خطروں کے سبب سے ابھی ابھی یہاں آئے تھے۔ یہودی آپ کو سنگسار کرنا چاہتے تھے لیکن اب پھر وہاں جانا چاہتے ہیں۔ شاگردوں کے الفاظ میں کچھ کچھ محبت اپنی جھلک دکھا رہی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ذاتی حفاظت کا خیال بھی نہاں ہیں جو آیت ۱۶میں توما کے الفاظ کے وسیلے ظاہر ہوتا ہے " پس توما نے جسے توام کہتے تھے اپنے ساتھ کے شاگردوں سے کہا کہ آؤہم بھی مسیح کے ساتھ مرنے کو چلیں " کیا آٹھویں آئت سے معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کے شاگرد آپ کے حضور بڑی آزادی اور بے تکلفی سے رہا کرتے تھے ۔ اپنے خیالات کو بڑی آزادی سے بیاں کردیا کرتے تھے ؟ وہ اگر ان کے خیالات کو غلط پاتے تھے تو ان کی اصلاح کردیا کرتے تھے۔ دینی رہبروں کو اس خصوص میں مسیح کا نمونہ اختیار کرنا چاہئیے۔ مسیح ان کو جواب دیتے ہیں کہ کیا دن کے بارہ گھنٹے نہیں ہوتے اگر کوئی دن میں چلتا ہے وغیرہ " اس جواب کا مطلب یہ ہے کہ دن میں

پورے بارہ گھنٹے ہوتے ہیں اوران میں سے کبھی کوئی گھنٹہ غیر معمولی طورپر مارا نہیں جاتا ۔ یعنی رات کبھی ایک یا دو گھنٹے پہلے آکردن کے بارہ گھنٹوں میں سے کوئی گھنٹہ کم نہیں کردیتی ۔ اور لوگ ان میں سے ہر ایک گھنٹہ میں بے ٹھوکر کھائے چلتے پھرتے اوراپنا کام کرتے ہیں کیونکہ ان کو" دنیا کی روشنی" یعنی سورج روشن کرتا ہے ۔ اسی طرح میرے پاس بھی ایک دن ہے جسے کوئی بادل تاریک نہیں کرسکتا اورمیں بھی اپنے باپ کی روشنی میں بے ٹھوکر کھائے چلتا اوراس کا کام بجالاتا ہوں اورجب تک دن کے بارہ گھنٹوں کی طرح وہ زمانہ جو میرے باپ نے میرے لئے مقررکیا ہے ختم نہ ہوجائے اورجو کام مجھے کرنے کو دیا گیا ہے پورا نہ ہوجائے تب تک ٹھوکر کا کوئی خطرہ نہیں۔ میں ہر طرح محفوظ ہوں اورتم میری صحبت میں محفوظ ہو۔ (مقابلہ کروں حضرت یوحنا ۹باب ۴آیت کے ساتھ)۔

آیت نمبر۱۱۔مسیح نے یہ باتیں کہیں اوراس کے بعد ان سے فرمایا کہ ہمارا دوست لعزر سوگیا ہے اورمیں اسے جگانے جاتا ہوں۔

اب مسیح اپنے شاگردوں کو اس مقصد سے آگاہ کرتے ہیں جس کے سبب سے وہ یہودیہ جانا چاہتے ہے لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہئیے کہ مسیح نے اس وقت کوئی ایسا تازہ پیغام بہنوں سے نہیں پایا تھا کہ لعزر مرگیا ہے اوراس کے دوستوں کا گھر ماتم کدہ بن گیا ہے بلکہ آپ نے اپنی روح کی قدرت سے جانا کہ آپ کا دوست کوچ کرگیا ہے۔ مگر وہ انہیں پہلے یہ نہیں کہتے کہ وہ مرگیا ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ وہ سوگیا ہے اورمیں اسے جگانے جاتاہوں موت کو اکثر سونے سے تشبیہ دی جاتی ہے (توریت شریف کتاب استشنا ۳۱باب ۱۶آیت ،بائبل مقدس صحیفہ حضرت دانیال ۱۲باب ۲آیت ،حضرت متی ۲۷باب ۵۲آیت ،اعماالرسل ۷باب ۶۰آیت ،۱۳باب ۳۶آیت وغیرہ)غیر قوموں میں بھی یہ تشبیہ مروج ہے ۔ مگر فقط مسیحی ہی حقیقت میں جسمانی موت کو سونے سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔

ہمارا دوست لعزر۔ اس سے وہ پیارا اورمبارک رشتہ ظاہر ہوتا ہے جو مسیح اوراس کے بندوں میں پایا جاتا ہے۔ وہ اس کے دوست ہیں نوکرنہیں۔ (مقابلہ کرو حضرت یوحنا ۱۵باب ۱۳تا ۱۵آیت)غریب سے غریب مسیحی ایک دوست رکھتا ہے جو بادشاہوں سے زورآوراور دولتمندوں سے زیادہ دولتمند ہے۔ جو ابد تک اپنی دوستی نباہے گا۔

دیکھو مسیح کا دوست لعزر مرجاتا ہے مگر موت ان دونوں کو جدا نہیں کرسکتی چنانچہ وہ اب بھی دوست ہیں۔ نہ موت نہ زندگی نہ فرشتے نہ حکومتیں نہ قدرتیں اورنہ حال کی نہ استقبال کی چیزیں نہ بلندی اورنہ پستی اورنہ کوئی دوسری مخلوق ہم کواس کی محبت سے جداکرسکتی ہے۔

آیت نمبر ۱۲۔پس شاگردوں نے آپ سے کہا ۔ اے مالک اگر سوگیا توبچ جائے گا۔

ہمارے مولا نے جوکچھ کہا تھا کنایتہً کہا تھا۔ مگروہ اسے معمولی بات سمجھے وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ سوگیا ہے۔ اورچونکہ بعض سخت سخت بیماریوں میں سونا عموماً صحت کا باعث یا نشان ہوتا ہے لہذا وہ سمجھتے ہیں کہ اگرسوگیا ہے توبہت اچھا ہواکیونکہ یقین ہے کہ وہ بچ جائے گا۔ پراس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی اپنے دل میں کہتے ہوں گے کہ اب ضرورنہیں کہ ہمارا خداوند اپنی اور ہماری جان کوخطرے میں ڈالے کیونکہ اب لعزرمسیح کے گئے بغیر ٹھیک ہوجائے گا۔ توما کےکلام سے جوآیت ۱۶میں درج ہے معلوم ہوتا ہے کہ خطرے کا اندیشہ ابھی تک ان کے دلوں میں جاگزین تھا۔

آیت نمبر ۱۳تا ۱۵۔مسیح نے تو اس کی موت کی نسبت کہا تھا۔ مگر وہ سمجھے کہ آرام کی نیند کی بابت کہا۔ مسیح نے ان سے صاف فرمایا دیاکہ لعزر مرگیا۔ اور تمہیں تمہارے سبب سے خوش ہوں کہ وہاں نہ تھا۔ تاکہ تم ایمان لاؤ۔ لیکن آؤہم اس کے پاس چلیں۔

ان آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے مالک ان کی غلط فہمی کو دور کرتے ہیں اوران کو صاف صاف طورپر بتادیتے ہیں کہ لعزرمرگیا ہے۔ مگر یہ خیال کرکے کہ مبادا میرے شاگرد مجھ سے یہ کہیں کہ اے مالک اگرآپ کو وہاں جانا ہی تھا تو اس وقت کیوں نہ گئے جب کہ لعزر زندہ تھا اورکیوں اس وقت جاکر اسے شفا بخشی ۔آپ ان کو فرماتے ہیں کہ "میں تمہارے سبب سے خوش ہوں کہ وہاں نہ تھا " وہ اس واسطے خوش تھے کہ آپ کی غیر حاضری کے سبب ایسا موقعہ پیدا ہوا جس میں خدا کا جلال زیادہ کثرت سے ظاہر ہونے پر تھا۔ اوراس کی نسبت معلوم ہونے کو تھا کہ وہ زندگی کا مالک اورمنبع ہے اورآپ کے شاگرد ایمان کے اعلیٰ سے اعلیٰ منزلوں تک پہنچائے جانے کو تھے۔ اگرآپ شروع میں وہاں ہوتے تو آپ کی ہمدرد اوررحیمانہ طبیعت آپ کو مجبورکرتی کہ لعزرکو مرنے نہ دیں۔

آیت نمبر ۱۶۔پس توما جسے توام کہتے تھے اپنے ساتھ کے شاگردوں سے کہا کہ آؤہم بھی مسیح کے ساتھ مرنے چلیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے کم ازکم ایک کے دل میں یہ خیال جاگیر ہورہا تھاکہ اگر ہم وہاں گئے تو ہرگزنہیں بچیں گے۔ بلکہ ہم میں سے ہر ایک موت کا لقمہ بنے گا۔ توما میں اعتقاد اور بے اعتقادی کی عجیب ترکیب اورآمیزش نظر آتی ہے ایمان اس بات میں جلوہ نمائی کررہا ہے کہ وہ اپنے پیارے مالک کو اکیلا چھوڑنا گوارا نہیں کرتا۔ بلکہ اس کے ساتھ مرمٹنے کو تیار ہے۔ مگر اس کے بالمقابل ایک قسم کی بے اعتقادی بھی دکھائی دے رہی ہے کہ وہ اس بات پر گرفت پیدا نہیں کرتا کہ جب تک اس کے خداوند کا کام تمام نہ ہو تب تک کوئی اس پر ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔ بلکہ برعکس اس کے وہ یہ مانتا ہے کہ اس کا کام انجام پائے یا نہ پائے ممکن ہے کہ کام کرنے میں وہ اوراس کے شاگرد جان سے مارے جائیں۔ شک کرنا اس کی طبعیت کا خاصہ تھا۔ اورمعلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہر بات کے تاریک پہلو کو دیکھا کرتا تھا اوریہ اس کے لئے مشکل تھا کہ جوکچھ وہ

ایک مرتبہ اپنے ذہن میں جما چکا تھاا س کی نسبت اپنی رائے کو تبدیل کرلے۔

آیت نمبر ۱۷۔پس مسیح کو آکر معلوم ہواکہ اسے قبر میں رکھے ہوئے چاردن ہوگئے تھے۔

لکھا ہے کہ مسیح کوآکرمعلوم ہوا" اسکا یہ مطلب نہیں کہ بیت عینا میں آنے سے پہلے مسیح کو خبرنہ تھی کہ لعزرکو جان بحق ہوئے چار دن گذرگئے ہیں۔ کیونکہ جو شخص یہ جانتا تھاکہ وہ مرگیا ہے اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اسے مرے ہوئے چاردن ہوگئے ہیں۔ حضرت یوحنا صرف عام طورپر ذکرکرتا ہے کہ جب مسیح یہاں آیا تو لوگوں نے اس کو خبری دی کہ لعزرکو مرے ہوئے چاردن ہوگئے ہیں۔

چاردن ہوگئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مریم اورمارتھا نے اسی وقت پیغام بھیجا جس وقت ان کا بھائی قریب المرگ ہوگیا تھا اوروہ غالباً اسی دن مرگیا جس دن قاصد گیا تھا۔ ورنہ چاردن کا شمارپورا ہونا مشکل ہے ۔ کیونکہ مسیح دو دن تک جہاں تھے وہیں رہے۔ پس ایک دن قاصد کے جانے میں لگا ۔ دو دن مسیح جہا ں تھے وہاں رہے او رایک دن میں بیت عبارہ سے بیت عینا کو آیا۔ اس طرح چار دن ہوئے۔ اورمعلوم ہوتا ہے کہ جس دن وہ مرا اسی دن یہودی دستور

کے مطابق دفن کیا گیا۔ وہ دستوریہ تھا کہ یہودی مردے کو مرنے کے بعد فوراً دفن کردیتے تھے اورلعزر کے بارے میں معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ہی ہوا کیونکہ آیت ۳۹ کے مقابلہ سے صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ وہ جس دن مرا سی دن دفنایا گیا۔ نیز مقابلہ کرو(اعمالرسل ۵ باب ۶تا ۱۰آیت)۔

آیت نمبر ۱۸، ۱۹۔بیت عینا یروشلم کے نزدیک تخمیناً دو میل کے فاصلے پر تھا اوربہت سے یہودی مرتھا اورمریم کو بھائی کے بارہ میں تسلی دینے آئے تھے۔

اب اس حقیقی تسلی دہندے کے آنے سے پہلے یروشلم سے کئی لوگ تسلی دینے کے لئے پہنچ تھے۔ یہودیوں میں دستور تھا کہ جب کوئی مرجاتا تھا اس کے پس ماندگان کو تسلی دینے اوران کے ساتھ سوگ کرنے کے لئے لوگ جمع ہوجایا کرتے تھے۔ ماتم پرستی کے لئے آتے تھے اور دس دس دن تک ان کے پاس رہتے تھے (۱تواریخ ۷باب ۲۲آیت) کہتے ہیں کہ سوگ کے تیس دن ہوتے تھے۔ ان میں سے پہلے تین دن رویا کرتے تھے پھر سات دن تک ماتم ہوا کرتا تھا اورباقی بیس دن میں سوگ کیا جاتا تھا۔

لیکن اس بیت عینا کے غم زدہ گھرانے میں ایک شخص آتا ہے جو حقیقی تسلی دے سکتا ہے اور غم زدوں کی آنکھوں سے غم کے آنسو پونچھ سکتا ہے۔ مگر چونکہ اس وقت یہاں ایسے لوگ موجود ہیں جو شائد اس کے سخت مخالف تو نہیں مگر تاہم اس سے ہمدردی نہیں رکھتے لہذا وہ ان ناموافق لوگوں کے درمیان اور اس غم کے عالم میں پہلی مرتبہ غم زدہ بہنوں کے ساتھ ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا۔ پس باہر ٹھہر جاتا ہے شائد کسی جگہ لعزر کی قبر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے اپنے آنے کی خبر بہنوں کے پاس بھیج دیتا ہے۔ ہم نے کہا لعزر کی قبر کے پاس بیٹھ گیا یہ خیال مہمان یہودیوں کے قیاس سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جب مریم مسیح کی ملاقات کے لئے نکلی اس وقت انہوں نے خیال کیا کہ وہ لعزر کی قبر کو جاتی ہے پس مسیح بھی کہیں اسی طرف اور غالباً جہاں لعزر مدفون تھا کہیں اسی جگہ کے پاس کھڑا تھا۔ یہودیوں کا مریم اور مارتھا کو تسلی دینے آنا پختہ ثبوت اس بات کا ہے کہ لعزر مر گیا تھا۔ اگر وہ نہ مرا ہوتا تو یہ لوگ ہرگز ہرگز عیادت کے لئے نہ آتے۔

آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷۔ ان آیات میں مسیح اور مرتھا کی ملاقات اور باہمی گفتگو کا ذکر مندرج ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ مارتھا کی بات

کے جواب میں مسیح کیسی عظیم صداقتیں اپنی ذات اورشخصیت کی بابت بیان فرماتے ہیں۔

آیت نمبر۲۰۔پس مارتھا مسیح کے آنے کی خبرسن کران سے ملنے کو گئی لیکن مریم گھرمیں بیٹھی رہی ۔

مریم کے گھر میں بیٹھے رہنے سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئیے کہ وہ بیٹھنا پسندکرتی تھی۔ اس کے بیٹھنے کا ذکردوجگہ آتا ہے ایک اس جگہ اورایک لوقا ۱۰باب ۳۹آیت)میں اس آخری مقام میں جواس کے بیٹھنے کا ذکرپایا جاتا ہے اس کا سبب یا اس کی کشش یہ تھی کہ وہ مسیح کی زندگی بخش باتیں سننا چاہتی تھی نہ یہ کہ وہ چلنے پھرنے سے تنگ آئی ہوئی تھی۔ اورحضرت یوحنا کے اس مقام سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مارتھا جواپنی طبعیت کے مطابق غالباً اس غم اور سوگ کے عالم میں بھی مہمانوں کی تواضع میں لگی ہوئی تھی اوراس سبب سے اندرباہرآتی جاتی تھی اس نے مسیح کے آنے کی خبرپہلے پائی اورپاتے ہی اس سے ملنے چلی گئی اورمریم جوجواندربیٹھی تھی پہلے معلوم نہ ہوا۔ اوراگرہوتا توفوراً مسیح سے ملنے جاتی جیسا کہ بعدمیں خبرپاکرگئی (دیکھوآیت ۲۹)۔

آیت نمبر۲۱۔مارتھا نے مسیح سے کہا اے مالک اگر آپ یہاں ہوتے تو میرا بھائی نہ مرتا۔

جب ہم ۲۳آیت کو پڑھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب مریم مسیح کے پاس آتی ہے تو اس کے پاؤں پر گر پڑتی ہے ۔ لیکن مرتھا کی نسبت نہیں کہا گیا کہ وہ بھی اس کے پاؤں پر گری۔ نا ممکن نہیں کہ وہ بھی گری ہو مگر کلام میں ذکر نہیں کیا گیا بعض وقت کلام کی خاموشی بھی پر مطلب اور پر لطف ہوتی ہے۔ مگر گو مرتھا کے سجدہ کی نسبت کچھ نہیں لکھا گیا ۔ پر جو لفظ اس نے کہے وہ" مرقوم ہیں اور وہ وہی ہیں جروم نے بھی کہے ۔ پہلی بات جو مرتھا کی زبان سے نکلتی ہے یہی ہے کہ اے مالک اگر آپ یہاں ہوتے تو میرا بھائی نہ مرتا " معلوم ہوتا ہے کہ جن خیالات سے ان کے غم کا پیالہ لبریز ہورہا تھا ان میں سے سب سے بڑی بات یہ تھی کہ جب لعزر بیمار تھا اس وقت مسیح پاس نہ تھا۔ کیونکہ وہ خیال کرتی تھیں کہ اگر وہ موجود ہوتے تو ہمارا گھر آج ماتم کدہ نہ ہوتا۔ بلکہ بھائی کی مہلک بیماری سے شفا پانے کے سبب عشرت کدہ دکھائی دیتا ۔

آئت نمبر۲۲۔اوراب بھی میں جانتی ہوں کہ جو کچھ خدا سے مانگے گا وہ تجھے دے گا۔

مرتھا اب بھی امید رکھتی ہے کہ مسیح جو چاہے سوکرسکتا ہے ۔ لیکن اس امید میں کسی قدرکمزوری بھی پائی جاتی ہے ۔ اس کے تصور میں مسیح کی نسبت اعلیٰ اوراد نےٰ دونوں طرح کے خیالات مشتمل ہیں۔ ایک طرف وہ اس بات کی قائل ہے کہ مسیح اپنی دعا کے وسیلے سب کچھ کرسکتا ہے مگر دوسری جانب اس میں یہ نقص نظر آتا ہے کہ وہ یہ نہیں سمجھتی کہ جو کچھ وہ دعا کے وسیلے پاتا ہے وہ درحقیت باپ کے ساتھ ایک ہونے کے سبب اسی کے اختیار میں ہے ۔ پس جو چاہے سو اپنی قدرت سے کرسکتا ہے ۔ مارتھا کی یہ خوبی غورطلب ہے کہ وہ دعا کی تاثیر کی قائل ہے اس سوال کے جواب میں " مسیح نے اس سے کہا کہ تیرا بھائی جی اٹھے گا " آیت ۲۳) ہمیں اب معلوم ہے کہ مسیح کا کیا مطلب تھالیکن لعزر کے مردوں میں سے جی اٹھنے سے پہلے مرتھا کے لئے یہ الفاظ ایک طرح ذو معنی تھے۔ پس ان لفظوں نے یہ آرزو کہ لعزرجی اٹھے اس کے دل میں پیدا کردی مگر یہ یقین اس کو نہ آیا کہ وہ ابھی مردوں میں سے جی اٹھے گا۔ بلکہ اس نے خیال کیا کہ بے شک جب اورسچے اسرائیلی قیامت کے دن اٹھیں گے اس دن وہ بھی جی اٹھے گا۔ مگر اسمیں میرے لئے کیا تسلی ہے چنانچہ وہ کہتی ہے ۔

"میں جانتی ہوں کہ قیامت میں آخری دن جی اٹھے گا" (آیت ۲۴)۔یہ یقین تو اسے تھا کہ ایک دن آئے گا۔ جب میرا بھائی مردوں سے جی اٹھے گا۔ لیکن یہ خیال اس کے لئے بہت تسلی دہ نہ تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ ابھی جی اٹھے مگراس کے ساتھ یہ بھی سوچتی تھی کہ یہ نا ممکن ہے۔ چنانچہ مسیح اسے فرماتے ہیں کہ تو یہی خیال کرتی ہے کہ جب قیامت آئے گی تب تیرا بھائی زندہ ہوگا۔ اورنہیں جانتی کہ۔

"قیامت اور زندگی تو میں ہوں۔ جو مجھ پر ایمان لاتا ہے گو وہ مرجائے توبھی جیتا رہے گا اورجوکوئی جیتا ہے اورمجھ پرایمان لاتا ہے وہ ابد تک کبھی نہ مرے گا ۔کیا تو ایمان اس پر رکھتی ہے (آیت ۲۵،۲۶)۔

گویا مسیح اسے یہ کہتے ہیں کہ جو قدرت موت کو مغلوب کرنے والی ہے وہ مجھ میں پائی جاتی ہے وہ مجھ سے دورنہیں ہے جیسا تو خیال کرتی ہے کہ قیامت میں وہ قدرت نمودار ہوگی۔ اورنہ وہ مجھ سے جدا ہے جیسا تو خیال کرتی ہے کہ میں دعا کے وسیلے اسے کسی غیر سے پاتا ہوں نہیں" قیامت اورزندگی میں ہوں" یہ چیزیں مجھ میں ہیں اور مجھ سے جدا نہیں۔میں ہی موت کو فتح کرنے والا ہوں اور ہمیشہ کی زندگی مجھ ہی میں پائی جاتی ہے۔ اگرتو ایمان لائے توتجھے

وہ برکت ملے گی جو موت کو موت نہیں بلکہ نفح سمجھتی ہے۔ میں موت کو فتح کرنے والا ہوں اورجسموں کا نجات دہندہ ہوں۔ میں زندگی کا سرچشمہ ہوں پس ابدی اورروحانی اورجسمانی زندگی مجھ ہی سے نکلتی ہے۔ ایک بات ان لفظوں سے روزروشن کی طرح واضح ہے کہ یہ الفاظ سوائے اس کے جو اپنے تیئں خدا جانتا تھا اورکوئی استعمال نہیں کرسکتا تھا۔

قیامت وہ زندگی ہے جو موت کا مقابلہ کرتی ہے اوراس پر غالب آتی ہے۔ یہ زندگی کی موت ہے ۔ یہ زندگی گویا موت کا مقابلہ اس صورت میں کرتی ہے جواس کی سب بھیانک صورتوں میں زیادہ بھیانک ہے ۔ جب بدن سڑجاتا ہے اورعناصر جدا جدا ہوجاتے ہیں اورموت فتح مندوں کی صورت اختیارکرکے یہ کہتی ہے کہ اب میرے قبضے سے میرے شکارکو کون چھڑاسکتا ہے اس وقت جو قدرت اس پر غالب آتی ہے وہی قیامت ہے وہ اسے چکنا چورکرتی ہے مگرہم کو ابھی اس زندگی کا بیعانہ ملا ہے ۔ ابھی فنا کو بقا نے نگلا نہیں۔ ابھی ساری چیزیں اس کے پاؤں کی چوکی نہیں بنی ہیں (خط اول کرنتھیوں ۱۵باب ۲۵تا ۲۶آیت)پس کیا ہم یہ کہیں کہ ہم کو اس سے کیا فائدہ؟ کیونکہ یہ صداقت بھی ایسی ہے جو بے قیاس مدت کے بعد وقوع میں آنے

والی ہے ۔ ہم ایسا خیال نہ کریں کیونکہ وہ جو مردوں کی قیامت ہے زندگی بھی ہے۔ وہ زندوں کی بھی زندگی ہے وہی اکیلا زندگی کا سرچشمہ ہے "کیونکہ جس طرح باپ اپنے میں زندگی رکھتا ہے اسی طرح اس نے بیٹے کو بھی یہ بخشا کہ اپنے آپ میں زندگی رکھے " (حضرت یوحنا ۵باب ۲۶آیت)پس جو اس زندگی کے چشمے سے زندگی نہیں پاتے وہ نہ صرف جسمانی موت کے پنجہ میں گرفتارہیں بلکہ روح کی زندگی سے بھی محروم ہیں۔

اب جنابِ مسیح یہ بتاکر کہ میں کیا ہوں اورجو مجھ پر ایمان لاتے ہیں وہ کیا بن جاتے ہیں ۔ اس سے پوچھتے ہیں "کیا تو اس پر ایمان رکھتی ہے ؟ کیا تو اس بات کو قبول کرتی ہے کہ میں ہی زندگی اورموت کا بادشاہ اورمالک ہوں میں جو تیرااستاد ہوں خدا ہوں اورزندگی اور موت کی کنجیاں اپنے ہاتھ میں رکھتا ہوں۔ کیا تو یہ مانتی ہے یا صرف مجھے ایک نبی جانتی ہے ؟کیا تو مانتی ہے کہ موت کے بعد قیامت اور زندگی کے متعلق جو صداقتیں پائی جاتی ہیں ان کا مرکزمیں ہوں؟ اس کے جواب میں "اس نے مسیح سے کہا ہاں اے مالک میں ایمان لاچکی ہوں کہ آپ خدا کے بیٹے مسیح جو دنیا میں آنے والے تھے آپ ہی ہیں۔ (آیت ۲۷)۔

آیت نمبر۲۹تا ۳۲۔وہ سنتے ہی جلد اٹھ کراس کے پاس آئی مسیح ابھی گاؤں میں نہیں پہنچا۔ بلکہ اس جگہ تھے جہاں مرتھا انہیں ملی تھی جو یہودی گھرمیں اس کے پاس تھے اوراسے تسلی دے رہے تھے کہ یہ دیکھ کرکہ مریم جلد اٹھ کرباہر گئی۔ اس خیال سے اس کے پیچھے ہولئے کہ وہ قبرپر رونے جاتی ہے جب مریم اس جگہ پہنچی جہاں مسیح تھے اوراسے دیکھا توان کے پاؤں پرگرکر کہا۔ اے مالک اگرآپ یہاں ہوتے تومیرا بھائی نہ مرتا۔

یہ خبر سنتے ہی وہ اس طرف جدہر مسیح تھے روانہ ہوئی۔ اوراسے جاتے دیکھ کران لوگوں نے جواسے تسلی دے رہے تھے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ اپنے بھائی کی قبرپر رونے چلی ہے۔ کیونکہ یہودی عورتوں کے درمیان یہ دستورتھا وہ اپنے سوگ کے پہلے چند ایام میں رشتہ داروں کی قبروں پرجاکررویا کرتی تھیں۔ لہذا وہ لوگ بھی اس کے پیچھے ہولئے مگر درحقیقت ان کا جانا انتظام ربی کے مطابق تھا کیونکہ خدا کومنظورتھا کہ یہ عجیب معجزہ بہت سے گواہوں کے روبرو وقوع میں آئے۔

جب مریم اس جگہ پہنچی جہاں مسیح تھے توآپ کے پاؤں پر گرکر کہنے لگی۔ اے مالک اگرآپ یہاں ہوتے تومیرا بھائی نہ مرتا" یہ

وہی الفاظ ہیں جو اس کی بہن مرتھا نے مسیح کو دیکھتے ہی کہے تھے اور دونوں بہنوں کے ایک ہی بات کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چاردنوں کے عرصہ میں یہی بات ان کے وردزباں ہورہی تھی۔ انہوں نے باربار ایک دوسرے سے کہا ہوگا کہ اگر مالک یہاں ہوتے تو ہمارا بھائی نہ مرتا ۔ اورچونکہ یہ خیال ان کے دل اورزبان پر چڑھا ہوا تھا اس لئے مریم نے بھی اسے دیکھ کر یہی کہا " اے مالک اگر آپ یہاں ہوتے تو میرا بھائی نہ مرتا " ۔

آیت نمبر۳۳،۳۴۔جب مسیح نے اسے اوران یہودیوں کو جو اس کے ساتھ آئے روتے دیکھا تو دل میں رنجیدہ ہوا اورگھبرا کر کہا تم نے اسے کہاں رکھا ہے۔ انہوں نے کہا اے مالک آکر دیکھیں۔

لکھا ہے کہ جب مسیح نے مریم کو اوراس کے ساتھ بعض یہودیوں کو روتے دیکھا تو دل میں رنجیدہ ہوا۔ یونانی لفظ جس کا ترجمہ "رنجیدہ ہوا" کیا گیا ہے اصل میں معنی خفا ہونے کے رکھتے ہیں۔ اور کبھی اظہار غم کے لئے نہیں آتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس موقع پر مسیح غصہ ہوئے؟ اس کے جواب میں کئی باتیں بتائی گئی ہیں۔ (۱) یہ کہ وہ اس موقع پر اپنے آپ سے غصہ ہوا کیونکہ کو روتے دیکھ کر اس کے دل میں ایک قسم کی رقت پیدا ہوئی ۔ مگر اس نے اس رقت

کو اپنی شان کے بر خلاف سمجھا اور اپنے ساتھ غصہ ہوا۔ مگر یہ خیال قبول کرنے کے لائق نہیں۔ مسیحی مذہب یہ نہیں سکھاتا کہ ہم روئیں نہیں یاکہ ہمدردی کے خیالات کا اظہار بذریعہ آنسو کے نامناسب ہوتا ہے۔ بلکہ ہم کو یہ حکم دیتا ہے کہ جو روتے ہیں ان کے ساتھ روئیں۔ جس بات کی ہدائت کی گئی ہے وہ ایک بزرگ کے الفاظ میں یوں ادا کی جاسکتی ہے کہ" ہم یہ نہیں چاہتے کہ غم کادریا بالکل خشک ہوجائے بلکہ اسے باندھ کر کناروں کے اندر رکھنا چاہتے ہیں"(۲)دوسرا قیاس یہ ہے کہ مسیح اس واسطے رنجیدہ ہوئے کہ آپ نے دیکھ لیا کہ یہودی جو حاضر تھے وہ اس کے معجزے کو مخالفت کی نظر سے دیکھیں گے اورکبھی قبول نہ کریں گے ۔ (۳)اس لئے غصہ ہوا کہ اس نے مریم اور مرتھا وغیرہ کو دیکھا کہ وہ رونے سے بازنہیں آتے ہیں اوراس طرح ظاہرکرتی ہیں کہ گویا وہ اسے مردوں سے زندہ نہیں کرسکے گا۔ پر یہ خیال بھی درست نہیں کیونکہ ان کے آنسوؤں میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے وہ ناراض ہوتا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں مسیح خود روئے۔ سب سے زیادہ اور صحیح خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہاں گناہ کے نتیجہ کو دیکھا اوراس بربادی کوجو گناہ کے سبب دنیا میں آئی ہوئی ہے معائنہ کیا۔ اوراپنے دل میں

اس سے جو اس بربادی اور غم کا موجد تھا غصہ ہوا۔ بے شک وہ اس وقت لعزر کو زندہ کرنے پر تھا۔ پر وہ جانتا تھا کہ لعزر کو یہ تلخ پیالہ پھر پینا پڑے گا۔ اس کی بہنوں کے آنسوں اب پونچھے جائیں ۔ مگر چند دن کے بعد پھر بہینگے ۔ صحیح خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبرانی محاورہ ہے جو غم اور ہمدردی کے موقعہ پر دلی حالت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ پس یہ گھبراہٹ غم کی گھبراہٹ تھی (مقابلہ کرو ۱سموئیل ۳۰باب ۶آیت ،۲سموئیل ۱۲باب ۱۸آیت) پس مسیح اس وقت گناہ کے بانی سے غصہ ہیں اور اب زیادہ دیر کئے بغیر اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تم نے اسے کہاں رکھا ہے ۔ وہ کہتے ہیں اے مالک آکر دیکھیں۔

آیت نمبر ۳۵۔مسیح کے آنسو بہنے لگے ۔ پرانے ترجمہ میں " مسیح روئے " ۲۳آیت میں جو لفظ رونے کے لئے آیا ہے وہ اور ہے۔ اس میں چلانا اور نالہ کرنا بھی شامل ہے۔ مگر جس لفظ کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد آنسو بہانا ہے ۔ اس ہمدرد سردار کاہن کی آنکھوں سے ان کی مصیبت اور غم کو دیکھ کر آنسو نکل آئے۔ وہ سچی ہمدردی کے جوش کو روک نہ سکا۔ ہم اوپر دکھا آئے ہیں کہ اس طرح ہمدردی کو ظاہر کرنے میں کوئی بات اس کی شان کے برخلاف نہ

تھی بلکہ ان آنسوؤں میں یہ آئت دو لفظوں سے مشتمل ہے ۔ پر کیسے بیش قیمت خزانے اس میں نہاں ہیں۔ حالانکہ مسیح جانتے ہیں کہ میں ابھی لعزر کو زندہ کروں گا تاہم وہ ان کے موجودہ غم میں شامل ہوتے ہیں پر اس کا اظہار غم اعتدال کے ساتھ ہوتا۔ وہ نالاں نہیں ہوتا۔ ایک اور بات اس سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہ الہٰی اظہار سے پہلے انسانی ذات کا اظہار اپنا جلوہ دکھاتا ہے پہلے روتا اور پھر لعزر کو زندہ کرتا ہے غور کیجئے جو انجیل مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں لکھی گئی وہی اسکی انسانیت کا بڑے سے بڑا ثبوت پیش کرتی ہے ۔ پر صحیح خیال یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ سبب ہمدردی کے روئے۔

آیت نمبر ۳۶تا۳۷۔پس یہودیوں نے کہا دیکھو وہ اس کو کیسا عزیز تھا۔ لیکن ان میں سے بعض نے کہا کیا یہ شخص جس نے اندھے کی آنکھیں کھولیں یہ نہ کرسکا کہ وہ مرتا بھی نہیں ؟

یہودیوں میں جو اس وقت حاضر تھے دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک وہ جو مسیح کے آنسوؤں اور ہمدردی کو دیکھ کر نیک نیتی سے اس کی اس محبت پر جو وہ لعزر سے رکھتا گواہی دیتے ہیں۔ دوسرے وہ جو عیب جوئی کی راہ سے یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص جو اب آنسو بہا رہا ہے اور جس نے اندھوں کو آنکھیں دیں کیا اس کو مرنے سے بچا نہ سکا ؟

اگر کوئی پوچھے کہ انہوں نے اندھوں کی آنکھیں کھولنے کی مثال کیوں دی ۔ اور یہ کیوں نہ کہا کہ یہ شخص جس نے مردوں کو زندہ کیا کیا لعزر کو مرنے سے نہیں بچاسکتا تھا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے مسیح نے ایک جنم کے اندھے کی آنکھیں جیسا ہم پڑھ چکے ہیں یروشلم میں روشن کی تھیں۔ اوراس معجزے کے سبب سے یہودیوں کی طرف سے بڑی تحقیقات ہوئی تھی۔ لہذا یہ یہودی یروشلم کے رہنے والے تھے اس واقعہ کو نہیں بھولے تھے۔ پر مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے جو گلیل میں سرزد ہوئے ان کی یاد میں ایسے تازہ نہ تھے۔ پس جس معجزہ کا حال ان کو بخوبی یاد ہے ۔ اس کو بطورمثال پیش کرتے ہیں۔ اوران کا ایسا کرنا ایک پختہ ثبوت اس بات کا ہے کہ انجیل نویس چشم دیدواقعہ تحریر کررہا ہے ۔ کیونکہ یہ انجیل اگر دوسری یا تیسری صدی میں تحریر کی جاتی تومصنف ضرور مردوں کو زندہ کرنے کی مثال لاتا۔ اوریوں کہتا کہ " ان میں سے بعض نے کہا کہ یہ شخص جس نے مردوں کو زندہ کیا یہ نہ کرسکا کہ وہ مرتا بھی نہیں۔

آیت نمبر۳۸۔مسیح اپنے دل میں پھر رنجیدہ ہوکر قبر پر آئے ۔ وہ ایک غارتھا اوراس پرپتھر دھرا تھا۔

اب مسیح قبر پر آتے ہیں۔ پھر ایک مرتبہ وہی رنجیدگی جس کا بیان اوپر کیا ہے ان کے دل میں ہے وہ قبر جس میں لعزر مدفون تھا شہر کے باہر ایک غار میں تھی کبھی اس قسم کی غار قدرتی ہوتی تھی (توریت شریف کتاب پیدائش ۲۳باب ۹آیت)اور کبھی مصنوعی یعنی لوگ اپنی محنت سے چٹان میں اسے تراشا کرتے تھے (یسعیاہ ۲۲باب ۱۶آیت اور حضرت متی ۲۷باب ۶۰آیت)کبھی باغ میں ہوتی تھی (حضرت یوحنا ۱۹باب ۴۱آیت)کبھی کسی کھیت میں جو کسی خاندان کے قبضہ میں ہوتا تھا ۔ بعض بعض جگہ ان قبروں کا منہ زمین کی سطح سے ہموار ہوتا تھا۔ اوربعض جگہ سیڑھیوں کے وسیلے نیچے اتر کر قبر تک جانا پڑتا تھا۔ ان قبروں کے منہ پر پتھر اس لئے رکھا جاتا تھاکہ درندے اور خصوصاً گیدڑ اندر نہ جانے پائیں۔ کیونکہ خطرہ تھاکہ کہیں وہ قبر میں گھس کر مردے کو پھاڑ نہ ڈالیں۔ اوریہ پتھر ایسے قدآور ایسے وزن کا ہوتا تھاکہ اسے آسانی سے ہلا نہیں سکتے تھے (حضرت مرقس ۱۶باب ۳آیت)۔

آیت نمبر۳۹۔مسیح نے کہا کہ پتھر اٹھاؤ۔ اس مرے ہوئے شخص کی بہن مرتھا نے مسیح سے کہا ۔ اس میں سے تو اب بدبو آتی ہے کیونکہ چاردن ہوگئے۔

سوال برپا ہوتا ہے کہ مرتھا کا ذکر آگے کئی مرتبہ آچکا ہے۔ اب یہ بتانا کہ وہ مرے ہوئے کی بہن تھی کیا ضرورت تھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تشریح اس واسطے کی کہ پڑھنے والے کو معلوم ہوجائے کہ جب مسیح نے پتھر ہٹانے کا حکم دیا اس وقت اوروں کی نسبت جو اس اس کے رشتہ دار نہ تھے اس کو جو اس کی بہن تھی زیادہ صدمہ گزرا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ چہرہ جو زندگی کے زمانہ میں صحت اور تندرستی کے سبب سے چمکتا اور خوب صورت معلوم ہوتا تھا مگر اب موت کے سبب سے سڑنے اور گلنے لگ گیا تھا اور بد صورت ہوگیا تھا۔ لوگوں کی نظروں کے سامنے لایا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اب تک پورے طور پر نہیں سمجھتی کہ مسیح اسے مردوں میں سے جلانے لگا ہے۔ بلکہ یہ خیال کرتی ہے کہ شائد مسیح پتھر ہٹوا کر اس کا منہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو وہ انہیں پتھر ہٹوانے سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اسے تو مرے ہوئے چار دن ہوگئے ہیں۔ گرم ممالک میں اتنے عرصہ کے اندر سراہٹ اپنا عمل جاری کردیتی ہے۔ دو تین باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں (۱) یہ کہ جب ہم مارتھا کی زبان سے یہ سنتے ہیں کہ اس میں سے تو اب بدبو آتی ہے تو ہم یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ اس سے پہلے مرتھا نے کسی وقت اس کو خود آکر دیکھا تھا اور اپنے

تجربہ سے معلوم کیا تھا کہ اس میں سے بدبو آرہی ہے ۔ بلکہ وہ یہ نتیجہ اس کے چارن دن تک قبر میں رہنے سے نکالتی ہے ۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس عرصہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ (۲)ضرورت نہیں کہ اس نے جو اسے اٹھانے والا تھا اپنی الہٰی قدرت سے اس کے جسم کو اس سڑاہٹ سے محفوظ رکھا ہو۔

آیت نمبر۴۔مسیح نے اسے فرمایا کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ اگر تو ایمان لائے گی تو خدا کا جلال دیکھے گی۔

ان لفظوں سے صادرہے کہ مسیح مرتھا کی کم اعتقادی کو دھمکاتے اوردباتے ہیں ۔ اس آیت کے متعلق بھی ایک بات دریافت طلب ہے اوروہ یہ کہ مسیح کونسی گفتگو کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس میں سے اس نے یہ الفاظ مرتھا کی طرف مخاطب ہوکر اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اسی گفتگو کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اوپر قلمبند ہے ۔ گو اس میں یہ الفاظ تو نہیں پائے جاتے پر یہ مطلب پایا جاتا ہے کیونکہ وہ گفتگو ایمان کی اس طاقت کے متعلق ہے جو ان برکتوں کو جو مسیح میں موجود ہیں لیتا ہے اور یوں خدا کا جلال ظاہر کرتا ہے۔ یہ سن کر مارتھا خاموش ہوجاتی ہے۔

آیت نمبر ۴۱،۴۲۔پس انہوں نے اس پتھر کو اٹھایا پھر مسیح نے آنکھیں اٹھاکر کہا اے پروردگار میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی۔ اورمجھے تو معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے مگر ان لوگوں کے باعث جوآس پاس کھڑے ہیں میں نے یہ کہا تھا کہ وہ ایمان لائیں کوتو نے ہی مجھے بھیجا ہے۔

اب جب کہ کم اعتقادی کی رکاوٹ دور ہوگئی اور مرتھا کے سکوت سے ظاہر ہوا کہ وہ پتھر کے ہٹانے سے نارضا مند نہیں تو مسیح نے اپنی آنکھیں اٹھائیں اور کہا "اے باپ میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی ۔مگر اس خیال سے کہ مبادا اس شکر گزاری کی دعا کوجواجابت الہٰی کے صلہ میں ادا کی گئی سن کراس کے شاگرد اوران کے بعد کلیسیا جس کے پاس یہ الفاظ میراث کے طورپر پہنچنے کو تھے یہ نتیجہ نکالے کہ ممکن تھا خدا اس کی دعا نہ سنتا یا وہ یہ الفاظ اضافہ کرتا ہے کہ مجھے معلوم ہے کہ تو میری ہمیشہ سنتا ہے اوراب جو میں نے تیرا شکریہ ادا کیا وہ اس لئے کہ وہ جو موجود ہیں ان کو معلوم ہو جائے کہ مردوں کو زندہ کرنے کی طاقت جومجھ میں پائی جاتی وہ سحریا جادو کی جانب سے نہیں۔ بلکہ تیری طرف سے ہے او ریہ جان کر وہ ایمان لائیں کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے ۔ ہمارے

مالک پر جیسا ہم دیکھ آئے ہیں ان کے دشمن یہ الزام لگایا کرتے تھے کہ وہ اپنے معجزے بعل زبول کی مدد سے کرتا ہے۔ اب مسیح جب آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر خدا سے دعا کرتے ہیں تو اس فعل سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ جو طاقت مجھ میں اور میرے وسیلے کام کرتی ہے وہ الہٰی طاقت ہے ممکن ہے کہ اس وقت مسیح کو وہ یہودی جو یروشلم سے آئے ہوئے تھے مدنظر تھے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے معجزات سے اس کے شاگردوں کا ایمان ضرور مضبوط ہوتا تھا۔

آیت نمبر ۴۳۔یہ کہہ کر مسیح نے بلند آواز سے پکارا کہ اے لعزر نکل آ۔

بعض بزرگوں کا مثلاً کری ساسٹم صاحب کا خیال ہے کہ جب مسیح دعا مانگ رہے تھے اس وقت لعزر میں جان آگئی تھی۔ مگر کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کا جی اٹھنا خدا کے بیٹے کی آواز سے مربوط کیا گیا ہے مثلا حضرت یوحنا ۵باب ۲۸آیت میں آیا ہے۔ وہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں اس کی آواز سن کر نکلیں گے اور پھر ۱تھسلنکیوں ۴باب ۱۶آیت میں ہم دیکھتے ہیں کہ پہلے مسیح کی "للکار" اور پھر مردوں کا جی اٹھنا وجود میں آئے گا۔ اورنا

ممکن نہیں کہ ۱کرنتھیوں ۱۵باب ۵۲آیت کا "آخری نرسنگا" بھی خدا کی آوازپر دلالت کرتا ہوجو موت کے تمام احاطہ میں سنائی دے گی ۔ پس وہ زندگی بخش طاقت جس کے طفیل سے لعزراٹھ کھڑا ہوا ۔ خدا کے بیٹے کی آوازیا حکم میں موجود تھی۔

آیت نمبر۴۴۔جو مرگیا تھا وہ کفن سے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے نکل آیا۔ اوراس کا چہرہ رومال سے لپیٹا ہوا تھا۔ مسیح نے ان سے کہا اسے کھول کرجانے دو۔

بعض بزرگوں (مثلاً بزرگ میسل) نے یہ خیال کیا ہے کہ یہاں ایک نیا معجزہ وجود میں آیا یعنی مسیح نے پہلے لعزرکو زندہ کیا اورپھر اسے جو کفن میں ایسا لپیٹا ہوا تھا کہ باہر نہ نکل سکتا تھا اپنی معجزانہ قدرت سے باہر آنے کی طاقت عطا فرمائی ۔ مگر ایسا قیاس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کفن کا کپڑا ڈھیلا ہو اور حرکت کرنے کونہ روکتا ہو۔ یا ممکن ہے کہ وہ مصری دستور کے مطابق دفنایا گیا ہو۔ وہ دستوریہ تھاکہ مصری اپنے مردوں کے ایک ایک عضو کو علیحدہ کپڑے سے لپیٹتے تھے۔ حتیٰ کہ چھلنگیا پر بھی ایک جدہ ٹکڑا کپڑے کا لپیٹا کرتے تھے۔

آیت نمبر ۴۶،۴۵۔ پس بہترے یہودی جو مریم کے پاس آئے تھے اور جنہوں نے مسیح کا یہ کام دیکھا تھا اس پر ایمان لائے بعض نے فریسیوں کے پاس جاکر مسیح کے کاموں کی خبردی۔

رسول ہم کو اس خوشی اورخورمی کی بابت جو لعزر کے جی اٹھنے کے بعد اس کے خاندان کو حاصل ہوئی کچھ نہیں بتاتا۔ ہم خود قیاس کرسکتے ہیں کہ وہی گھر جہاں ماتم اورنوحہ کا بازارگرم تھا اب جشن کی جگہ بن گیا ہوگا۔ رسول ہم کو اس عجیب وغریب معجزے کے نتائج کی خبر دیتا ہے کہ لوگوں پر اس کا کیا اثر ہوا اورآخر کارکس طرح یہودیوں کی دشمنی اوربغاوت میں متنج ہوا ۔وہ بتاتا ہے کہ کس طرح یہاں ان واقعات میں کڑی کی طرح جا لگا جن کا انجام خدا کے ازلی ارادے کےمطابق یہ ہوا کہ سیدنا مسیح ہمارے عوض میں کائفا کے پر مطلب کلام کے مطابق امت کے بدلے صلیب پر چڑھایا گیا۔

اس معجزے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض یہودی ایمان لائے " کہ سیدنا عیسیٰ مسیح موعود" ہے لیکن بعض نے جاکر یروشلم میں فریسیوں کو خبر دی کہ مسیح نے ایسا معجزہ دکھایا ہے۔ سوال برپا ہوتا ہے کہ انہوں نے کس نیت سے ان کو خبردی ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے انہوں نے اس ارادے سے خبر دی کہ وہ بھی اس پر ایمان لائیں جس

نے ایسا عجیب معجزہ دکھا کر ثابت کردیا کہ میں منجانب اللہ ہوں لیکن حضرت یوحنا کا بیان اس خیال کی تائید نہیں کرتا ۔ کیونکہ وہ ہم کو بتاتے ہیں کہ یہودی مریم کے گھر میں آئے ہوئے تھے ان میں سے کئی ایمان لائے "مگر ان میں سے بعض نے "کن میں سے ؟کیا ان میں سے جو ایمان لائے تھے "بعض نے فریسیوں کے پاس جاکرمسیح کے کاموں کی خبردی " اوران کا مطلب یہ تھا کہ مسیح کے جانی دشمنوں کو برانگیختہ کریں اورانہیں اکسائیں کہ وہ سرگرمی سے اس کی مخالفت پرآمادہ ہوں۔ اورکارروائی فریسیوں نے ان سے خبرپاکر کی اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے نیک نیتی سے ان کو خبرنہیں دی ۔ ۴۷تا۵۳آیت تک ان آیات سے ہم کومعلوم ہوتا ہے ۔ کہ یہ خبرپاکر وہ لوگ گھبراگئے انہوں نے دیکھ لیا کہ اس عجیب معجزے کا اثر لوگوں کے اوپرپڑا ہوگا (اوریہ قیاس ان کا غلط نہ تھا)دیکھو حضرت یوحنا ۱۲باب ۱۰تا ۱۱آیت اور۱۷تا ۱۹آیت)۔

آیت نمبر۴۷و۴۸۔ پس سردارکاہنوں اورفریسیوں نے صدرعدالت کےلوگوں کو جمع کرکے کہا ہم کیا کریں۔ یہ آدمی تو بہت معجزے دکھاتا ہے ۔اگرہم اسے یوں ہی چھوڑدیں تو سب اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اوررومی آکر ہماری جگہ اورقوم دونوں پر قبضہ کرلیں گے ۔

یہ کونسل مسیح کے برخلاف منصوبے باندھنے کے لئے کی گئی۔ غور کا مقام ہے کہ وہ یہ بات دریافت نہیں کرتے کہ آیا وہ شخص جس کے برخلاف ہم سازش کررہے ہیں۔ سچ مچ خدا کی قدرت سے ایسے عجیب معجزے دکھاتے ہیں۔ یا نہیں وہ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں وہ تو بہت سے معجزے دکھاتے ہیں مگر اس پر ایمان نہیں لاتے ۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہیں اس کے منجانب اللہ ہونے کی اتنی پروا نہیں جتنی فکر اس بات کی ہے کہ اگر یہ شخص مسیح مانا گیا تو ہمارے حلوے مانڈے میں فرق آجائے گا۔ پس وہ کہتے ہیں کہ " اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑدیں تو سب اس پر ایمان لے آئیں گے اور رومی آکر ہماری جگہ اورقوم دونوں پر قبضہ کرلیں گے" اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر مسیح کو وہ لوگ اپنا مسیح قبول کرلیتے تو اس سے کس طرح رومی طاقت مخالفت پر آمادہ ہوتی ؟ کونسل کا یہ مطلب تھا کہ " اگر یہ شخص مسیح مانا گیا تو ضرور ہے کہ وہ قوم کا پیشوا بنے یا لوگ اسے جبراً اپنا بادشاہ بنائیں (حضرت یوحنا ۶باب ۱۵آیت)اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رومی بادشاہت کی مخالفت کی جائے گی تاکہ غیرقوم کا جوا اتارا جائے ۔ لیکن اس بغاوت کو دیکھ کر رومی اپنے لشکر لے کر چڑھ آئیں گے اورجتنی آزادی اور رتبہ اور قدرت ہم کو اور

ہماری قوم کو اب حاصل ہے وہ بھی چھین لئے جائینگے یا اگر لوگ اس مسیح کے ماتحت بغاوت پر کمر بستہ نہ بھی ہوں تو بھی اندیشہ ہے کہ اس کو فقط مسیح ماننا ہی رومیوں کے دلوں میں ظن پیدا کردے گا۔ اور وہ اسے بغاوت سمجھ کر ہماری جگہ اور قوم دونوں پر قبضہ کرلیں گے "بزرگ آگسٹن اس کا مطلب اور ہی طرح بیان کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت اس بڑی بغاوت کے جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔ جو کچھ عرصہ بعد واقع ہوئی تاکہ رومی سلطنت کے جوئے تلے ہوئے سے نکل آئیں۔ مگر مسیح کی صلح جو اور امن آفرین تعلیمات ان کی مرضی کے مطابق نہ تھیں لہذا انہوں نے کہا کہ اگر ہم اسے اپنا پیشوا بنائیں تو ہم اس قصد کو کبھی پورا نہیں کرسکیں گے ۔ واضح ہو کہ صرف آگسٹن صاحب اس خیا ل کو مانتے تھے اور باقی سب مفسر خیالی مذکورہ بالا کو ترجیح دیتے ہیں۔

آیت نمبر۴۹،۵۰۔اور کائفا نام ایک شخص نے جو اس سال سردار کاہن تھا اس نے کہا تم کچھ نہیں جانتے اور نہ سوچتے ہو کہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک آدمی امت کے بدلے مرے نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔

اس کونسل میں لوگ طرح طرح کی تجویزیں پیش کرتے ہوں گے ۔ کوئی کہتا ہوگا کہ اس کی بات بالکل نہیں سننی چاہیئے۔ اور کوئی کہتاہوگا کہ جو کوئی اسے مسیح کہے وہ خارج کیا جائے (حضرت یوحنا ۹باب ۲۲آیت)مگر کائفا جو سردارکاہن تھا کہتا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتے یہ سب باتیں جو تم کہہ رہے ہو ہم آزما چکے ہیں اور ہم نے دیکھا کہ کوئی خاطر خواہ نتیجہ ان سے برآمد نہیں ہوا۔ بلکہ یہ سب باتیں ناکام نکلی ہیں جو اصل طریقہ اس کے اثر اورکام کو روکنے کا ہے وہ تم نہیں سوچتے ۔ "تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک آدمی امت کے بدلے مرے نہ کے ساری قوم ہلاک ہو۔" پس میری رائے یہ ہے کہ ہم قوم کی بہبودی کے لئے اس کو جان سے مارڈالیں اوریوں ایک کے ہلاک ہونے سے ساری قوم کو ہلاکت سے بچائیں۔

جو اس سال سردارکاہن تھا۔ کائفا جو یہ صلاح دیتا ہے صدوقی تھا (اعمال الرسل ۵باب ۱۷آیت)اوردس برس تک سردارکاہن رہا۔ مگر حضرت یوحنا کے ان الفاظ سے کہ وہ " اس سال سردارکاہن تھا " یہ مغالطہ پڑتا ہے کہ گویا سردارکاہن کا عہدہ صرف ایک سال کے لئے ہوتا تھا۔ حالانکہ یہ عہدہ عمر بھر کے لئے ہوتا تھا اورموروثی ہوتا تھا۔ پر اس مشکل کا حل یہ ہے کہ رسول یہاں اس عہدہ کی مدت کی

نسبت کچھ نہیں کہتے بلکہ الفاظ" اس سال" سے تخصیص اس برس کی کرتا ہے جس میں مسیح کے مصلوب ہونے کا عدیم المثال واقعہ سرزد ہوا۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ جس سال مسیح مصلوب ہوا اس سال کائفا سردارکاہن تھا ممکن ہے کئی سال آگے سے سردارکاہن مقررکیا گیا ہواورکئی سال بعد تک رہا ہو۔

آیت نمبر۵۱،۵۲۔ مگریہ اس نے اپنی طرف سے نہیں کہا مگراس سال کا سردارکاہن ہوکرنبوت کی کہ مسیح اس قوم کے واسطے مرے گا ۔ اورنہ صرف اس قوم کے واسطے مرے گا بلکہ اس واسطے بھی کہ خدا کے پراگندہ فرزندوں کو جمع کرکے ایک کردے ۔

مگریہ اس نے اپنی طرف سے نہیں کہا مگراس سال کا سردارکاہن ہوکرنبوت کی" ان لفظوں میں ایک دقت ہے جس کا حل ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے اوریہ کہ حضرت یوحنا کہتے ہیں کہ کائفا نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ یہ اس نے نبوت کی تھی یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ برے لوگ بھی نبوت کرسکتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ خدا نے برے لوگوں کے وسیلے نبوتیں کروائی ہیں۔ مثلاً بلعام نیک شخص نہ تھا مگرخدا نے اسی کے وسیلے سے اپنے بندوں کی اقبالمندی وغیرہ کی خبرلوگوں کو پہنچائی۔ مگر مشکل اس امر میں ہے کہ آیا

سردار کاہن کے عہدے کے ساتھ نبوت لازمی تھی یا نہ تھی۔ کلام سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کام بھی سردار کاہن کے عہدے سے متعلق تھا۔ البتہ یوریم اور تھومیم کے وسیلے ان کو نزدیک معاملات یا واقعات پر خبر کسی قدر ملا کرتی تھی مگر پہلی ہیکل کے تباہ ہونے پر یہ حق بھی ان سے لے لیا گیا تھا۔ اور ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہمارے خداوند کے زمانہ میں سردار کاہن کسی وسیلہ سے آئندہ کی خبر دے سکتا تھا۔ پس سوال یہ ہے کہ حضرت یوحنا کے ان الفاظ کا کیا مطلب ہے کائفا نے "اس سال کا سردار کاہن ہو کر نبوت کی" اس کا مطلب کچھ کچھ اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے۔

مگر یہ اس نے اپنی طرف سے نہیں کہا" اس نے یہ بات ایک عجیب قدرت سے مغلوب ہو کر بیان کی گو وہ اس وقت نہ جانتا تھا کہ مجھ سے کون یہ بات کہلوارہا ہے۔ یہ بات جو اس کی زبان سے نکلی اس مطلب سے جو اس نے سوچا تھا کہیں گہرا مطلب رکھتی تھی۔

بلکہ اس سال کا سردار کاہن ہو کر نبوت کی" یہ الفاظ جو اس کی زبان سے نکلے نبوت کے طور پر تھے جیسا کہ بعد میں واقعہ کے سرزد ہونے سے ثابت ہوا۔ اور چونکہ یہ اس کی زبان سے اس وقت نکلے

جب کہ وہ سردار کاہن تھا اس لئے پیچھے جب یاد آتے تھے تو وہ اور بھی عجیب معلوم ہوتے تھے۔

"کہ مسیح اس قوم کے واسطے مرے گا" اس نے واقعی یہ نبوت کی کہ مسیح قوم کی بھلائی کے واسطے مرے گا۔ گویہ نبوت اس کے خیال اور ارادے کے بالکل برخلاف پوری ہوئی۔

"نہ صرف اس قوم کے واسطے بلکہ اس واسطے وغیرہ" اوراس نے اس بات کی نبوت بھی کہ جو بعد میں وقوع میں آئی گو اس کا وجود میں آنا کبھی اس کے خیال سے بھی گذرا تھا۔ اور وہ نبوت یہ تھی کہ مسیح نہ صرف یہودی قوم کے لئے مرے گا بلکہ خدا کے تمام فرزندوں کے (مراد غیرقوم) جو دنیا میں تتربتر تھے۔

نصیحتیں اور مفید اشارے

۱۔ وہ گھرانا کیسا مبارک گھرانا ہے جہاں مسیح کی آمدورفت ہے ۔ اس گھرانے میں خدا کی عجیب قدرت طرح بطرح دکھائی دیتی ہے۔ اس پر اگر دکھ آتا ہے تو وہ ہلکا کیا جاتا ہے ۔ اگر آزمائشیں آتی ہیں تو وہ بھی دور کی جاتی ہیں اگر موت کا غم وارد ہوتا ہے تو وہ قیامت کے یقین سے دفع کیا جاتا ہے۔

۲۔پر ہم یا درکھیں کہ خدا کے بندے تکلیفوں اوردکھوں سے مستثنیٰ نہیں۔ بیمار ہونا خدا کی فرزندیت کے خلاف نہیں مسیحیوں کے دکھ بڑا کام کرتے ہیں ۔ وہ خدا اوراس کے بیٹے کا جلال ظاہر کرتے ہیں ۔

۳۔لعزر کی بہنیں مسیح کووہ محبت یادلاتی ہیں جو وہ لعزر کے ساتھ رکھتا ہے۔ ہماری دعائیں اسی وقت عمدہ اوردرست ہوتی ہیں جب کہ وہ اس محبت پر مبنی ہوتی ہیں۔

۴۔وہ جو لعزر کے مرنے اوراس کی بہنوں کے غم سے واقف تھا۔ اب بھی آسمان پر سے اپنے بندوں کی تکلیفوں کو جانتا ہے ۔

۵۔موت مسیح کے بندوں کے لئے نیند ہے ۔ مسیح کے پاس آنے سے نیچرل موت ایک نئی صورت اختیارکرتی ہے۔ وہ نیند سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے بندے پھر جاگ اٹھیں گے ۔

۶۔مسیح کے آنسو ظاہر کرتے ہیں۔ دوست کی موت کا غم مسیح کے دل میں موجود ہے۔

۷۔یہ سبق بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جن کے جی اٹھنے کی ہم امید نہیں رکھتے ممکن ہے کہ وہ مسیح کی نظر میں زندہ ہونے کے قابل

ہوں۔ مسیح آخرتک بچاسکتے ہیں۔ ہم کسی گنہگار سے نا امیدنہ ہوں۔

یریحو میں دو اندھوں کی آنکھوں کو روشن کرنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۰باب ۲۹تا ۳۴آیت ،حضرت مرقس ۱۰باب ۴۶تا ۵۲آیت ،حضرت لوقا ۱۸باب ۳۵تا ۴۳آیت)

اس معجزے کے ان تینوں بیانوں کوجو انجیل شریف میں پائے جاتے ہیں جب ہم ملاکر پڑھتے ہیں تو ان میں کچھ کچھ فرق نظر آتا ہے لہذا ان کی باہمی مطابقت دکھانا ضروری امر معلوم ہوتا ہے کیونکہ جو فرق پایا جاتا ہے اس کے سبب سے بعض لوگوں نے ان کو دو بلکہ تین معجزے قرار دیا ہے۔

(۱)دوسری مشکل یہ ہے کہ حضرت متی اورحضرت مرقس بتاتے ہیں کہ یہ معجزہ اس وقت سرزد ہوا جبکہ مسیح یریحو سے نکل رہے تھے۔ مگر حضرت لوقا کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اس وقت وقوع میں آیا جبکہ وہ یریحو میں داخل ہورہے تھے۔ یہ مشکل طرح طرح سے حل کی گئی ہے۔ مگر وہ خیال سب سے بہتر معلوم ہوتے ہیں اوران کو ہم یہاں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اول یہ ہے کہ مسیح جب یریحو میں داخل ہورہے تھے اس وقت اس کو فقط ایک اندھا ملا جس نے یہ دعا کہ میری آنکھیں کھولی جائیں۔ مگر مسیح نے اس

کی آنکھیں اس وقت نہ کھولیں کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ پہلے اس کے ایمان کی مضبوطی اورترقی ہو۔ مگرجب دوسرے دن یریحو سے نکلے توپھر وہی اندھا اوراس کے ساتھ ایک اوراسے ملا اوراس وقت اس نے ان دونوں اندھوں کی آنکھیں کھولیں۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ جہاں اندھوں کی آنکھیں کھولئی گئیں نئے اورپرانے یریحو کے درمیان واقع تھی لہذا دونوں بیان درست ہیں۔ یعنی یریحو سے نکلنا اوریریحو میں داخل ہونا دونوں طرح کہنا درست ہے ۔ کیونکہ وہ ایک سے نکل کر دوسرے میں داخل ہورہے تھے۔

آیت نمبر۲۹۔اورجب وہ یریحو سے نکلتے تھے تو ایک بڑی بھیڑآپ کے پیچھے ہولی۔

یریحو۔ اس وقت ہمارے مولا اوران کے شاگرد اوروہ لوگ جو عید فسح کے لئے یروشلم کو جارہے تھے یردن کو عبورکرکے یریحو پہنچ گئے تھے۔ یریحو سے یروشلم قریباً ایک دن کی راہ تھا۔ شہریریحو کا حال جو بنی اسرائیل کے ملک کنعان میں داخل ہونے کے وقت خوب آباد تھا اورجسے اسرائیل نے معجزانہ طورپر برباد کیا تھا یشوع کی کتاب میں قلمبند ہے۔ اوروہ لعنت جویشوع (بائبل مقدس کتاب ِیشوع ۶باب ۲۶آیت)کے وسیلے اس شخص پر بھیجی گئی تھی جو اسے ازسر

نو بنانے کا بیڑا اٹھائے اخیاب کے زمانہ میں پوری ہوئی (۱سلاطین ۱۶باب ۳۴آیت) راحب اسی جگہ کے رہنے والی تھی۔ جس میدان میں یہ شہر واقعہ تھا وہ سبز پھولوں اور پھلوں سے پھلا پھولا رہتا تھا۔ ہمارے مالک کےلئے یہ تمام باتیں بڑی فرحت اور دلچسپی کا باعث تھیں۔ وہ رات بھر وہاں رہے ۔ حضرت لوقا زکی کا جس کے گھر میں آپ تشریف لے گئے بڑا دلچسپ قصہ بیان کرتے ہیں (حضرت لوقا ۱۹باب ۱تا ۲۸آیت)۔

نکلتے تھے ۔ ہم اس کی شرح اوپر کرچکے ہیں۔

ایک بڑی بھیڑ اس کے پیچھے ہولی۔ یہ بھیڑ ان لوگوں سے مشتمل تھی جو یروشلم کو عید فسح کے لئے جارہے تھے۔

آیت نمبر ۳۰۔ دیکھو دو اندھوں نے جو راہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے یہ سن کر مسیح جارہے ہیں چلا کر کہا اے مالک ابن داؤد ہم پر رحم کریں۔

حضرت مرقس اور حضرت لوقا اندھا بتاتے ہیں۔ (دیکھو اوپر کی سطریں) حضرت مرقس اس کا نام بھی دیتے ہیں۔ وہ تمائی کا بیٹا برتمائی تھا۔ یہ دونوں انجیل نویس فقط اس شخص کا حال بیان کرتے ہیں جو زیادہ مشہور تھا اور جو کم مشہور تھا اس کا ذکر نہیں کرتے۔ علم

تاریخ میں وقائع نویسی کے متعلق یہ طریقہ یا اصول اختیار کرنا روا ہے اور ہمیشہ استعمال میں لا یا جاتا ہے ۔ یعنی مورخ جس شخص کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہے کرتا ہے اور جس کا مناسب نہیں سمجھتا نہیں کرتا۔

حضرت مرقس کہتے ہیں کہ یہ شخص فقیر تھا۔ اور حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ وہ راہ میں بھیک مانگ رہا تھا۔

یہ سن کر کہ مسیح جارہے ہیں۔ حضرت مرقس اورحضرت لوقا میں " یسوع ناصری " آیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے آقا ومولا غالباً اسی نام سے مشہورتھے۔

ابن داؤد۔ اس لقب سے مراد مسیح موعود ہے۔ ہم یہ نہیں بتلاسکتے کہ ان اندھوں نے کس طرح معلوم کیا کہ یسوع ناصری مسیح موعود ہے ۔ اغلب ہے کسی نہ کسی طرح یہ بات ان کے کان تک پہنچ گئی ہوگی کہ یسوع ناصری مسیح موعود ہے۔ اوراسی طرح انکو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ وہ اندھوں کو بینائی بخشتا ہے ممکن ہے ان کو اس معجزے کی جوگلیل میں دکھایا گیا تھا (حضرت متی ۹باب ۲۷آیت) یا اس کی جو یروشلم میں (حضرت یوحنا ۹باب۱آیت) واقع ہوا تھا خبرپہنچ گئی تھی۔

اگروہ ابن داؤد کااصل مطلب سمجھتے تھے تو ان میں دوباتوں کا ایمان پایا جاتا تھا۔ ایک اس با ت کاکہ یسوع ناصری ہم کو بینائی دے سکتا ہے اوردوم اس بات کا کہ یسوع ناصری ایک عام نبی نہیں ہے۔ بلکہ وہ خاص نبی ہے جس کا ذکر حضرت یسعیاہ نے اپنے صحیفہ میں کیا ہے اور جس کا کام ہی یہی ہے کہ اندھوں کو بینا کرے ۔ اگر ہم ان اندھوں کا اس جنم کے اندھے سے جس کا بیان حضرت یوحنا کے نویں باب میں پایا جاتا ہے مقابلہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ وہ بھی ان باتوں کا مقر ہے جن کا اقراریہ اندھے کرتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ شفا پانے کے بعد ان باتوں کا اقرارکرتے ہیں۔ یہ شفا پانے سے پہلے ان کا اعتراف کرتے ہیں اورماسوائے اس کے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جنم کا اندھا رفتہ رفتہ اپنے اقرارمیں ترقی کرتا ہے۔

آیت نمبر۳۱۔لوگوں نے انہیں جھڑکا تاکہ چپ رہیں لیکن وہ اوربھی چلاکربولے ۔ اے مالک ابن داؤد ہم پر رحم کریں۔

حضرت متی بتاتے ہیں کہ " لوگوں " نے انہیں جھڑکا ۔ حضرت مرقس کہتے ہیں کہ" بہتوں نے " اورحضرت لوقا بتاتے ہیں کہ " جو لوگ آگے جاتے تھے وہ اس کو (اندھے کو) جھڑکنے لگے۔ "

جھڑکا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان اندھوں کو اس لئے جھڑکا کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسیح ناصری کو ابن داؤد کا خطاب دیا جائے کیونکہ یہ بڑی عزت کا خطاب تھا اوراس سے مسیح موعود مراد تھا۔ جو اس شرح کومانتے ہیں وہ (حضرت لوقا ۱۹باب ۳۹آیت) پیش کرتے ہیں۔ اس مقام میں فریسیوں کی بابت یہ لکھا ہے کہ جب انہوں نے لوگوں کو مسیح کی تعریف کرتے دیکھا توان کوایسا کرنے سے روکنے کی کوشش کی ۔ اوروہ اس طرح کہ بجائے خود روکنے کے انہوں نے مسیح سے درخواست کی کہ وہ انہیں روکے۔لیکن آئت زیر نظر سے معلوم ہوتا کہ اس موقعہ پر فریسی نہیں پر لوگ ان اندھوں کو ابن داؤد کہنے سے روکتے ہیں۔ اس سے بہتر خیال یہ ہے کہ جو لوگ یہاں موجود تھے وہ فریسیوں کی طرح کینہ وراور متعصب نہ تھے بلکہ سادہ لوح اورسیدھے سادے تھے۔وہ مسیح کی عزت کرتے تھے اوراس کی باتیں سننا چاہتے تھے۔ پس اغلب ہے کہ جب ان اندھوں نے شورمچانا شروع کیا تو انہوں نے ان کو اس لئے ڈانٹا کہ اس کے کام اورکلام میں خلل اندازی نہ ہو۔

لیکن ان کے دھمکانے سے یہ اندھے چلانے سے بازنہ آئے بلکہ اورزور سے چلانے لگے چونکہ وہ بہت محتاج تھے اورامید رکھتے تھے کہ مسیح

ان کی سنے گا اوران کو شفا بخشے گا لہذا وہ اوربھی زیادہ چلانے لگے ۔ حضرت مرقس اورحضرت لوقا نے جو فعل چلانے کے لئے استعمال کیا ہے وہ یونانی میں استمرار کی صورت رکھتا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا چلانا بند نہ کیا۔ بلکہ اسے برابر جاری رکھا۔ یعنی برابر چلاتے رہے ۔ یہ حقیقی دعا کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔

اس بیان سے کئی عمدہ نصیحتیں اخذ کی گئی ہیں۔ مثلا بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ اس بیان میں کئی لوگوں کے روحانی تجربوں کی ایک سچی تاریخ پائی جاتی ہے جب وہ اپنی خرابی کو دیکھ کر اوردنیا کے متنفر ہوکرمسیح کی طرف راجع ہوتے ہیں تو سینکڑوں رکاوٹیں درپیش آتی ہیں اوروہ مسیح کے دشمنوں کی طرف سے نہیں آتی ہیں۔ بلکہ ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے تیئں اس کے دوست اور رفیق سمجھتے ہیں۔ پر جب لوگ ان مشکلات پر غالب آجاتے ہیں اور مسیح کا پیچھا نہیں چھوڑتے تو مسیح ان کو بلاتے ہیں۔ اس کے بعد وہی لوگ جو پہلے ان کی دل شکنی کا باعث تھے اب ان کو تسلی دیتے اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۳۲۔مسیح نے کھڑے ہوکر انہیں بلایا اور کہا ۔ تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے کروں؟

کھڑے ہوکر۔ یعنی کچھ عرصہ تک ان کے ایمان کی آزمائش کرکے اور انہیں سرگرم پاکرآخرکار وہ ان کی مدد کے لئے ٹھیر گئے۔ وہ کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتے تھے۔

انہیں بلایا۔ حضرت مرقس کہتے ہیں کہ" مسیح نے کھڑے ہوکر کہا۔ اسے بلاؤ۔ پس انہوں نے یہ اندھا جس کا نام برتمائی تھا" اپنا کپڑا پھینک کر اچھل پڑا اور مسیح کے پاس آیا" معلوم ہوتا ہے کہ برتمائی نے اپنا کپڑا اس لئے پھینک دیا کہ مسیح کے حکم کو بجالائے اور کوئی چیز اس کے چلنے کی تیزی کو نہ روکے۔ کیا اس سے ہم یہ نہیں سیکھتے کہ ہمارا فرض ہے کہ مسیح کے پاس آنے کے لئے ہر چیز کو ہر تعلق کو ہر قسم کے مال واسباب کو جو بوجھ بن کرہم کو چلنے نہیں دیتا ترک کردیں۔ (دیکھو حضرت متی ۱۳باب ۴۴تا ۴۶آیت اور خط فلپیوں ۳باب ۷آیت)۔

تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے کروں ؟ جب وہ اندھے مسیح کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے یہ سوال کیا" تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے کروں ؟اس سوال سے اس کی رضامندی ظاہر ہوتی ہے۔ یعنی اس سے مترشح ہے کہ وہ برکت دینے کو تیار ہے۔ اورنیز یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ دعا مانگنے والوں کا ایمان اورامید

تازہ اور مضبوط ہوجائے۔ علاوہ بریں اس کو یہ منظور تھا کہ وہ عام طور پر رحم کے لئے دعا نہ کرے بلکہ اپنی خاص ضرورت کو محسوس کرکے اسے اس کے روبرو پیش کریں۔

آیت نمبر ۳۳۔ انہوں نے مسیح سے کہا اے مالک یہ کہ ہماری آنکھیں کھل جائیں۔

اب اس کے سوال کے جواب میں انہوں نے ایک خاص برکت جس کی ضرورت ان کو تھی اس کے سامنے پیش کی ۔ اب تک وہ عام طور چلا رہے تھے۔ اب آنکھوں کی بینائی مانگنے لگے۔

آیت نمبر ۳۴۔ مسیح کو ترس آیا اوراس نے ان کی آنکھوں کوچھوا اور وہ فوراً دیکھنے لگے اوراس کے پیچھے ہولئے۔

آنکھوں کے چھونے کا ذکر حضرت مرقس اور حضرت لوقا نہیں کرتے۔ آنکھوں کو چھونا ان اندھوں کے لئے اس بات کا نشان تھا کہ جس نے ان کی آنکھوں کو چھوا ہے وہی ان کو بینائی بھی بخشنے والا ہے ۔حضرت لوقا وہ الفاظ بھی رقم کرتے ہیں جومسیح کی زبان سے نکلے۔ "پھر بینا ہوجا" یہ الفاظ مسیح کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور حضرت مرقس اور حضرت لوقا یہ الفاظ بھی قلمبند کرتے ہیں "

تیرے ایمان نے تجھے اچھا کیا" تو نے اپنے ایمان کے سبب سے شفا کی برکت حاصل کی۔

آپ کے پیچھے ہولئے۔ حضرت مرقس بتاتےہیں کہ برتمائی راہ میں اسے کے پیچھے ہولئے۔ حضرت لوقا بتاتے ہیں کہ " خدا کی بڑائی کرتا ہوا اس کے پیچھے ہولیا" اور سب سے اچھی بات یہ ہوئی کہ انہوں نے بینائی پاکر مسیح کی پیروی اختیار کی۔ اورنہ صرف خود خدا کے نام کی بڑائی کی بلکہ اوروں سے بھی کروائی ۔ کیونکہ حضرت لوقا ہمیں بتاتے ہیں کہ سب لوگوں نے دیکھ کر خدا کی حمد کی ۔"

نصیتحیں اورمفید اشارے

۱۔اس معجزے سے ہم کئی باتیں سیکھتے ہیں (۱)لوگ اکثراوقات کئی اشخاص کونظر حقارت سے دیکھتےہیں اورانہیں مسیحی ہونے کے قابل نہیں سمجھتے۔ مگر انجام کارانہیں لوگوں سے خداوند کا جلال ظاہرہوتا ہے۔ (۲)اکثراوقات تہذیب کو چھوڑکر گہری سرگرمی سے کام لینا پڑتا ہے۔ (۳)اکثراوقات جوروک سدراہ ہوتی ہے وہی خدا کی برکت کے متلاشیوں کے لئے زیادہ اشتعال کا باعث ہوتی ہے

۲۔مسیح دکھ کی آوازکو سن لیتے ہیں خواہ کیسا ہی شورکیوں نہ ہوتا ہو۔

۳۔مگر وہ ہر چلانے والے سے یہی پوچھتے ہیں "تم کیا چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے کروں" ہماری دعاؤں میں اکثر اوقات یہ نقص پایا جاتا ہے کہ ہم رٹے ہوئے لفظوں اور حفظ کئے ہوئے محاوروں کو اپنی ضرورت محسوس کئے بغیر دعاؤں میں استعمال کرتے ہیں۔ مسیح چاہتے ہیں کہ ہم پہلے اپنی خاص ضرورت کو محسوس کریں۔ اورپھر دعا کریں۔

بے پھل انجیر کے درخت کا سوکھ جانا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت متی ۲۱ باب ۱۹ تا ۲۲ آیت ،حضرت مرقس ۱۱ باب ۱۲ تا ۱۴ اور ۲۰ تا ۲۴ آیت)

حضرت متی کے بیان کو پڑھ کر یہ خیال گزرتا ہے کہ جس وقت ہمارے مولا نے اس درخت کو سوکھ جانے کا حکم دیا وہ اسی وقت سوکھ گیا اور اسی وقت شاگردوں نے مسیح کے کلام کو پورا ہوتے دیکھا۔ لیکن حضرت مرقس کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاگردوں نے دوسرے دن کی صبح کو مسیح کے کلام کا نتیجہ مشاہدہ کیا۔ کیا ان دونوں بیانوں میں اختلاف نہیں پایا جاتا ؟ نہیں ان میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ معجزہ مسیح کی زندگی کے آخری ہفتہ کے پیر کی صبح کو واقع ہوا ۔ اتوار کے روز ہمارے مولا شاہانہ شوکت سے یروشلم میں داخل ہوئے۔ شام کے وقت بیت عنیا کو لوٹ آئے۔ پیر کی صبح پھر یروشلم کو گئے۔ راستہ میں یہ معجزہ سرزد ہوا ۔ مگر اس وقت مسیح نے اس درخت پر اسکی بے ثمری کے سبب سے ملامت بھیجی ۔ اور اغلب ہے کہ اسی وقت سے اس کا مرجھانا او رکملانا شروع ہوگیا ۔ لیکن مسیح اپنے شاگردوں کو ساتھ لے کر یروشلم کی طرف چلے گئے۔ اور جب شام کو بیت عینا کی طرف واپس آئے تو

اندھیرا ہوگیا تھا اس لئے شاگرد اس درخت کو اس وقت نہ دیکھ سکے۔ مگر جب منگل کی صبح کو یروشلم کی طرف روانہ ہوئے تو راہ میں اس درخت کو جڑ تک سوکھا ہوا پایا۔

حضرت مرقس اس تمام ماجرے کو تفصیل وار بیان کرتے ہیں۔ مگر حضرت متی اس کے اندرونی مطلب کو دیکھتے ہیں اورچونکہ وہ اسی اندرونی مطلب کو بیان کرنا چاہتے ہیں لہذا وہ وقت کی تفصیل اور ترتیب کو چھوڑکرکل ماجرے کو مسلسل واقعہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

انجیر کا ایک درخت راہ کے کنارے دیکھ کراس کے پا س گئے ۔ اور پتوں کے سوا اس میں کچھ نہ پاکر اس سے کہا آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے ۔ اورانجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا۔

انجیر کا ایک درخت ۔ غالباً یہی ایک درخت اس موقعہ پر موجود تھا۔ اورچونکہ سبز سبز پتوں سے بھرا پڑا تھا۔ لہذا آتے جاتے لوگوں کی نظر اسی پر پڑتی تھی۔

اس جگہ یہ دقت پیش آتی ہے کہ حضرت مرقس صاف بتاتے ہیں کہ ان دنوں انجیر کا موسم نہ تھا۔ مگر پھربھی وہ اورحضرت متی دونوں یہ کہتے ہیں کہ مسیح جو اس وقت بھوکے تھے اس انجیر کے درخت

کے نزدیک اس غرض سے گئے کہ اس سے پھل توڑ کر کھائے۔ اب سوال برپا ہوتا ہے کہ کیا مسیح نہیں جانتے کہ اس درخت میں پھل نہیں ہے ؟اور اگر جانتے تھے توکیا یہ تجاہل عارفانہ جو اس بیان سے مترشح ہے اس کی شان کے لائق تھا؟ ہمیں سب جوابوں سے بہتر اور مدلل یہ جواب معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے مولا کی الہٰی شخصیت میں دو ذاتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک الہٰی اور دوسری انسانی اور چونکہ وہ کامل انسان ہے اس لئے اس کی انسانی ذات میں وہ تمام قیود انسانیت کی موجود ہیں جو بنی آدم سے خاص ہیں۔ اس کا بھوکا ہونا اور بھو کے سبب سے پھل کی تلاش کرنا جس طرح اس کی بشریت کے خلاف نہیں اسی طرح اس کے انسانی علم کا محدود ہونا بھی اس کی انسانی ذات کے خلاف نہ تھا۔ اس کی انسانی دانائی بڑھتی گئی (حضرت لوقا ۱۲باب ۵۲آیت) ہاں وہ دانائی جو اس کی دوسری آمد کے دن اور گھڑی کو نہیں جانتی تھی۔ (حضرت مرقس ۱۳باب ۳۲آیت)ایک محدود دانائی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کو روح پاک بے اندازہ طورپر دی گئی تھی۔ تاہم یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم کبھی اس بات کو نہ بھولیں کہ اس میں انسانی ذات اپنی تمام خاصیتوں کے ساتھ پائی جاتی تھی اب رہی یہ کہ بات جب حضرت مرقس صاف صاف کہتے ہیں کہ

انجیر کے پھل کا موسم نہ تھا۔ تو پھر مسیح کیوں پھل کی تلاش میں اس درخت کے پاس گئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض ممالک میں انجیر کا پھل پہلے پیدا ہوتا ہے اور پیچھے پتے لگت ہیں۔ پینی کہتا ہے کہ اس کے (یعنی انجیر کے درخت) پتے پھل سے پیچھے نکلتے ہیں۔ ایک اور عالم جس کا نام ٹرسٹرم ہے یوں بیان کرتا ہے۔ کہ فلسطین میں "پھل پتو سے پہلے نکلتے ہیں۔" ٹامسن صاحب کہتے ہیں کہ "پھل اکثر پتوں کے ساتھ نکلتے ہیں۔" بلکہ پتوں سے بھی پہلے لگ جاتا ہے "پس مرقس کے یہ الفاظ کہ" دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا" یہ ظاہر کرتے ہیں کہ پتوں کی موجودگی پھل کی موجودگی پر دلالت کرتی تپی۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے چند دن پہلے یریحو کے میدان میں جو بحرہ اعظم سے بہت نیچے ہونے کے سبب سے بہت گرم تھا اور جہاں گرمی کے سبب سے پھل کسی قدر پہلے لگ جاتا تھا انجیر کا پھل کھایا تھا۔ اور اگرچہ ابھی اس پہاڑ پر انجیر کا موسم نہ تھا۔ تاہم یہ درخت جو تنہا ایک طرف کو کھڑا تھا مستشنیٰ تھا۔ جس میں وقت سے پہلے پتے لگ گئے تھے اور پھل کی خبر دے رہے تھے۔ ٹامسن صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے لبنان پر مئی کے مہینے میں انجیریں کھائی ہیں۔ واضح ہو کہ یروشلم میں لبنان سے ایک ماہ پہلے یہ پھل

پکتا ہے۔ پس نا ممکن نہیں کہ کوہ زیتون کے کسی گرم حصے میں اپریل
کے شروع ہی میں کسی خاص قسم کی انجیر کے درخت میں پھل لگ
گیا ہو یا پتے نکل آئے ہوں اور پھلوں کی خبر دیتے ہوں۔
آئندہ تجھ میں کبھی پھل نہ لگے ۔ حضرت مرقس بھی یہی کہتے ہیں
پطرس اسے لعنت کہتا ہے (حضرت مرقس ۱۱باب ۲۱آیت)یاد رہے
کہ مسیح نے اس جگہ غصہ میں آکر یہ لعنت نہیں بھیجی تھی۔ ایسا
خیال کرنا نہ صرف بے ادبی بلکہ بڑی حماقت ہے۔ مسیح ہر چیز
سے صداقتوں کو توضیح کے لئے مثال نکال لیتے تھے۔ مثلاً کھانے او
رپانی سے کپڑے کے پیوندوں اور مے کی بوتلوں سے ۔بونے اور کاٹرے
سے موسموں کے تبادلہ اوردن کے گھنٹوں سے ۔جانوروں اور پھولوں
سے پودوں اور درختوں سے تمثیلیں اخذ کیا کرتے تھے ۔ اس کے ہاتھ
میں ہر چیز کچھ نہ کچھ سبق سکھاتی تھی۔ اوراس موقعہ پر جب آپ
نے دیکھا پتے تو ہیں پھل بالکل نہیں تو ایک عجیب سنجیدہ سبق اپنے
شاگردوں کو سکھانا چاہا۔ اوراس سبق کو اس درخت کی حالت کے
وسیلے ان کے دلوں پر نقش کردیا ۔ یہ درخت اپنے پتوں کے وسیلے یہ
ظاہر کررہا تھا کہ مجھ میں پھل لگا ہوا ہے حالانکہ اس میں ذرا پھل نہ

تھا۔ یہ بات اس اقرار کی مثال ہے جو ایمان اور دینداری کا دعویٰ کرتا ہے مگر درحقیقت اس میں ایمان اور دینداری کے پھل نہیں ہوتے۔ اس میں شک نہیں کہ مسیح کا اشارہ اس جگہ یہودی قوم کی طرف ہے۔ جو خارجی رسوم پر نازاں تھے اور اپنی دینداری پر فخر کیا کرتے تھے مگر درحقیقت سوائے رسم پرستی کے ان میں اور کچھ نہیں پایا جاتا تھا۔

بعض مفسروں کا یہ خیال ہے کہ یہودیوں میں ابھی پھل نہیں لگا تھا کیونکہ ابھی پھل کا وقت نہیں تھا۔ ان کے پھل دار ہونے کا وقت مسیح کا زمانہ تھا۔ پر جب مسیح جو ان کو پھلداری بنانے والا تھا آیا تو انہوں نے اس کو رد کیا کیونکہ وہ اپنے بڑے بڑے اقراروں کے وسیلے یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم میں تو پھل پہلے ہی سے لگا ہوا ہے۔

پر اس میں نہ صرف یہودی قوم کے لئے سبق ہے بلکہ عیسائیوں کے لئے بھی اور وہ یہ کہ مسیح محض اقرار سے خوش نہیں ہوتے بلکہ اقرار کے ساتھ پھل طلب کرتے ہیں۔ پتے اپنی جگہ پر لازمی ہیں۔ ان کی اشد ضرورت ہے پر اگر پتے ہی پتے ہوں اور پھل نہ ہوں تو درخت اپنے اصل مدعا کو پورا نہیں کرتا۔ یہ درخت پتے دکھا کر جھوٹ موٹ پھل کا دعویٰ کرتا تھا کیونکہ ہم اوپر دکھا آئے ہیں کہ انجیر میں پھل پتوں

سے پہلے لگتا ہے ۔ پس اس لعنت کے وسیلے جو اس پر بھیجی گئی وہ درخت ان سب کے لئے جو انجیل سنتے ہیں ایک علامت ہے ۔ ایک سنجیدہ سبق سکھا رہا ہے اور سکھاتا رہے گا۔

ایک اور بات غورطلب ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر اوقات یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے یہ درخت ایک بے جان اور غیر ذی عقل شے تھا۔ پس اس کو مسیح نے کیوں لعنت دی ؟ اگر یہ اعتراض اس بنا پر کیا جاتا ہے کہ اس نے درخت کو سکھا کر کسی شخص کا نقصان کیا تو اس کا یہ جواب ہے کہ یہ درخت لب سڑک واقع تھا۔ لہذا یہ کسی خاص شخص کی ملکیت نہ تھا۔ اگر ہوتا تو یہ بھی اعتراض کی جگہ نہ تھی۔ کیونکہ اگر درخت کے سوکھ جانے سے ایسا سنجیدہ سبق سکھایا جائے جیسا کہ مسیح نے سکھایا تو درخت کا سوکھ جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ ماسوائے اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح اپنی شاہانہ مرضی اور اختیار کے مطابق قریباً ہر روز درختوں کو بیُخ وبن سے اڑاتا اور طرح بطرح ہمارے مال کے نقصان کے وسیلے ہم کو تنبیہ کرتا ہے۔ کیا ہم اسی طرح کا اعتراض اس کی باقی کارروائی پر بھی کیا کرتے ہیں؟

اور پھر یہ اعتراض بھی کیا جاتاہے کہ چونکہ وہ درخت ذی عقل مخلوق نہ تھا لہذا اپنے پھل کے لئے ذمہ دارنہ تھا اوراس واسطے اس پر لعنت بھیجنا فضول کام تھا۔ ہم اس اعتراض کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ گویا یہ درخت ذی عقل مخلوق نہ تھا مگر جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ذی عقل اورذی روح انسان کو جو درختوں اورجانوروں سے ہزارہا درجہ بہتر ہے ایک عمدہ اور روحانی سبق سکھانے کے لئے سکھایا گیا۔ اورماسوائے اس کے یہ بھی روزروشن کی طرح واضح ہے کہ یہ درخت بھی اپنے ظاہر وباطن میں یکسا نہ تھا۔ اس میں پتے لگے ہوئے تھے اوروہ پتے ظاہر کرتے تھے کہ اس میں پھل بھی ہے مگر در حقیقت اس میں پھل نہ تھا۔ پس یہ درخت اپنی زندگی کے اصول وقواعد کے مطابق اپنی ذات میں سچا نہ تھا۔ اورنہ اس سے یہی امید تھی کہ درخت اس سے پیدا ہوں اور وہ ان کے وسیلے اپنے تیئں محفوظ رکھے۔ کیونکہ اس میں پھل نہ تھا اورپھل نہ ہونے کی وجہ سے بیج نہ تھا اورہم جانتے ہیں کہ نوع کو قائم رکھنے کے لئے بیج ضروری شے ہے ۔ مسیح کا فتویٰ یا لعنت گویا ایک اظہار حقیقت ہے جو کسی شے یا بشر کی اس تباہی کو ظاہر کرتا ہے جو بہ سبب اس کے ذاتی نقصوں کے اس پر حادث ہوتی ہے۔

قدیم بزرگوں نے کہا ہے کہ مسیح نے دو کو چھوڑ کر باقی سب معجزے اپنی رحمت اور فضل کو ظاہر کرنے کے لئے دکھائے۔ انہیں دو سے اس نے اپنی سختی کو ظاہر فرمایا تاکہ لوگ یہ نہ سوچیں کہ وہ سزا دے ہی نہیں سکتا۔ تاہم یہ دو معجزے بھی ایسے تھے جو بنی آدم پر حادث نہیں ہوئے بلکہ ان میں سے ایک سوروں پر اور دوسرا ایک درخت پر تھا۔

اور انجیر کا درخت اسی دم سوکھ گیا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ سارا درخت اسی وقت سوکھ گیا۔ اور نہ یہ کہ منگل کی صبح کو سوکھا جب شاگردوں نے اسے دیکھا۔ بلکہ صاف ظاہر ہے کہ جب منگل کے روز شاگردوں نے اس کو دیکھا وہ اس سے پہلے سوکھ گیا تھا۔ پس جو کچھ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں وہ اس مشکل کا اصل حل ہے۔ جب مسیح نے اس درخت کو سوکھنے کا حکم دیا وہ اسی وقت سوکھنے لگ گیا۔ اور شاگردوں نے کچھ کچھ آثار اس کے سوکھ جانے کے اسی وقت دیکھے مگر پورے طور اس کی بربادی منگل کے روز صبح کے وقت دکھائی دی۔

آیت نمبر ۲۰۔ شاگردوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا اور کہا یہ انجیر کا درخت کیونکر ایک دم میں سوکھ گیا؟

حضرت مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت کا سوکھ جانا ان پر منگل کے روز ظاہر ہوا حضرت متی اس اثر کا ذکر تا ہے جو اس سانحہ کو دیکھ کر شاگردوں پر طاری ہوا۔ وہ وقت کا ذکر نہیں کرتے اور نہ حضرت مرقس کے بیان کی تردید کرتے ہیں۔

کیونکر ایک دم میں سوکھ گیا؟ مراد ہے ۔ کس طرح اتنی جلدی چوبیس گھنٹے کے اندر یہ درخت بیج وبن سے جاتا رہا ۔ ایک دم سے دفعتہ مراد نہیں۔ ایک ہرے بھرے درخت کا چوبیس گھنٹے کے اندر اندر سوکھ جانا انسانی محاورے کے مطابق ایک دم سوکھ جانا ہے۔ مسیح نے یہ نہیں کہا تھا کہ درخت دفعتہ سوکھ جائے گا بلکہ یہ کہ اس میں آگے کو کبھی پھل نہیں لگے گا ۔ (حضرت مرقس ۱۱باب ۲۱آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس ہی نے سب سے پہلے اس بات کی طرف توجہ کھینچی ۔ مگر مسیح نے جواب سب کو دیا۔

آیت نمبر ۲۱،۲۲۔مسیح نے جواب میں ان سے فرمایا ۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر ایمان رکھو اورشک نہ کرو۔ تو نہ صرف وہ کروگے جو انجیر کے درخت کے ساتھ ہوا بلکہ اس پہاڑ سے ۔۔۔۔۔۔تو یہ ہوجائے گا اورجوکچھ دعا میں ایمان کے ساتھ مانگو گے وہ سب تمہیں ملے گا۔

مسیح شاگردوں کے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ وہ انہیں بتاتے ہیں کہ اگرم تم ایمان رکھو اور شک نہ لاؤ تو اس سے بھی بڑے بڑے کام کروگے۔ اورجوکچھ دعا میں مانگوگے سو پاؤگے۔

پہاڑسے مراد غالباً کوہ صیہون اورسمندرسے مراد تو بحیرہ اعظم ہے اوربحیرہ مرادر۔ جب مسیح یہ مثال دیتےہیں تواس کا یہ مطلب ہے کہ اس ایمان کے لئے جو شک وشبہ سے منزہ ہے بڑے سے بڑا معجزہ بھی ناممکن نہیں (حضرت لوقا ۱۷باب ۶آیت) میں اسی قسم کے خیال ظاہر کرنے کے لئے توت کے درخت کے ہلنے اور سمندر میں جالگنے کی مثال پائی جاتی ہے۔

مگرہمارے مالک ایمان کی اس قدرت سے جو معجزات دکھانے میں کام کرتی ہے گذرکر ایمان کی اس قدرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو عام طورپر اجابت دعا میں ظاہر ہوتی ہے۔ (حضرت مرقس ۱۱باب ۲۴آیت) میں آیا ہے " یقین کرو کہ ہم کومل گیا اور تمہارے لئے ہوجائے گا۔" ہم کو مل گیا یہ غورطلب الفاظ ہیں۔ مطلب ہے کہ جب تم نے دعا میں مسیح سے کوئی برکت مانگی تو یہ یقین کرو کہ وہ تم کومل گئی اوراگریہ یقین صادق اورراست ہے توجوکچھ تم چاہتے ہو وہ ہوجائے گا۔

پر ہم یاد رکھیں کہ کلام کے پڑھنے سے ہم کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہی دعائیں قبول ہوتی ہیں جو خدا کی مرضی کے مطابق ہوتی ہیں۔ اس مضمون پر حضرت یوحنا ۱۴باب ۱۳آیت ،۱۵باب ۱۶آیت ،۱۶باب ۲۴آیت) کو بھی دیکھنا چاہیئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مرقس (۱۱باب ۲۵آیت)یہ بھی بتاتا ہے کہ اگر ہم خدا سے معافی مانگتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم ان کو معاف کریں جنہوں نے ہمارا قصور کیا ہے اوریہ وہی حکم ہے جو حضرت متی اپنی انجیل کے ۶باب ۱۴آیت میں مسیح کی دعا کے متعلق درج کرتے ہیں۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔یہ معجزہ کیا سکھاتا ہے (۱)یہ کہ اقرار بے عمل بے فائدہ ہوتا ہے۔ (۲)اقرار بے عمل نہ خدا کو اور نہ انسان کو خوش آتا ہے (۳)خطرہ ہے کہ جو اقرار بے عمل ہے وہ ہمیشہ بے پھل اور بے عمل رہے ۔(۴)مگر یہ لازمی نہیں کہ اگر عمل ہو تو اقرار جاتا رہے۔ بلکہ جہاں عمل ہے وہاں اقرار ضرور ہوتا ہے۔ جہاں پھل ہے وہاں خوبصورت پتے ضرورت ہوتے ہیں۔

۲۔ دیکھیں جو اس درخت کا قصور یا نقص تھا وہی اس کی سزا ٹھیرا۔ وہ بے پھل تھا اوریہی سزا اس کو دی گئی کہ ہمیشہ بے پھل رہے۔ افسوس اگر کسی شخص کے گناہ کی سزا اس کو یہی دی جائے کہ وہ اس میں چھوڑا جائے تاکہ اس کا زیادہ مرتکب ہو۔

۳۔ پھل اس لئے طلب کیا جاتا ہے کہ اس میں زندگی ہوتی ہے۔ اس میں بیج ہوتا ہے جو اپنے میں زندگی رکھتا ہے۔ اور یہ زندگی اپنے نوع کو قائم رکھتی ہے۔ ہر ایماندار کو اس دنیا میں پھلدار بننا چاہئیے تاکہ وہ زندگی کا بیج جو اس میں قائم ہے اوروں کو زندگی بخشے۔ اور یوں کثرت سے پھل پیدا کرے۔

۴۔ ہر مومن کی یہی دعا ہونی چاہئیے کہ اے مالک مجھے بے پھل رہنے سے بچائیے۔

۵۔ یہ معجزہ مسیح کی الوہیت اور انسانیت دونوں ذاتوں کو ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف اس کی عدالت کرنے والی خاصیت اور اس کی الہٰی قدرت عیاں ہیں دوسری طرف اس کی بھوک اس کی انسانیت پر دال ہے۔

۶۔ مسیح پر محبت معجزوں کے بعد منصفانہ فتویٰ کو ظاہر کرنے والا ایک معجزہ بھی دکھاتا ہے تاکہ ظاہر کرے کہ وہ بنی آدم کی

عدالت کرنے والا ہے۔ اور گنہگاروں کو جو اپنی زندگی کے مقصد کو پورا نہیں کرتے سزا دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ مگر یہ معجزہ کسی انسان کے اوپر وارد نہیں ہوا بلکہ بے جان چیز پر۔ ہم اس کی محبت کی تعریف کریں پر یہ جان کر کہ وہ جو محبت کرتا ہے وہی عدالت بھی کرنے والا ہے ہم اس کی تعظیم بھی کریں۔ اور سچا خوف ہمارے دلوں میں پایا جاتا ہے۔

ملخس کے کان کو شفا بخشنا

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت لوقا ۲۲ باب ۴۹ تا ۵۱ آیت)

سب حواری اس بات کا ذکر کرتے ہیں کہ سردار کاہن کے نوکر کا کان تلوار سے کاٹا گیا۔ مگر معجزہ کرنے کا ذکر صرف حضرت لوقا کرتے ہیں۔ یا یوں کہیں کہ وہی اکیلے ہم کو بتاتے ہیں کہ مسیح نے اس کے کان کو اپنی معجزانہ قدرت سے شفا بخشی۔ حضرت لوقا غالباً اس بات کا ذکر دو سببوں سے کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خود حکیم تھا اور چونکہ یہ ایسا معجزہ ہے کہ اسکا تعلق کسی قدر جراحی کے ساتھ بھی ہے لہذا وہ اس کو اپنی انجیل میں درج کرتا ہے مسیح نے اب تک تلواروں کے زخموں کو اچھا نہیں کیا تھا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ چاہتا تھا کہ مسیح کی نرمی اور برداشت اور کشادہ دلی کو اس معجزے کے وسیلے ظاہر کرتے تاکہ لوگ جانیں کہ جو شخص اسکی جان کا خواہاں تھا۔ اس نے اس کے ساتھ رحیمانہ برتاؤ کیا۔

مگر حضرت لوقا ہم کو یہ نہیں بتاتے کہ کان کاٹنے والا کون تھا۔ اور نہ حضرت متی اور حضرت مرقس ہم کو اس بات کی خبر دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے اس واسطے اس کا نام اپنی انجیلوں میں درج نہیں کیا کہ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ

خطرے میں پڑ جائے ہم پختہ طور نہیں کہہ سکتے کہ یہ خیال صحیح ہے یا نہیں ۔ حضرت یوحنا ہمیں بتاتے ہیں کہ جس نے سردار کاہن کے نوکر کا کان کاٹا وہ پطرس تھا اوراگر وہ بھی نہ بتاتا تو شائد ہمیں خود پطرس کی جلد بازی اورتیزی سے یہ نتیجہ نکالنا پڑتا کہ یہ کام ضرور پطرس کا ہوگاجو شائد اس وقت اپنے مالک کو خطرے سے چھڑانا چاہتا تھا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یوحنا ہم کو بتاتے ہیں کہ وہ شخص جس کا کان کاٹا گیا تھا اس کا نام ملخس تھا۔ ممکن ہے کہ دوسرے حواریوں کواس کا نام معلوم نہ تھا۔ مگرحضرت یوحنا جو سردارکاہن اوراس کے گھرانے سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس کا نام جانتا تھا (حضرت یوحنا ۱۸باب ۱۵آیت)اس کی واقفیت سردارکاہن کے خانگی تعلقات تھے۔

آیت نمبر۴۹،۵۰۔مسیح کے ساتھیوں نے معلوم کیاکہ کیا ہونے والا ہے تو کہا اے مالک کیا ہم تلوار چلائیں۔ اوران میں سے ایک نے سردارکاہن کے نوکرپرتلوارچلاکراس کا دہناہاتھ اڑادیا۔

یہ فعل پطرس کی طبعیت سے عین مناسبت رکھتا ہے جس طرح وہ سب سے پہلے کلام کیا کرتا تھا اسی طرح اب اپنی معمولی تیزی اورجلد

بازی کے مطابق سب سے پہلے تلوار بھی چلاتا ہے ۔ دوسرے شاگردوں میں بھی اس وقت اپنے مالك کی محافظت کے لئے تلوار چلانے کی خواہش پائی جاتی تھی پروہ پہلے مسیح سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ لیکن پطرس اجازت کا انتظار نہیں کرتا۔ وہ تلوارتو اس نے غرض سے چلائی ہوگی کہ سرسے پاؤں تک اس کے بدن میں سے پھر جائے اور اس کو دوٹکڑے کرڈالے مگر اتفاق سے وہ صرف ملخس کے کان پر لگی ۔ حضرت لوقا اورحضرت یوحنا ہم کو بتاتے ہیں کہ وہ کان جو کاٹا گیا دہنا کان تھا۔

آیت نمبر۵۱۔مسیح نے جواب میں کہا۔ اتنے پر کفائت کرو اوراس کے کان کوچھوکراس کواچھا کیا۔

پطرس کی طرف مخاطب ہوکر جو الفاظ اس وقت مسیح نے بیان فرمائے وہ مختلف حواریوں نے مختلف صورتوں میں رقم کئے ہیں۔ مگر جوکچھ انہوں نے لکھا ہے اس سے کافی طورپر معلوم ہوجاتا ہے کہ کل کلام جو اس وقت خداوند کی زبان مبارك سے نکلا ا سکا کیا مطلب تھا۔ حضرت متی ان باتوں کومسیح نے کہیں ذرا مفصل طور رقم کرتا ہے۔ چنانچہ وہ بتاتا ہے کہ" مسیح نے اس سے کہا اپنی تلوار کو میان میں کرلے۔ کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے

ہلاک کئے جائیں گے۔ آیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے منت کرسکتا ہوں اوروہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے لئے ابھی موجود کردے گا ؟ مگر وہ نوشتے کہ یوں ہی ہونا ضرور ہے کیونکر پورے ہوں گے۔"

حضرت متی کے ان الفاظ کو پڑھ کر اوران کے ساتھ ان باتوں کو جو دیگر انجیل نویسوں نے تحریر کی ہیں دیکھ کر یہ خیال گذرتا ہے کہ اس موقعہ پر جبکہ مسیح کو گرفتار کرنے کی جلدی مچ رہی تھی اس کو کہاں اتنی لمبی تقریر کرنے کا وقت ملا ہوگا؟ اس دقت کو رفع کرنے کے لئے دو خیال پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جب مسیح ملخس کے کان کو چنگا کررہا تھا۔ اس وقت ان سے یہ باتیں کہتا جاتا تھا۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ چونکہ اس کی یہ تقریرا س کی حمائت کرنے والوں کو حملہ کرنے سے روکنے والی تھی اس لئے اس کے مخالفوں نے اس کی باتوں کو اپنے حق میں مفید سمجھ کر خاموشی اختیار کی اور اسے بولنے دیا۔ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے۔ بعض لوگوں نے ان لفظوں کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مسیح پطرس کی طرف مخاطب ہوکر کہتا ہے توکا ہے کو اپنی تلواراستعمال کرتا ہے۔ اس میان میں کرلے۔ یہ شخص تلوار لے کر مجھ پر چڑھ

آئے ہیں۔ پر میں تجھے کہتا ہوں کہ انجام کار یہ خود تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے ۔ کیونکہ جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کئے جائیں گے۔

پر بعض مفسروں کو یہ شرح بہت موزون معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ ان لفظوں سے جن میں مسیح نے پطرس کو یہ کہا کہ اگر میں چاہوں تو بارہ تمن فرشتوں کے میری مدد کے لئے حاضر ہوسکتے ہیں۔ مطابقت نہیں رکھتے۔ پس ان لفظوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کا یہ مطلب تھا کہ پطرس اس بات کو محسوس کرے کہ اس کا مالک اپنے چھٹکارے لئے اس کی تلوار کی مدد کا محتاج نہیں۔ پس اصل شرح یہ ہے کہ ہمارا مالک اس قدیم شریعت یا قانون کی طرف اشارہ کرتا ہے جو خون بہانے کے معاملے میں ان لفظوں سے ظاہر ہے "جو کوئی آدمی کا لہو بہاوے ۔آدمی ہی سے اس کا لہو بہایا جائے گا۔

آیا تو نہیں سمجھتا کہ میں نے اپنے باپ سے منت کرسکتا ہوں۔ اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کردے گا ۔ (حضرت متی ۲۶باب ۵۳آیت)۔

ان لفظوں کو پڑھ کر وہ نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے جو ۲سلاطین ٦باب ١٧آیت میں درج ہے وہاں ہم پڑھتے ہیں کہ جب شاہ

ارام کے لشکر نے دوتین کا محاصرہ کیا اور الیشع صبح کے وقت باہر نکلا تو مخالف کے لشکروں کو دیکھ کر ڈرگیا اور جب واپس آیا تو نبی کو اس خطرے سے مطلع کیا۔ مگر نبی نے اس کے لئے دعا کی اور اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے اردگرد کے پہاڑ کو آتشی رتھوں اور گاڑیوں سے بھرا ہوا دیکھا۔ اب وہ الیشع سے بڑا تھا اپنے مغموم اور دہشت زدہ شاگرد کو بتاتا ہے کہ میں تیری مدد کا محتاج نہیں کیونکہ اگر میں چاہوں تو بارہ تمن فرشتوں کے ابھی میری مدد کے لئے حاضر ہوجائیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان لفظوں میں کچھ وہی خیال عکس دے رہا ہے جو آزمائش کے وقت اس کے دل میں گھسنا چاہتا تھا۔ یعنی یہ خیال کہ وہ باپ کی مدد کو استعمال کرے اور تمام مخالفتوں کو دور کر ڈالے۔ مگر جوں ہی یہ خیال اس کے دل میں پیدا ہوتا ہے دوں ہی رد کیا جاتا ہے ۔ اور یہ خیال کہ جو باپ کی مرضی ہے سو پوری ہوجا گزین ہوتا ہے ۔ چنانچہ وہ سوچتا ہے کہ اگر میں فرشتوں کے بارہ تمن اپنی مدد کے لئے حاضر کرلوں تو پھر وہ" نوشتے جن کا یوں ہی ہونا ضرور ہے کیونکر پورے ہونگے " (حضرت متی ۲۶ باب ۵۴ آیت)۔

وہ نوشتے کہ یوں ہی ہونا ضرور ہے کیونکر پورے ہوں گے ۔ مسیح کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتوں کی مدد استعمال میں لائی جائے تو پھر خدا کا وہ ازلی ارادہ باپ کی وہ مرضی جس کا ذکر کلام میں پایا جاتا ہے ۔ اورجس کا اظہار الفاظ "یوں ہی ہونا ضرور ہے " کے وسیلے کیا گیا ہے کس طرح پوری ہوگی ؟(مقابلہ کروزکریا ۱۳باب ۷آیت کے ساتھ)حضرت یوحنا کی انجیل میں فرشتوں کی مدد کو ترک کرنے اورباپ کی مرضی بجالانے کومسیح ایک اور صورت میں ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "جو پیالہ باپ نے مجھ کو دیا کیا میں اسے نہ پیوں"یہ محاورجو رضامندی کے اظہار کے لئے استعمال کیا گیا ہے کلام میں اکثر آیا ہےاوراس کا مطلب یہ ہے کہ جو پیالہ پینے کے لئے دیا گیا ہے خواہ وہ کیسا ہی تلخ کیوں نہ ہوتا ہم پینے والا اسے پیتا ہے تاکہ جس نے پینے کو دیا ہے اس کی مرضی پوری ہو۔ (حضرت متی ۲۰باب ۲۲تا ۲۳آیت ،۲۶باب ۲۹آیت سے مقابلہ کریں۔)

حضرت لوقا کی آیت میں ہم نے یہ الفاظ پڑھے تھے۔ "اتنے پر کفائت کرو۔ " یہ الفاظ غالباً شاگردوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمائے گئے تھے۔ اورمطلب مسیح کا یہ تھا۔ کہ اے شاگردجو کچھ تم مقابلہ کی صورت میں اب تک کرتے رہے ہواس سے بازآؤ۔اوراس راہ میں قدم

نہ بڑھاؤ۔بعضوں نے یہ خیال کیا ہے کہ مسیح نے یہ الفاظ اپنے مخالفوں کی طرف مخاطب ہوکر بیان فرمائے تھے اورمقصد یہ تھا کہ ان کو جتائے کہ جو کچھ تم اب تک میرے گرفتار کرنے میں کرچکے ہو اس کو کافی سمجھو اورآئندہ اپنی ناسزا حرکتوں سے باز آؤ۔پر یہ خیال درست معلوم نہیں ہوتا۔ لہذا اغلب ہے کہ یہ الفاظ شاگردوں ہی کو کہے گئے تھے۔ اورجب وہ باتیں کہہ چکے توملخس کی طرف متوجہ ہوئے اوراس کے کٹے ہوئے کان کواچھا کیا۔ اوراس فعل کے وسیلے اس تعلیم کا جوآپ نے دشمنوں کو پیار کرنے اورنفرت کرنے والوں کی بھلائی چاہنے کے بارے میں دی تھی ایک عمدہ نمونہ دیا۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔مسیح اس معجزے میں کس طرح نظر آتے ہیں؟(۱)آپ کی شانتی سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ خطرے کے وقت میں وہ اوسان باختہ نہیں ہوئے۔ (۲)اس مخالفانہ حملے کے وقت بھی اس کی برداشت کرنے والی محبت میں فرق نہیں آیا۔ (۳)اس بپت کے وقت بھی شاگردوں کو سکھانا اوران کی اصلاح کرنا نہیں چھوڑا۔

۲۔آپ کے نمونہ سے ہم سیکھتے ہیں کہ تاریکی کی طاقتوں کا مقابلہ کس طرح کرنا چاہیے۔

۳۔بعض اوقات ہم کئی کام حضرت پطرس کی طرح ایسے کر بیٹھتے ہیں کہ ہم خیال کرتے ہیں کہ ہم خدا کی مرضی بجالا رہے ہیں۔ حالانکہ وہ خدا کی مرضی نہیں ہوتی بلکہ ہماری مرضی ہوتی ہے۔

۴۔ہتھکڑیاں پہننے سے پہلے اس کے ہاتھوں کو دیکھو۔ جب تک وہ آزاد رہتے ہیں نیکی کے کام نہیں چھوڑتے ۔ہاں وہ اپنے دشمنوں سے بھی نیک سلوک کرتے ہیں۔

۵۔دیکھو اسکی خود انکاری کو دشمن اس کے مبارک بدن کی تحقیر وتکفیر میں لگے ہوئے ہیں۔ اوروہ دیکھتا ہے کہ فرشتوں کے تمن مدد کے لئے موجود ہیں۔ مگر تاہم وہ اس مدد کو کام میں نہیں لاتا۔ کیونکہ باپ کی ازلی مرضی کو پورا کرنا چاہتا ہے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے وہ اپنے حقوق کو بھی ترک کردیتا ہے۔ کون اس کی جلالی فرمانبرداری کودیکھ کراس کے پاؤں پر نہ گرے گا اوربوسے دے دے کر اپنے آنسوؤں سے نہ دھوے گا؟

مچھلیوں کے پکڑنے کا دوسرا معجزہ

(انجیل شریف بہ مطابق حضرت یوحنا ۲۱ باب ۱۴ آیت

آیت نمبر ۱۔اس کے بعد سیدنا مسیح نے پھر اپنے آپ کو تبریاس کی جھیل کے کنارے شاگردوں کو دکھایا۔ اوراس طرح ظاہر ہوا۔

حضرت یوحنا کی انجیل کے اکیسویں باب کی نسبت مختلف رائے پائی جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت یوحنا نے پہلے اپنی انجیل بیسویں باب تک ختم کردی۔ مگر بعد میں اکیسواں باب بھی درج کردیا کیونکہ اس کے دوستوں نے جن کے سامنے اس نے اکیسویں باب کے واقعات زبانی بیان کئے تھے غالباً اس سے درخواست کی کہ وہ ان کو بھی اپنی انجیل میں درج کرے ان لوگوں کا یہ قیاس بیسویں باب کی آخری دو آئتوں سے پیدا ہوا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا انجیل ختم ہوگئی ہے ۔

مگر بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ باب پیچھے نہیں لکھا گیا وہ کہتے ہیں کہ بیسویں باب کی آخری آیتوں میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جس سے یہ ظاہر ہوکہ حضرت یوحنا سیدنا مسیح کے معجزوں کا بیان بند کرچکے تھے یا ان آئتوں کو لکھ کر انجیل کو ختم کر بیٹھے تھے وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قدما میں سے کسی نے کبھی یہ گواہی نہیں دی

کہ یہ باب بعد میں لکھا گیا تھا۔ ہمیں یہ خیال زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

اپنے آپ کو تبریاس کی جھیل کے کنارے شاگردوں کو دکھایا۔ واضح ہو کہ یہ معجزہ مسیح کے مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد وقوع میں آیا۔ اور یہ الفاظ جو اجنبی سے معلوم ہوتے ہیں اسی سبب سے استعمال کئے گئے ہیں۔ اگرچہ ہمارے مالک شخصیت اور ذات کے اعتبار سے وہی تھے جو مرنے سے پہلے تھے۔ مگر پھر بھی مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد آپ کے جسم مبارک میں ایسی جلالی اور پر راز تبدیلی آگئی تھی کہ انسانی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی جب تک وہ خود اپنے تیئں ظاہر نہیں کرتے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد چالیس دن تک اپنے شاگردوں کو دکھائی دیتے رہے مگر اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہرروزان کو ملتا تھا یا ہر وقت ان کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ مطلب صرف یہ ہے کہ چالیس روز کے عرصہ میں وہ ان کو نظر آتا رہا اوراس کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔

تبریاس جھیل کے کنارے۔ یہ جھیل اس کے ظاہر ہونے کے لئے ایک نہائت موزون جگہ تھی کیونکہ مصلوب ہونے سے پہلے اس جھیل پر اس نے اپنی قدرت اورمحبت کے گوناں گوں کرشمے اپنے شاگردوں کو

دکھائے ۔یہیں مسیح نے مچھلیوں کا پہلا معجزہ دکھا کر پطرس اور یعقوب اور یوحنا کو آدمیوں کا مچھوا بننے کے لئے بلایا۔ یہیں وہ سمندر کی لہروں پر چلا۔ یہیں پطرس نے سمندر پر چلنے کی کوشش کی ۔یہیں مسیح نے موجوں کو اپنے کلام معجز نظام سے تھمایا۔ یہیں سے محصول کا سکہ برآمد ہوا۔ غرضیکہ اس قسم کے کئی واقعات اس جھیل سے وابستہ تھے۔ پس آپ نے اپنے تیئں ظاہر کرنے کے لئے ایک ایسی جگہ تجویز کی جہاں آپ کے شاگردوں نے آپ کی محبت او رحکمت اور قدرت کے بے شمار نظارے دیکھے تھے اور آپ جانتے تھے کہ اس جھیل کی یاد شاگردوں پر فوراً اس بات کو ظاہر کردے گی کہ وہ ان پر اس وقت ظاہر ہوا ہے وہ کون ہے۔

اوراس طرح ظاہر ہوا۔ ان لفظوں کا تعلق سارے بیان کے ساتھ ہے ۔ یایوں کہیں کہ رسول ان لفظوں کے وسیلے ہماری توجہ ایک ایک بات کی طرف جو وہ معجزے کے متعلق بیان کرتا ہے کھینچنا چاہتا ہے۔

آیت نمبر۲۔شمعون پطرس اورتوما جو توام کہلاتا ہے اورنتھانیل جو قانائے گلیل کا تھا اورزبدی کے بیٹے اوراس کے شاگردوں میں سے دو اورشخص جمع تھے۔

اس وقت یہ سب شاگرد یہاں موجود تھے۔ ان کے اس جگہ اکھٹے ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ وہ غالباً اسی نواح کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے چار کی نسبت ہم کو بخوبی پتہ ہے کہ وہ اسی علاقہ کے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ان کو حکم کیا گیا تھا کہ وہ گلیل کو جائیں کیونکہ مسیح ان کو گلیل میں ملنا چاہتے تھے۔

توما۔ صرف حضرت یوحنا اس رسول کی بابت تحریر کرتے ہیں۔ (دیکھو ۱۱باب ۱۶آیت، ۱۴باب ۵آیت ،۲۰باب ۲۴آیت) ہم اس رسول کی بابت ایک جگہ پہلے بھی کچھ تحریر کر چکے ہیں۔

نتھانئیل (دیکھو حضرت یوحنا ۱باب ۴۵آیت)

زبدی کے بیٹے ۔ مراد یعقوب اور یوحنا سے اپنا اور اپنے بھائی کا نام نہ لکھنا حضرت یوحنا کے معمول کے مطابق ہے ۔ وہ اپنے نام کو ظاہر نہیں کرتا ۔

دو اور شخص۔ ان کی نسبت بعضوں کا یہ خیال ہے کہ وہ فیلبوس اور اندریاس تھے۔ مگر بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر یہ دو شخص فیلبوس اور اندریاس تھے تو ان کے نام تحریر کرنے میں کیا نقصان تھا۔ سو وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ شخص دو رسولوں میں سے نہ تھے بلکہ شاگردوں میں سے تھے۔ توما کی نسبت ایک بزرگ کہتا ہے کہ وہ جو مسیح کے

جی اٹھنے کو پہلے مانتا نہیں تھا۔ اب اس کو ایک مرتبہ دیکھ کر پطرس کا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ بلکہ اور اظہاروں کا منتظر ہے۔

آیت نمبر ۳۔شمعون پطرس نے ان سے کہا کہ میں مچھلی کے شکار کو جاتا ہوں۔ انہوں نے اس سے کہا ہم بھی تیرے ساتھ چلتے ہیں ۔او رنکل کر کشتی پر سوار ہوئے۔ مگر اس رات کوکچھ نہ پکڑا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس وقت پطرس اپنی اعلیٰ بلاہٹ کو چھوڑ کر ادنیٰ بلاہٹ کی طرف متوجہ ہوا۔ اوراس نے دنیاوی کام کی طرف رخ کیا۔ یہ خیال صحیح نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ رسولوں کا اصل کام مسیح کے آسمان پر چڑھ جانے کے بعد شروع ہوا۔ اوراگر اس وقت سے پہلے اس نے اپنے کام کو جس میں کوئی خرابی نہ تھی شروع کیا تو اس میں کوئی عیب نہ تھا۔ اگر اس کا مچھلیاں پکڑنا معیوب تھا تو اسی طرح پولوس کا اپنے ہاتھ سے خیمہ دوزی کرکے اپنی روٹی کمانا بھی قابل اعتراض تھا۔

واضح ہو کہ پطرس شاگردوں سے یہ نہیں کہتا کہ بھائیو جو تمہارا جی چاہیئے سو کرو۔ میں تو اب مچھلی پکڑنے کا کام کیا کروں گا۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ میں مچھلی پکڑنے چلاہوں۔ اگر تم میں سے کوئی چاہے تو وہ بھی چلے۔ اورہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس کوجواب دیتے

ہیں کہ " ہم بھی تیرے ساتھ چلتے ہیں" جس کشتی پر وہ لوگ سوار ہوئے وہ غالباً وہی کشتی تھی۔ جس کو مسیح اکثر استعمال کیا کرتے تھے (رائل)۔

مگر اس رات کچھ نہ پکڑا۔ ہم مچھلیوں کے پہلے معجزے میں بتا چکے ہیں کہ مچھلی پکڑنے کے لئے رات کا وقت عمدہ ہوتا ہے۔

آیت نمبر ۴۔صبح ہوتے مسیح کنارے پر کھڑئے ہوئے تاہم شاگردوں نے نہ پہچانا کہ مسیح ہیں۔

روشنی نمودار ہوئی شاگردوں نے ایک آدمی کی شکل کنارے پر دیکھی مگر نہ پہچانا کہ وہ کون ہے۔ ہمارے مالک مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد کبھی یک بہ یک ظاہر اور کبھی غائب ہوجاتا تھا۔ پس اس وقت وہ ان کو جھیل کے کنارے پر یک بہ یک دکھائی دیا۔ مگر انہوں نے اس کو نہ پہچانا۔ مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد جیسا ہم اوپر بتا چکے ہیں ہمارے مالک کی صورت میں کچھ ایسی جلالی تبدیلی آگئی تھی کہ گو اس کا بدن وہی تھا جو مرنے سے پہلے تھا مگر تاہم جی اٹھنے کے بعد اس کے شاگرد اس کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ مریم نے اس کو نہ پہچانا۔ دو شاگرد جو اماؤس کو جارہے تھے انہوں نے اس کو نہ پہچانا۔ پس جب تک اور واقعات ان کے حافظے کی مدد نہیں کرتے تھے

یا مسیح خود ان کی مدد نہیں کیا کرتے تھے تب تک وہ اس کو نہیں پہچان سکتے تھے۔

آیت نمبر ۵۔پس مسیح نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

مسیح گفتگو کا سلسلہ شروع کرنے کے لئے اس جگہ بھی وہی طریقہ استعمال کرتے ہیں جو آپ نے سامریہ کی عورت کے ساتھ بات کرتے وقت اختیار کیا آپ نے اس سے کہا کہ مجھے پانی پلا اسی طرح شاگردوں سے کھانے کی بابت پوچھتا ہے ۔ پس ہم یہ خیال نہیں کہیں کہ اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے پاس کھانے کے لئے کوئی چیز ہے یا نہیں۔ وہ جو اپنے علم سے یہ جانتا تھا کہ مچھلیا ں کہا ں ہیں وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے ۔کچھ کھانے کو ہے ؟ ا س سوال سے اشارہ مسیح کا غالباً ان کی کامیابی کی طرف تھا۔ یعنی وہ یہ دریافت کرنا چاہتے تھے آیا انہوں نے اب تک کوئی مچھلی کھانے کے لئے پکڑی ہے یا نہیں ؟

بچو۔ یہ ایک مشفتانہ لفظ ہے جس سے بزرگ چھوٹوں کو بلاتے ہیں۔ شاگردوں کے مختصر سے جواب سے معلو ہوتا ہے کہ جب گفتگو ہورہی تھی اس وقت مسیح اور شاگردوں میں خاصہ فاصلہ تھا۔

آٹھویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کشتی خشکی سے قریباً دوسو ہاتھ کے فاصلہ پر تھی پس شاگرد مختصر سے جواب سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ ہم ان کے چھوٹے سے جواب کو ان کی بدتہذیبی نہ سمجھیں۔

آیت نمبر۶۔مسیح نے ان سے کہا کہ کشتی کی دہنی طرف جال ڈالو توپکڑوگے۔ پس انہوں نے ڈالا اورمچھلیوں کی کثرت سے پھر کھینچ نہ سکے۔

یاد رہے کہ مچھلیاں بعض اوقات دکھائی بھی دے جاتی ہیں ۔ مگر مسیح نے پانی میں کوئی مچھلی ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھی تھی وہ علم غیب سے جانتے تھے کہ مچھلیاں یہاں ہیں۔ گو یہ ممکن ہے کہ شاگردوں نے شروع میں یہ خیال کیا ہو کہ شائد اس اجنبی شخص نے کشتی کی دہنی طرف مچھلیوں کا جھنڈ دیکھا ہے۔ پریہ بھی ممکن ہے کہ اس کے کلام کی ایسی تاثیر ان پر ہوئی کہ انہوں نے بے چون وچرا اس کی بات مان لی وہ اس وقت صبح کی روشنی کے سبب سے غالباً اپنے جال وغیرہ تہ کرکے کنارے کی طرف آرہے تھے۔

اورتعجب نہیں کہ اس کے اس حکم نے یوحنا کے دل میں جس نے اسے پہلے پہچانا اس موقعہ اوروقت کی یاد پیدا کردی ہو جس وقت

انہوں نے ایک مرتبہ پہلے اس کے حکم کی متابعت کے صلہ میں بہت بڑی مچھلیاں پکڑی تھیں۔ اس معجزے میں جال نہیں ٹوٹا۔

آیت نمبر ۷۔اس لئے اس شاگرد نے جس سے مسیح محبت رکھتا تھا پطرس سے کہا یہ تو مسیح ہے پس شمعون پطرس نے یہ سن کر کہ مولا ہیں کرتہ کمر سے باندھا کیونکہ ننگا تھا اورجھیل میں کود پڑا۔

اس آیت میں وہ فرق جو حضرت یوحنا اور حضرت پطرس کی طبیعتوں میں پایا جاتا ہے کیسی خوبصورتی سے نمایاں ہوتا ہے۔ حضرت یوحنا کی بلند نظری اورحقیقت شناسی اس بیان سے کیسی خوبی سے ٹپک رہی ہے وہ گیان دھیان اورسوچ اورفکر کا آدمی تھا۔ سووہی مسیح کو پہلے پہچانتا ہے۔ مگر پطرس جو ہر بات میں تیزی اوردلیری سے کام لینے والا تھا جب اس بات سے واقف ہوجاتا ہے کہ جو شخص کنارے پرکھڑا ہے وہ میرا مولا ہے تو اسی وقت سب سے پہلے کرتہ کمر سے باندھ کرجھیل میں کود پڑتا ہے ۔

حضرت یوحنا اپنے معمول کے مطابق اپنا نہیں بتاتا ۔ پریہ کہتا ہے کہ جس نے اسے پہچانا اورپطرس کو خبردی وہ وہی شاگرد تھا" جس سے مسیح محبت رکھتے تھے " محبت کی آنکھ بہت تیزہوتی ہے وہ اپنے دوست اورمحبوب کوفوراً پہچان لیتی ہے۔ جب مسیح نے پھر جال

ڈالنے کا حکم دیا اور جب اس حکم کی تعمیل کے سبب سے مچھلیاں کثرت سے جال میں آئیں تو یوحنا نے فوراً جان لیا کہ یہ تو اس قسم کا واقعہ ہے جو تین سال پہلے اسی جگہ وارد ہوا تھا۔ پس یہ شخص جس کے حکم کی تعمیل سے یہ سب کچھ ہوا ہمارے مولا ہیں۔

اب دوسری طرف حضرت پطرس کو دیکھو کہ جوں ہی وہ حضرت یوحنا سے یہ سنتا ہے کہ جو شخص کنارے پر کھڑا ہے وہ مسیح ہے تو زیادہ ثبوت کی انتظاری نہیں کرتا۔ فقط ایک بات ایک لفظ اس کے دل کو حرکت میں لانے کے لئے کافی ہے۔ اور اس اشتیاق ملاقات اب اس غائت کو پہنچا ہوا ہے کہ وہ ایک منٹ کی دیر نہیں کرسکتا۔ پس وہ مسیح کے قدموں میں پہنچنے کے لئے فوراً جھیل میں کود پڑتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی دلیری سے وہ محبت ٹپکتی ہے جس کا اقرار اسنے بار بار اپنے مالک سے تھوڑی دیر کے بعد کیا اس کا جوش جو اس وقت نمایاں ہوا اس جوش سے جو ملخس کا کان کاٹنے میں ظاہر ہوا بہت فرق رکھتا ہے ۔ وہ جوش جو اس وقت ظاہر ہوا واقعی قابل تعریف تھا۔

کرتہ کمر سے باندھا کیونکہ ننگا تھا۔ اس کرتہ سے وہ کپڑا مراد ہے جو مچھوے پہنا کرتے تھے۔ اور مچھلیاں پکڑتے وقت اتار دیتے تھے۔

آیت نمبر ۸۔باقی شاگرد اس ڈونگی پر سوار ہوکرمچھلیوں کا جال کھینچتے ہوئے آئے کیونکہ وہ کنارے سے کچھ دورنہ تھے بلکہ تخمیناً دوسو ہاتھ کا فاصلہ تھا۔

کنارے سے بہت دور نہ ہونے کے سبب سے انہیں کشتی آہستہ آہستہ چلا نی پڑی۔ کیونکہ کنارے کے نزدیک پانی بہت گہرا نہ تھا۔ پریہ بھی یاد رہے کہ باہم گفتگو کرنے کے لئے یہ فاصلہ خاصی دورتھا جیساکہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں۔ وہ لوگ شائد اس واسطے پطرس کے ساتھ نہیں آئے کہ انہوں نے مچھلیوں کوبھی کھینچ کرلانا تھا۔

آیت نمبر۹۔جس وقت کنارے پر اترے توانہوں نے کوئلوں کی آگ اوراس پر مچھلی رکھی ہوئی اورروٹی دیکھی۔

بعض مفسروں کا خیال ہے کہ مسیح نے اس معجزے میں ایک اورمعجزہ دکھایا۔یعنی اس وقت اپنے تھکے ہوئے شاگردوں کے لئے جسمانی خوراک تیارفرماتا ہے تاکہ وہ جان جائیں کہ اسے نہ صرف ان کی روحانی زندگی کی فکر ہے بلکہ ان کی جسمانی ضرورت کا بھی خیال ہے۔

آیت نمبر۱۰۔مسیح نے ان سے کہا جومچھلیاں تم نے ابھی پکڑی ہیں ان میں سے کچھ لاؤ۔

ایک بزرگ نے کیسا عمدہ خیال اس سے نکالا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو لفظ اس جملے میں تاکید یہ ہے وہ ابھی ہے ۔ مسیح نے انہیں فرمایا تھاکہ "کشتی کی دہنی طرف جال ڈالو۔" اس کے بعد وہ چپ رہا اورجب اس نے اپنی زبان پھر کھولی تو یہی الفاظ جوآیت نمبر۱۰میں مرقوم ہیں بیان فرمائے۔اورلفظ ابھی پر زوردیا۔ گویا مسیح یہ کہتے ہیں کہ میں نے تمہیں کشتی کی دہنی طرف جال ڈالنے کو کہا تھا۔ اور تم نے میرا حکم مان کراپنا جال ڈال دیا۔ اب میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے حکم کی تعمیل سے جو مچھلیاں تم نے ابھی پکڑی ہیں وہ نکالواوراس سے یہ سیکھو کہ کامیابی میرے حکم کی فرمانبرداری پر منحصر ہے۔ اگرتم چاہتے ہوکہ کامیاب ہواکروتو میرے حکم پر عمل کیاکرو۔

آیت نمبر۱۱۔ شمعون پطرس نے چڑھ کرایک سو ترپن (۱۵۳)بڑی مچھلیوں سے بھرا ہوا جال کنارے پر کھینچا مگر باوجود مچھلیوں کی کثرت کے جال نہ پھٹا۔

اب پطرس پھر کشتی پر چڑھ گیا تاکہ مچھلیوں کا جال کھینچے ۔ پر یاد رہے کہ وہ اکیلا نہ تھا۔ دوسرے شاگرد بھی ا س کی مدد کرتے ہوں گے۔

جال نہ پھٹا۔ گو مچھلیاں بہت سی تھیں تو بھی جال نہ ٹوٹا ۔ مچھلیوں کی تعداد ۱۵۳ بتائی گئی ہے ۔اوراس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والے نے اس تمام ماجرے کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔

جال اورمچھلیوں کو دیکھ کر رسولوں کو وہ وقت ضروریاد آیا ہوگا جس وقت انہوں نے ایک مرتبہ آگے مسیح کے کہنے سے جال ڈالا تھا۔ اوراتنی مچھلیاں پکڑیں کہ جال ٹوٹ گیا۔ اوران کوہ تمثیل بھی یاد آئی ہوگی جس میں آسمان کی بادشاہت کو اس جال سے تشبیہ دی ہے کہ جو سمندر میں ڈالا جاتا ہے (حضرت متی ۱۳باب ۴۷آیت)۔

آیت نمبر۱۲۔مسیح نے ان سے کہا آؤ کھانا کھالو۔ اورشاگردوں میں سے کسی کو اتنی جرات نہ ہوئی کہ ان سے پوچھتے کہ آپ کون ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مسیح ہی ہیں۔

کھانا کھانے کے لئے بلانے کا ایک تو غالباً یہ مقصد تھا کہ ان تھکے ماندوں کو سیری نصیب ہو اورکچھ یہ بھی تھاکہ وہ ان پر ظاہر فرمائے کہ گو مردوں میں سے جی اٹھا ہوں تاہم تمہارے ساتھ وہی بے تکلفانہ تعلق رکھتاہوں جو باہم کھانے پینے سے ظاہرہوتا ہے۔ (مقابلہ کرو۔ انجیل شریف کتاب مکاشفہ ۳باب ۲۰آیت)۔

اور شاگردوں میں سے کسی کواتنی جرات نہ پڑی ۔ وغیرہ وہ سارے ماجرے کو دیکھ کراب قائل ہوگئے تھے کہ جو شخص ہم سے باتیں کررہا ہے مسیح ہے۔ اورسوال کرنے کی جرات اس واسطے نہ رکھتے تھے کہ اس کی پر راز حضوری سے ان پر ایک قسم کا رعب اورخوف چھا گیا تھا۔

آیت نمبر ۱۳۔مسیح آئے اور روٹی اٹھا کر انہیں دی پھر مچھلی بھی دی۔

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ ان متحیر شاگردوں کا میزبان ہمارا مولا ہے۔ اگر یہ درست ہے کہ ہمارے مولا نے بھی اس وقت ان کے ساتھ مل کر کھایا اور بہت لوگ مانتے ہیں کہ آپ نے ایسا ہی کیا تو شاگردوں کے لئے یہ بات ا س کے مردوں میں سے جی اٹھنے کا ایک پختہ ثبوت تھی۔

آیت نمبر ۱۴۔مسیح نے مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد تیسری بار اپنے آپ کو شاگردوں پر ظاہر کیا۔

الفاظ" تیسری بار" پر بحث ہے ۔ کیونکہ ایک طرح یہ اس کا تیسرا اظہارنہ تھا بلکہ ساتواں (۱)پہلے وہ مریم مگدلینی کو دکھائی دیا(۲)پر یوانہ اور دوسری عورتوں کو (۳)پھر شمعون پطرس کو (۴)پھر دو

شاگردوں کو جو اماؤس کو جارہے تھے (۵) پھر دس شاگردوں کو مگر اس وقت توما حاضر نہ تھا۔ (٦) پھر اس وقت جب کہ توما اور دیگر شاگر بھی حاضر تھے۔

اب یہ دقت درپیش ہے کہ جب مسیح اتنی دفعہ دکھائی دے چکا تھا تو پھر کس طرح یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس وقت جھیل پر صرف تیسری بار دکھائی دیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گو وہ کئی بار دکھائی دیا۔ تاہم شاگردوں کے اکھٹے مجمع کو اس سے پہلے صرف دو ہی مرتبہ دکھائی دیا۔ اورجب پھر تیسری باران پر ظاہرہوا۔ ماسوائے اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے دکھائی دینے کا یہ تیسرا دن تھا۔ پہلی پانچ مرتبہ وہ اسی دن دکھائی دیا جبکہ مردوں میں سے جی اٹھا۔ پھر ایک ہفتہ بعد دکھائی دیا تاکہ توما اس کے جی اٹھنے پر ایمان لائے۔ اور اب یہ تیسرا دن تھاکہ وہ پھران سات کو نظر آئے۔

اس کے بعد وہ دلچسپ اورنصحیت خیر گفتگو آتی ہے۔ جو پطرس اورمسیح کے درمیان ہوئی۔ جب وہ ان کو اس معجزے کے وسیلے یہ سکھا چکا کہ کامیابی کس طرح حاصل ہوتی ہے اورفرمانبرداری کا اجر کس طرح ملتا ہے تو وہ ان پر اس گفتگو کے وسیلے یہ ظاہر فرماتا ہے کہ میری خدمت کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ مجھ

سے محبت ہو دوسری کہ خدا کے لئے سب کچھ مال وجان تک قربان کرنے کے لئے رضامندی پائی جائے۔

نصیحتیں اورمفید اشارے

۱۔ ہر کام یا پیشے میں مسیح اوراس کی روح سے ملاقات ہوسکتی ہے۔ یہ سات شاگرد جن کا حال ہم نے پڑھا مچھلیاں پکڑرہے تھے جب مسیح ان پر ظاہر ہوا۔ ضرورت نہیں کہ انسان جنگلوں اورغاروں میں قیام اختیار کرے۔ مسیح کودیکھنے کے لئے ایمان کی آنکھ کی ضرورت ہے۔

۲۔اکثراوقات مسیح کے خادموں کوایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری محنت رائگاں جارہی ہے پر جس وقت وہ اپنی کمزوری اوراپنی ناکامی کو دیکھ کرغم کھاتے ہیں ۔ بسا اوقات مسیح عین اسی وقت نمودار ہوتا اورنئے طریقوں اورنئی تجویزوں سے ان کواپنی برکتوں سے مالا مال فرماتے ہیں۔

۳۔ہم یہ سیکھیں کہ جب وہ ہمیں کوئی کام کرنے کو کہتا ہے توآپ ہی ان سامانوں کی فکر کرتا ہے جو ہمارے جسم کی طاقت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔

۴۔مسیح کے معجزوں کے آخر میں اس معجزے کا ذکر نہائت موزون ہے وہ مردوں میں سے زندہ ہوکر اپنے شاگردوں پر ظاہر کرتا ہے کہ میں مردہ نہیں بلکہ زندہ ہوں اور وہی معجزانہ قدرت جو مصلوب ہونے سے پہلے مجھ میں پائی جاتی تھی اب بھی موجود ہے۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری محنتوں اور تمہاری ناکامیوں کو دیکھتا ہوں اور تمہاری مدد کے لئے تیار ہوں۔

اس کے عجیب معجزوں کے مطالعہ کے آخر میں ہمارے لئے یہ ایک سنجیدہ سبق ہے اور ہمیں کبھی اس سبق کو بھولنا نہیں چاہیے۔ کہ ہمارا مسیح زندہ مسیح ہے جو موت پر غالب آیا جو ہم کو دیکھتا ہے اور ہماری مدد کے لئے تیار ہے ۔ پس ہماری کامیابی اور بھلائی اسی میں ہے کہ ہم ایمان سے اس کی فرمانبرداری کریں تاکہ ہم اس دنیا میں کامیابی کی برکت سے مالا مال ہوں۔ اور آخر مردوں میں سے جی اٹھ کر اس کے اور ابراہیم ،اضحاق اور یعقوب اور دیگر مقدسوں کے ساتھ آسمانی ضیافت میں شریک ہوں۔ آمین۔